ابنِ صفی

جلد نمبر
23

جاسوسی دنیا

72- لاش کا بلاوا

73- گارڈ کا اغوا

74- شادی کا ہنگامہ



پیشرس

"دشمنوں کا شہر" آپ نے یقیناً پڑھا ہوگا!.... ممکن ہے پسند بھی آیا ہو! لیکن اس وقت میں یہ پوچھنے نہیں بیٹھا ہوں کہ وہ کیسا رہا!.... اس کی بات تو اس لئے چھیڑی ہے کہ اس میں ایک کمی رہ گئی تھی! اور اس کمی کا احساس بھی مجھے اس وقت ہوا تھا جب اس کے پروف دیکھے جا رہے تھے! یعنی کتاب پریس میں پہنچ چکی تھی۔ ظاہر ہے اس وقت اس کا ازالہ ناممکن تھا!

ہاں تو میں اس کمی کی بات کر رہا تھا! کمی یہ رہ گئی تھی کہ اس میں مسزوارنر جیسے اہم کردار کی اصلیت پر روشنی نہیں ڈالی جاسکی تھی! وہ کون تھی کہاں تھی! ظاہر ہے کہ پہلے سے اس کا وجود ضرور رہا ہوگا ورنہ ٹویوڈا اس کی آڑ کیسے لیتا؟

"دشمنوں کا شہر" کی اُسی خامی کو مد نظر رکھ کر یہ ناول "لاش کا بلاوا" لکھا گیا اور اس کی کہانی مسزوارنر ہی کے گرد گھومتی ہے۔

"دشمنوں کا شہر" ایک ایسے آدمی کی کہانی تھی جو گناہ کے اندھیروں سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا! اس کے برعکس "لاش کا بلاوا" میں آپ کو ایک ایسا آدمی ملے گا جو شرافت کی زندگی ترک کر کے جرائم کی راہ پر نکل آیا تھا.... ہوسکتا ہے کہانی کے اختتام پر آپ اس سے ہمدردی بھی محسوس کریں! لیکن اسے ہرگز نہ بھولئے گا کہ وہ غلطی پر تھا۔ اول تو یہی چیز غلط ہے کہ آپ میرا تھپڑ میرے بھائی کے گال پر واپس کردیں اور دوسری بات یہ کہ "شخصی انتقام" کا طریقہ سودمند نہیں ہوتا کیونکہ دوسرے کی پشت پناہی قانون کرتا ہے! جس معاشرے سے آپ کا تعلق ہے اس کے قوانین آپ ہی کے وضع کردہ ہیں! آسمان سے نہیں اترے.... پھر آپ ان کی حدود سے کیوں تجاوز کریں۔

اس کہانی میں بھی آپ کو حمید کافی مصروف نظر آئے گا لیکن اتنا بھی نہیں کہ شگوفے چھوڑنے کا ہوش نہ رہے۔ وہ آپ کو قدم قدم پر ہنسنے کی دعوت دے گا۔ ایک معاملے میں قاسم کو بھی گھسیٹ لایا ہے۔ مگر گھسیٹنے ہی کی حد تک! اُسے ایک یوریشین لڑکی کی تلاش تھی لیکن ایک ایسی عورت سے جا ٹکرایا جس کے لئے صرف قاسم ہی دیدہ دل فرش راہ کر سکتا تھا! مگر وہ عورت کون تھی.... اور ہائی سرکل نائٹ کلب کے منیجر کو دعوت عشق کیوں دے رہی تھی؟

اس کہانی میں نیلم بھی ملے گی! مگر نہ جانے کیوں نیلم سے بہتیری خواتین بے حد خفا ہیں! وہ نہیں چاہتیں کہ نیلم دوسری کہانیوں میں بھی لائی جائے۔ لہٰذا اب نیلم نہیں آئے گی۔ مطمئن رہئے۔ یہ آخری کہانی ہوگی جس میں نیلم آئی ہے۔

ڈائمنڈ جوبلی نمبر کے لئے بہتیری تجاویز آرہی ہیں لیکن سبھوں کو عملی جامہ پہنانا مشکل ہے....! بہرحال وہ تجاویز تو یقینی طور پر بروئے کار لائی جائیں گی۔ جن پر زیادہ تر پڑھنے والے متفق ہوں۔

اس سلسلے میں آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

ابن صفی

۱۳ر جنوری ۱۹۵۸ء

لاش تیار تھی

عشرت نے اخبار میز پر رکھ کر ایک طویل سانس لی اور بُرا سامنہ بنا کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی.... وہ یکم اپریل کی صبح تھی.... موسم خوشگوار تھا.... خلاف توقع صبح سے پہلے ہی مطلع ابر آلود ہونے لگا تھا.... اور اب تو بھورے رنگ کے بادلوں سے حدِ نگاہ تک آسمان ڈھک گیا تھا.... ہوا میں خنکی تھی....! مگر پھر بھی بارش کے آثار نہیں تھے! ویسے معمولی ترشح کی پیشین گوئی محکمہ موسمیات نے پچھلے ہی دن کر دی تھی۔

عشرت اپنے کمرے میں ناشتہ کرنے کی عادی تھی! صرف دوپہر کے کھانے پر اُسے اپنے باپ کا ساتھ دینا پڑتا تھا۔ رات کو بھی وہ کھانے کی میز پر تنہا ہوتی تھی!

اس نے ایک بار پھر اخبار پر نظر ڈالی اور پھر ملازمہ کی طرف متوجہ ہو گئی، جو ناشتے کی ٹرے اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

اس نے ٹرے میز پر رکھ دی اور پیچھے ہٹ کر خاموش کھڑی رہی! شائد اُسے اس کی کسی نئی فرمائش کا انتظار تھا۔

"کیا ڈیڈی نیچے موجود ہیں۔" عشرت نے اُس سے پوچھا۔

"جی ہاں!.... ناشتے پر ہیں۔" جواب ملا۔

"اچھا.... تم جاؤ۔"

ملازمہ چلی گئی.... عشرت نے ہاتھ بڑھا کر خود کار فون کا ریسیور اٹھایا اور ماؤتھ پیس میں بولی۔ "گڈ مارننگ ڈیڈی....!"

"مارننگ....!" دوسری طرف سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"غالباً آپ اخبار دیکھ رہے ہیں۔"

"ہاں....!"

"کون سا ہے....!"

"آبزرور....!"

"آہا وہی میرے سامنے بھی ہے۔" عشرت نے کہا۔ "پہلے ہی صفحہ پر نیچے اشتہار دیکھئے۔"

"ہاں.... دیکھا ہے! مضحکہ خیز ہے.... یہ نہ بھولنا کہ آج یکم اپریل ہے۔"

"آپ جانتے ہیں کہ یہ اشتہار کس کے لئے ہے۔"

"نہیں.... میں کیا جانوں....!"

"یہ اشتہار میرے لئے ہے۔!" عشرت نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا بکواس ہے۔ میں نہیں سمجھا۔"

"یہ اشتہار میرے لئے ہے....!" اس نے اخبار کی طرف دیکھتے ہوئے دہرایا۔

"یعنی....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور اشتہار کے الفاظ دہرائے گئے۔ "آج ڈیڑھ بجے میرے گھر پر آجاؤ" میری لاش "تیار ملے گی۔"

"ہاں! یہی اشتہار ڈیڈی....!"

"میں ایسے لغو مذاق پسند نہیں کرتا.... مانا کہ آج یکم اپریل ہے.... مگر....!"

"اوہ.... کیا آپ فخری کی ذہانت کی داد نہیں دینگے۔ مگر یہ اشتہار مجھے بھی گراں گزرا ہے۔"

"فخری.... اوہ.... وہ.... تو کیا....!"

"ہاں ڈیڈی! میں آپ کو اس کے متعلق بتا چکی ہوں۔"

"میری لاش....!"

"جی ہاں.... مگر یہ اشتہار.... شاید یکم اپریل کا مذاق بھی اس میں شامل ہے۔"

"میں کہتا ہوں! ایسا لغو اشتہار شائع کیسے ہو گیا۔"

"فخری آبزرور کے ایڈیٹر کا داہنا ہاتھ ہے! وہ سب کچھ کر سکتا ہے! وہ جانتا ہے کہ میں صرف آبزرور ہی دیکھتی ہوں.... اس لئے اس اشتہار کا میری نظروں سے گذرنا ضروری ہے۔"

"میں کہتا ہوں عشی تم لغویات میں نہ پڑو! کئی بار تمہیں سمجھا چکا ہوں۔ مگر تم باز نہیں آتیں۔ آخر تمہیں اس سے کیا فائدہ۔"

"وہ لاپرواہ ہے ڈیڈی..... بہت لاپرواہ.....!"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن ایک دن تم پچھتاؤ گی۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عشرت بھی ریسیور رکھ کر ناشتے کی ٹرے کی طرف متوجہ ہو گئی..... وہ یوریشین تھی! اس کا باپ مشرقی تھا اور ماں مغربی..... لیکن ماں اب زندہ نہیں تھی! وہ پانچ ہی سال کی عمر میں ماں کی شفقتوں سے محروم ہو گئی تھی۔

عشرت کے جسم پر لباس تو مغربی ہی ہوتا تھا لیکن اس کی شخصیت میں مشرق ہی رچا بسا ہوا تھا۔ اندازِ فکر بھی مشرقی ہی تھا۔ وہ اردو کی ایک اچھی انشا پرداز تھی! اردو بولتے وقت لب و لہجہ خالص مشرقی ہوتا تھا۔ اکثر شعر بھی کہتی تھی اور اس کی شاعری کو تک بندی نہیں کہا جا سکتا تھا۔

اس کا باپ تیمور شہر کے بڑے آدمیوں میں سے تھا۔ ایک مشہور سرمایہ دار جس کا بزنس لامحدود تصور کیا جاتا تھا۔ وہ نیک دل اور مخیر بھی مشہور تھا۔ قومی کاموں میں دل کھول کر خرچ کرتا تھا۔ شہر کے کئی یتیم خانے اور محتاج خانے اس کی سرپرستی میں چل رہے تھے۔ ابھی حال ہی میں اس نے اندھوں اور گونگوں کا ایک اسکول بھی قائم کیا تھا۔

عشرت شہزادیوں کی طرح زندگی بسر کرتی تھی۔ مگر تیمور کو اس کے مشاغل پسند نہیں تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ عشرت کم رتبہ آدمیوں سے میل جول رکھے۔ لیکن وہ ابھی تک تو اسے باز رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ عشرت جو ایک کامیاب مصنفہ بننے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ زندگی سے قریب تر رہنا چاہتی تھی۔ لیکن خود اس کے طبقے میں زندگی مفقود تھی۔ یا پھر وہ اُسے پانچولاں ہی سمجھتی تھی..... اُسے ابھی تک تو اپنے طبقے میں وہ زندگی نہیں ملی تھی جو اپنے طور پر پھیلتی بڑھتی ہے۔ جس پر بناوٹ کی تہیں نہیں چڑھائی جاتیں..... جو مشینی نہیں ہوتی۔

ناشتہ ختم کر کے اس نے ملازمہ کیلئے گھنٹی کا بٹن دبایا اور وہ کچھ دیر بعد آ کر ٹرے اٹھا لے گئی۔

عشرت کچھ مضطرب سی نظر آنے لگی تھی..... لیکن وہ خود بھی اپنے اس اضطراب کی وجہ نہ سمجھ سکی..... ذہن کو کافی کریدنے کے باوجود بھی اس اضطراب کی جڑیں نہ مل سکیں۔

ایک بجے اُس نے گیراج سے کار نکلوائی اور کوٹھی سے چل پڑی۔ کار وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس کی کلائی پر گھڑی موجود تھی جسے وہ ذرا ذرا سی دیر کے بعد دیکھتی جا رہی تھی۔

پھر ٹھیک ایک بج کر پچیس منٹ پر اُس نے کار نادر منزل کے سامنے روک دی۔ یہ ایک بہت بڑی عمارت تھی اور اس میں متعدد فلیٹ تھے۔ نادر منزل شہر کی اُن معدودے چند عمارتوں میں سے تھی جن کے فلیٹ "شاندار" کہلاتے تھے۔

عشرت کار سے اتری اور آہستہ آہستہ اوپری منزل کے زینے طے کرنے لگی اسے گیارہویں فلیٹ کے دروازے پر دستک دینی تھی۔

لیکن گیارہویں فلیٹ کے سامنے پہنچ کر اُس نے محسوس کیا کہ دروازہ اندر سے مقفل نہیں ہے کیونکہ وہ چوکھٹ سے کچھ پیچھے کھسکا ہوا تھا۔ عشرت نے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اُسے آہستہ سے دھکا دیا اور دروازہ کھل گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں یک بیک اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ہاتھ ہینڈل پر جم سا گیا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے وہ اب نہ تو دروازے کو اور زیادہ دھکیل کر اندر داخل ہو سکے گی اور نہ کھینچ کر دوبارہ بند ہی کر سکے گی۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

اس کمرے کے بعد والے کمرے کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا اور وہ دوسرے کمرے میں پڑی ہوئی اس لاش کو صاف دیکھ رہی تھی۔ جس سے ایک عورت لپٹی ہوئی تھی۔ لاش کے سینے میں ایک خنجر پیوست تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کمرے کے فرش پر خون کا سوتا پھوٹ گیا ہو۔ دفعتاً لاش سے لپٹی ہوئی عورت کی نظر عشرت کی طرف اٹھ گئی اور پھر عشرت نے اسے اچھل کر دیوار سے لگتے دیکھا۔

یک بیک عشرت نے ایک جھرجھری سی لی اور دروازہ شائد اضطراری طور پر کھینچ کر بند ہو گیا۔ لیکن ہینڈل پر سے ہاتھ ہٹاتے وقت عشرت کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے لئے بھی اُسے قوت صرف کرنی پڑی ہو۔

اس کے قدم تیزی سے زینوں کی طرف اٹھتے رہے۔

پھر اُسے اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ اپنی کار تک کیسے پہنچی تھی! لیکن کار ڈرائیو کرتے وقت اس کی مشاقی ہی آڑے آئی تھی ورنہ ذہن تو ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔

لاش..... لاش..... اس کی لاش..... فخری کی لاش..... جس نے بذریعہ اشتہار اُسے اطلاع

دی تھی۔ "آج ڈیڑھ بجے میرے گھر پر آجاؤ۔ "میری لاش" تیار ملے گی۔"

مگر.... وہ تو.... ایک ذو معنی اشتہار تھا۔ یکم اپریل کا مذاق بھی.... اور ایک حقیقت بھی۔

پھر لاش.... لاش.... فخری کی لاش.... پولیس اسے پریشان کرے گی.... کیونکہ وہ اشتہار اسی کیلئے تھا.... اوہ مگر ممکن ہے اس نے آبزرور کے ایڈیٹر کو سب کچھ بتادیا ہو۔ اب پولیس یقیناً اسے پریشان کرے گی! خاکی یونیفارم سے اسے بچپن ہی سے ہول آتا تھا۔ پھر اب کیا ہوگا مگر وہ عورت کون تھی جو اس کی لاش سے لپٹی ہوئی تھی۔ فخری نے کبھی کسی عورت کا تذکرہ نہیں کیا تھا جو اس کی لاش سے اس طرح لپٹ سکے! پھر کار فراٹے بھرتی رہی اور عشرت کا ذہن ہوا میں اڑتا رہا۔



کیپٹن حمید نے فون کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے ہوئے فریدی کی طرف مڑ کر کہا۔

"جگدیش کو ہیضہ ہوگیا ہے۔" اور پھر ریسیور اس کی طرف بڑھادیا۔

"ہیلو....!" فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں جگدیش ہوں جناب!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کچھ دیر پہلے کسی عورت نے کہیں سے فون پر اطلاع دی تھی کہ نادر منزل کے گیارہویں فلیٹ میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔"

"تمہیں یاد ہے یا نہیں کہ آج یکم اپریل ہے!" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"سنئے تو سہی! میں نے بھی یہی سوچ کر اُسے نظر انداز کردیا تھا۔ مگر تھوڑی دیر بعد پھر کسی عورت ہی نے اطلاع دی کہ گیارہویں فلیٹ میں آبزرور کے نائب مدیر فخری کا قتل ہوگیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آواز پہلی عورت کی نہیں تھی۔"

"دس عورتیں بھی تمہیں ایک ہی موضوع پر بور کرسکتی ہیں کوئی ان کا کیا بگاڑے گا۔"

"جی ہاں! میں نے بھی یہی سوچا تھا.... لیکن پھر اس سلسلے میں آبزرور کے ایڈیٹر سے گفتگو کی۔ اُس نے فخری کو فون کیا.... پھر دوبارہ مجھ سے رابطہ قائم کرکے بتایا کہ فخری کے فلیٹ سے کوئی جواب نہیں مل رہا۔ حالانکہ اسے اس وقت فلیٹ ہی میں ہونا چاہئے.... اُسے بھی تشویش ہوگئی ہے کیونکہ آبزرور کے آج کے شمارہ میں فخری نے ایک عجیب وغریب اشتہار شائع کرایا تھا جس میں کسی کو مخاطب کرکے کہا گیا تھا کہ وہ ٹھیک ڈیڑھ بجے فخری کے فلیٹ میں پہنچ جائے۔ فخری کی لاش تیار ملے گی۔"

"اچھی بات ہے۔" فریدی نے ایک طویل سانس لی اور پھر بولا۔ "تم جاؤ! اگر یہ حقیقت ہو تو مجھے فون کردینا۔ لیکن واضح رہے کہ فخری کا فون استعمال نہ کیا جائے....! میں آج کل زیادہ مصروف نہیں ہوں تمہارے لئے بھی کچھ کرسکوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ....!" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔

"یہ کیا بکواس کررہا تھا....!" حمید نے پوچھا۔

"کچھ نہیں آج یکم اپریل ہے....!"

حمید کھڑکی کے پاس کھڑا ہو کر پائپ سلگانے لگا۔ آج دفتر میں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا۔ امر سنگھ اور رمیش بھی غائب تھے ورنہ وہ انہیں ہی چھیڑتا۔

آخر اس نے فریدی کو پھر مخاطب کیا۔ "دس عورتیں کس موضوع پر جگدیش کو بور کرسکتی ہیں۔"

"اسی موضوع پر کہ حمید جیسے فرض ناشناس آفیسر کو گولی ماردینی چاہئے۔" فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "تم نے اس فائل کے کاغذات کی ترتیب غلط کردی ہے۔"

"مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ فائلوں میں ہاتھ لگاؤں۔ کسی اور نے کی ہوگی۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"چلو! اسے درست کرو۔"

حمید میز پر آبیٹھا۔ لیکن اس کے چہرے سے اکتاہٹ ظاہر ہورہی تھی۔ اکتاہٹ کی وجہ دراصل یہ تھی کہ یکم اپریل کا دن یونہی گذرا جارہا تھا۔

اس نے فائل کی ورق گردانی شروع کردی اور کاغذات کو ترتیب سے لگاتا رہا۔

فریدی نے فائل کھول لیا تھا اور وہ اس سے سادہ کاغذ پر کوئی عبارت نقل کررہا تھا۔ حمید نے فائل کے کاغذات مرتب کرکے اُسے ایک طرف رکھتے ہوئے ایک طویل سانس لی اور سر کھجانے لگا۔

"اسٹار لمیٹڈ کا فائل تمہارے پاس تھا۔" فریدی نے سر اٹھائے بغیر اُسے مخاطب کیا۔

"بہت احتیاط سے رکھا ہوا ہے مطمئن رہئے۔"

"میں پوچھتا ہوں تم نے اس کے سلسلے میں کیا کیا۔" فریدی نے جھلا کر کہا اور قلم رکھ کر سیدھا بیٹھ گیا۔

"اگر کچھ کرنے کو بھی کہا گیا ہوتا تو ضرور کرتا۔ آپ نے صرف فائل مجھے دیا تھا۔ وہ میں

نے احتیاط سے رکھ دیا کہ پتہ نہیں پھر کب آپ اُسے واپس لے لیں!"

"حمید....!"

"جناب والا۔"

"میں تمہیں کان سے پکڑ کر نکال دوں گا۔"

"میں خود ہی کان پکڑ کر نکل جاؤں گا۔ آپ صرف اشارہ کر دیجئے۔ یکم اپریل کو بھی موسم اتنا خوشگوار ہے کہ خدا کی پناہ۔"

"میں کسی دن تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا۔" فریدی دانت پیس کر بولا۔

"میں اسی قابل ہوں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ایسے آدمی کا یہی حشر ہونا چاہئے جو اپنے کسی چڑچڑے آفیسر کو ہنس مکھ نہ بنا سکے۔"

فریدی فون کی طرف متوجہ ہو گیا جس کی گھنٹی بج رہی تھی۔

"ہیلو....!" اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہاں.... اچھا.... پھر.... وہ تنہا رہتا تھا.... ہوں! تم دروازے سے داخل ہوئے تھے! دروازہ کھلا ہوا تھا.... اچھا.... اچھا! دروازے کی ساخت، ہوں.... ہوں۔"

"اچھا تم نے ہینڈل پکڑ کر دروازہ کھولا ہو گا۔ گدھے ہو! اب تک عقل نہ آئی.... خیر میں آرہا ہوں....!" اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"میں نے کہا۔" حمید کچھ کھنکار کر بولا۔ "میں کچھ عرض کروں۔"

"بکو....!" فریدی اُسے گھورنے لگا۔

"گذارش ہے کہ گدھے ہینڈل پکڑ کر دروازہ نہیں کھول سکتے۔ آپ کو اُسے آدمی ہی کہنا چاہئے تھا۔"

فریدی نے اس کا کان پکڑ کر کرسی سے اٹھا دیا۔

"کتنی دور جانا ہو گا۔" حمید نے مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"نادر منزل تک.... وہاں ایک قتل ہو گیا ہے۔"

"خدا غارت کرے۔" حمید نے منہ بنا کر آنکھیں بند کر لیں پھر بڑبڑایا۔ "یکم اپریل کو بھی یہ اُلو کے پٹھے باز نہیں آتے۔"

"چلو....!" فریدی نے اُسے دروازے کی طرف دھکا دیا۔

حمید برآمدے میں نکل آیا۔

اور پھر کچھ دیر بعد وہ نادر منزل کی طرف جا رہے تھے۔ فریدی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

"کس کا قتل ہوا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"آبزرور کے سب ایڈیٹر.... فخری کا....!"

"فخری....!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "نہیں۔"

"کچھ دیر پہلے رمیش کو کسی عورت نے فون پر بتایا تھا کہ فخری قتل کر دیا گیا۔"

"اوہ.... ارے میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ ایسا آدمی نہیں تھا کہ اُسے کوئی قتل کر دے۔ میرے خدا بڑا شاندار نوجوان تھا۔ بڑا آرٹسٹک.... سچ کہتا ہوں زرد سلک کے لبادے میں وہ کوئی یونانی دیوتا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے بال سنہرے اور گھونگھریالے تھے۔ وہ ان میں کبھی کنگھا نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اپنے بالوں پر کافی وقت صرف کیا ہے.... اکثر ہم دونوں نے ہائی سرکل میں بہت اچھا وقت گذارا ہے۔"

"اس کے گرد عورتیں ضرور رہتی ہوں گی۔" فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"وہ کسی کو لفٹ ہی نہیں دیتا تھا۔ اس معاملے میں شاید اس پر آپ کا سایہ پڑ گیا تھا۔ ارے بڑا اچھا آدمی تھا۔ بہت نیک.... غریبوں کے لئے بڑا درد رکھتا تھا۔"

"اس کے باوجود بھی اُسے قتل کر دیا گیا۔" فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"مگر ٹھہریئے.... وہ قتل بھی کیا جا سکتا تھا کیونکہ اکثر بعض ناعاقبت اندیش بڑے آدمیوں کی پول کھولتا رہتا تھا۔"

"ہوں....!"

حمید بھی خاموش ہو گیا۔ اب نہ اُسے موسم خوشگوار لگ رہا تھا اور نہ یکم اپریل ہی یاد رہ گئی تھی۔ وہ صرف فخری اور اس کے قتل کے متعلق سوچ رہا تھا۔

"کیا آپ نے فخری کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"میں نے یہ کب کہا ہے! لیکن تمہارا یہ بیان قطعی غلط ہے کہ وہ عورتوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔"

"میں نے کبھی اُس کی میز پر کوئی عورت نہیں دیکھی....!" حمید نے کہا۔

وہ اوپر پہنچے! ایک کانسٹیبل گیارہویں فلیٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہا تھا۔

"ذرا سلیقہ نہیں ہے ان لوگوں کو....!" فریدی بڑبڑایا۔ "ایسے مواقع پر ہر اس چیز کو ہاتھ لگانے سے احتراز کرنا چاہئے جس پر مجرم کی انگلیوں کے نشانات ملنے کا امکان ہو!"

"میں نہیں سمجھا....!" حمید نے کہا۔

"ان لوگوں کو چاہئے تھا کہ ہینڈل کو ہاتھ لگائے بغیر دروازہ کھولتے! خیر!" پھر وہ آگے بڑھے ہی تھے کہ انسپکٹر جگدیش باہر آیا۔

"ارر.... آبزرور کا ایڈیٹر بھی موجود ہے۔" جگدیش نے کہا۔ "مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ فخری کا وہ اشتہار کس کے لئے تھا.... اور نہ ابھی تک اس کا مقصد ہی معلوم ہو سکا ہے۔"

وہ اندر آئے.... جگدیش کے بیان کے مطابق لاش ابھی تک جوں کی توں پڑی ہوئی تھی۔

اس نے کہا۔ "ڈاکٹر نے ابھی دور ہی سے لاش کو دیکھا ہے۔ اس خیال سے میں نے کسی کو بھی ہاتھ نہیں لگانے دیا کہ آپ اُسے پسند نہیں کرتے۔"

حمید حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس طرح لاش کو گھور رہا تھا جیسے اُسے یقین نہ آرہا ہو۔

چھان بین

عشرت کی کار ہوا سے باتیں کرتی رہی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے کہاں جانا چاہئے۔ اسے رہ رہ کر اپنے باپ کا بھی خیال آتا جو اسے کئی بار فخری کے سلسلے میں سرزنش کر چکا تھا۔ کاش اس نے صبح اُسے اس اشتہار کے متعلق نہ بتایا ہوتا.... اب اس قتل کی خبر آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں آبزرور کا ضمیمہ بھی نکل آئے۔ اب وہ اشتہار کہانی بن جائے گا۔ ایک معمہ بن جائے گا جسے پولیس حل کرنے کی کوشش کرے گی۔ اوہ.... فخری نے کیا کیا؟ کیا اس نے آبزرور کے ایڈیٹر سے اس کا بھی تذکرہ کیا ہوگا کہ وہ اشتہار کس کے لئے تھا.... اگر ایسا ہوا.... اگر ایسا ہوا....

اُس کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر کانپنے لگے.... سارے جسم میں سنسنی سی محسوس ہو رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے تھوڑی ہی دیر بعد وہ بالکل مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔

اس نے سوچا کہ اب وہ اپنے اعصاب پر قابو پائے بغیر اسٹیئرنگ نہیں کر سکے گی۔ ایسی حالت میں کوئی حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ اسٹیئرنگ پر اس کی گرفت ڈھیلی ہوتی جارہی ہے۔

آرلکچو کے قریب پہنچ کر اُس نے کار کی رفتار کم کرتے ہوئے سوچا کہ وہ فی الحال کسی کیبن میں بیٹھ کر خود پر قابو پانے کی کوشش کرے گی۔

کار پھاٹک سے گذر کر کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ پھر عشرت اُسے اس طرف لے گئی جہاں کاریں پارک کی جاتی تھیں۔ بدقت تمام وہ ڈائننگ ہال تک پہنچی اور پھر ایک کیبن کا پردہ ہٹا کر اندر جا بیٹھی۔ اس کا پورا جسم کانپنے لگا تھا۔

خون....! خنجر.... لاش.... فخری کے سینے میں خنجر.... فخری.... اُس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا.... پھر اُسے وہ عورت یاد آئی جو فخری کی لاش سے لپٹی ہوئی تھی۔ وہ کون تھی؟ فخری نے کبھی کسی ایسی عورت کا تذکرہ نہیں کیا تھا، جو اس کی لاش سے لپٹ سکتی ہو! وہ خود اتنے قریبی تعلقات ہونے کے باوجود بھی کس طرح سر پر پیر رکھ کر وہاں سے بھاگی تھی۔ لیکن وہ عورت.... اوہ تو کیا.... اُسی وقت ایک ویٹر نے بھی کیبن کا پردہ ہٹایا۔

"کافی.... خوب گرم....!" عشرت بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

ویٹر چلا گیا.... اور وہ پھر خیالات میں کھو گئی۔ لیکن اب وہ دراصل اپنا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اگر ایسا نہ کرتی تو وہ اعصابی اختلال کی سی کیفیت ہر حال میں برقرار رہتی۔

کچھ دیر بعد ویٹر کافی لایا.... کافی گرم اور گاڑھی تھی.... عشرت دو پیالیاں پی گئی۔ اب وہ کسی حد تک سکون محسوس کر رہی تھی.... اس دوران میں بھی اس نے اپنے ذہن کو بھٹکنے نہیں دیا تھا۔ جب اُسے فخری کی لاش یاد آئی وہ کچھ اور سوچنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اٹھی اور کاؤنٹر ہی پر کافی کی قیمت ادا کر دی۔ بل کے انتظار میں وہیں بیٹھے رہنا اس وقت اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

اُس نے سوچا کہ اب اُسے گھر واپس جانا چاہئے اور یہ تو اس نے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ اپنے باپ پر حقیقت نہیں ظاہر ہونے دے گی۔ یعنی وہ اُسے بتائے گی کہ سر پر شدید درد ہو جانے کی وجہ سے وہ آج کہیں جا ہی نہیں سکی تھی۔ سارا دن اپنے کمرے ہی میں پڑی رہی تھی۔

وہ باہر آکر کار میں بیٹھی اور اُسے پھاٹک تک لائی۔ پھر سوچا کہ کیوں نہ ایک نامعلوم فرد کی حیثیت سے پولیس کو اس کی اطلاع دے دے کہ نادر منزل کے گیارہویں فلیٹ میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے یہ خیال اس بُری طرح ذہن پر مسلط ہوا کہ وہ کسی طرح بھی اُس سے پیچھا نہ چھڑا سکی اور آخر کار اُسے اپنی گاڑی ایک ٹیلی فون بوتھ کے قریب روکنی ہی پڑی۔ کوتوالی کے نمبر اُسے یاد تھے۔ اس بوتھ میں آکر کوتوالی کے نمبر ڈائیل کئے۔

"ہیلو....!" اس نے فون ریسیو کرنے والے سے کہا۔ "نادر منزل کے گیارہویں فلیٹ میں آبزرور کا سب ایڈیٹر فخری قتل کر دیا گیا ہے۔"

اور پھر فوراً ہی وہ ریسیور ہک میں لٹکا کر واپسی کے لئے مڑی.... لیکن پھر ٹھٹک گئی کیونکہ ایک آدمی دروازے پر راستہ روکے مسکرا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں گراموفون کی شکل کا ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا اس کی مسکراہٹ اور کھڑے ہونے کے انداز پر اُسے بڑا غصہ آیا اور اس نے غرا کر کہا۔ "ایک طرف ہٹ جائیے۔"

"لیجئے محترمہ....!" وہ نہایت ادب سے ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

"مگر میں آپ سے دو باتیں ضرور کروں گا۔ مجھے اجازت دیجئے۔"

وہ بوتھ سے نکلتی ہوئی غرائی۔ "کیا بات ہے۔"

"آپ نے جسے بھی کسی کے قتل کی اطلاع دی تھی اُسے اپنا نام اور پتہ نہیں بتایا۔"

"شٹ اپ.... بکواس نہ کرو۔" اُسے بہت غصہ آ گیا.... لیکن پھر اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے آسمان پر اڑتے اڑتے یک بیک زمین پر آپڑی ہو۔

"آپ کا غصہ حق بجانب ہے محترمہ....!" اس نے نہایت ادب سے کہا۔ "لیکن میں نے ابھی آپ کو کسی کی اطلاع دینے کا صحیح طریقہ بتایا تھا۔ آپ نے غالباً کوتوالی ہی فون کیا تھا۔"

عشرت اُسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی یہ ایک وجیہہ اور تندرست آدمی تھا۔ عمر تیس اور پینتیس کے درمیان ہی رہی ہوگی۔ صورت سے وہ ایک شرمیلا اور کم سخن آدمی معلوم ہوتا تھا اور اس وقت اس کی گفتگو کا انداز کچھ غیر فطری معلوم ہوتا تھا عشرت نے یہی محسوس کیا تھا جیسے وہ کوئی فلمی اداکار ہو اور اس سے چند جملے کسی مخصوص انداز میں ادا کرائے گئے ہوں۔

"میں پوچھتی ہوں تمہیں اس طرح گفتگو کرنے کی ہمت کیسے ہوئی۔" عشرت نے جی کڑا

کر کے کہا۔

"ہمت کی کہانی میں آپ کو پھر کبھی سناؤں گا۔ لیکن فی الحال میرا مشورہ یہ ہے کہ نادر منزل سے دور ہی رہیئے گا۔ کیونکہ آس پاس کے لوگوں نے آپ کے علاوہ اور کوئی عورت وہاں نہیں دیکھی۔ میرا مطلب ہے فخری کے فلیٹ میں۔"

"تمہیں ان باتوں سے کیا سروکار۔"

"میں بھی فخری کا ایک دوست ہوں اور آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے میں پہنچا تھا۔ لیکن اس کی لاش دیکھ کر میں نے اندر قدم رکھنے کی ہمت نہیں کی تھی۔"

"پھر اب تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو....!"

"میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ سے ایک بہت بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ مجھ سے بھی ہوئی تھی لیکن میں نے اس کا ازالہ کر دیا تھا۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"آپ بہت زیادہ الجھنوں میں پڑ جائیں گی۔ مگر میں یہاں اس جگہ اس قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ یہ باتیں اطمینان کی ہیں۔ مجھے آپ کا پتہ معلوم ہے، گھر پر آپ سے مل لوں گا۔"

"نہیں ٹھہرو....!" عشرت کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں گھر پر کسی سے بھی نہیں ملتی!"

"ٹھیک ہے!" اس نے سر ہلا کر کہا۔ "آپ کے ڈیڈی خفا ہوتے ہوں گے۔"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں گھر پر بہت کم رہتی ہوں اس لئے میرے ملنے والے گھر کا رخ شاذونادر ہی کرتے ہیں۔"

"خیر.... مجھے جو کچھ بھی کہنا ہے! یہیں کہہ دوں گا۔"

"کچھ کہو بھی تو، مجھے خواہ مخواہ الجھن میں نہ ڈالو۔" عشرت پھر جھنجھلا گئی۔

"آپ سے ایک زبردست غلطی ہوئی تھی، لیکن میں نے فوراً ہی اس کی اصلاح کر دی تھی، مجھ سے بھی وہی غلطی ہوئی تھی۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"آپ نے دروازہ کھولا تھا لیکن لاش پر نظر پڑتے ہی آپ نے اندر جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا.... اور پھر بڑی بدحواسی کے عالم میں وہاں سے بھاگی تھیں! اگر میں وہاں موجود نہ ہوتا تو آپ

جانتی ہیں کیا ہوتا....!"

""کیا ہوتا!"

"پولیس دروازے کے ہینڈل پر آپ کی انگلیوں کے نشانات ضرور پاجاتی۔"

"اوہ.... تو تم نے کیا کیا!"

"میں نے آپ کے جاتے ہی ہینڈل کو رومال سے صاف کر دیا تھا۔"

"اوہ.... مم.... مگر کیوں....!"

"مجھے علم ہے کہ آپ فخری کی ہمدرد تھیں۔ آپ نے اکثر اس کی مدد کی ہے.... وہ آپ کا احسان مند تھا۔"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں تھی۔"

"عالی ظرف لوگ کبھی احسان نہیں جتاتے بلکہ زبان پر بھی نہیں لاتے۔ میں دراصل یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ آپ نے اس وقت فون کر کے بھی غلطی کی ہے آخر ضرورت ہی کیا تھی! اگر فون کیا ہی تھا تو اپنا نام اور پتہ بھی بتا دیا ہوتا.... میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ کوتوالی کے فون سے ٹیپ ریکارڈر بھی اٹیچ ہے آپ کی آواز اس وقت یقینی طور پر ریکارڈ ہو گئی ہو گی۔"

"نہیں....!" عشرت کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ہاں! محترمہ میں غلط نہیں کہہ رہا۔ آپ کسی سے بھی معلوم کر سکتی ہیں۔"

"پھر.... کیا ہو گا....!" عشرت نے غیر ارادی طور پر کہا۔

"کچھ بھی نہیں۔ اس کے لئے آپ کو متفکر نہ ہونا چاہئے۔ میں انتہائی کوشش کروں گا کہ پولیس کسی سلسلے میں بھی کوئی آپ کا نام نہ لے سکے۔ مگر آپ بھی محتاط رہئے۔ ایسی کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت نہ ہو۔ جیسی اس وقت آپ سے سرزد ہو چکی ہے۔"

"تم کیا یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اُسے قتل کیا تھا۔"

"ارے.... چچ.... چچ.... یہ آپ کیا فرما رہی ہیں.... میرے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی....! مگر محترمہ یہ بھی کیا کم ہے کہ آپ نے پولیس کو اس کی اطلاع ہونے سے پہلے ہی لاش دیکھی تھی۔ خدا نہ کرے کہ کبھی کسی کو پولیس کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے.... میں نے نہ جانے کتنے بے گناہ آدمیوں کو پھانسی کے تختے پر دیکھا ہے! پولیس والوں کو اگر اصل مجرم نہیں ملتا

تو وہ اپنی کارکردگی کا ریکارڈ بے گناہوں کے خون سے مرتب کرتے ہیں! اچھا بس اب آپ جائیے! لیکن خدارا اس کا تذکرہ اپنے باپ سے بھی نہ کیجئے گا کہ نادر منزل میں آپ نے فخری کی لاش دیکھی تھی۔"

عشرت حیرت سے منہ کھولے اُسے دیکھتی رہی اور وہ سڑک پار کر کے ایک گلی میں داخل ہو گیا۔



فریدی کھڑکی کے قریب رک گیا۔ اُس کی نظریں عقبی پارک کے ہرے بھرے درختوں میں بھٹک رہی تھیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہ نیلم کی طرف مڑا، جو قریب ہی ایک کرسی کے ہتھے سے ٹکی ہوئی تھی، اُسے اور حمید کو فریدی ہی نے تجربہ گاہ میں طلب کیا تھا.... نیلم اس کی غرض و غائت معلوم کرنے کے لئے بے چین تھی اور حمید بور ہو رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو کسی کھڑکی سے عقبی پارک میں چھلانگ ہی لگا دیتا۔

"نیلم....! ایک معمہ ہے۔" فریدی نے کہا۔

"صحیح حل کس تاریخ کو شائع ہو گا؟" حمید بول پڑا.... لیکن فریدی اُسکی طرف دھیان دیئے بغیر بولا۔ "میں دراصل یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اب تک تم میں کتنی سوجھ بوجھ پیدا ہوئی ہے۔"

"کوئی کلیو ہے انکل....!" نیلم نے پوچھا۔

"ہاں.... فخری کے قتل سے متعلق۔"

"آہا.... کیا اس سلسلے میں کوئی کلیو بھی تھا۔" حمید نے چونک کر پوچھا۔

"یقیناً تھا.... لیکن تم اپنی آنکھیں کھلی کب رکھتے ہو۔"

"ہو سکتا ہے رہا ہو۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

فریدی پھر نیلم کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اس کی لاش کے قریب ہی خنجر پڑا ہوا تھا۔ وہ اُسی خنجر سے قتل کیا گیا تھا.... پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق زخم اتنا گہرا تھا کہ اس کے لئے قاتل نے خنجر کو دستے تک پیوست کیا ہو گا.... خنجر کا پھل آٹھ انچ لمبا تھا۔ بس زخم کی گہرائی بھی اتنی ہی سمجھ لو.... لیکن سوال یہ ہے کہ آخر اس حماقت سے قاتل کا کیا مقصد تھا کہ وہ خنجر مقتول کے سینے سے کھینچ کر وہیں ڈال دیا

جائے.... میں کہتا ہوں اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ایسے مواقع پر اگر خنجر نکالا بھی جاتا ہے تو اس مقصد سے کہ قاتل اسے لاش کے ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا۔"

"اگر وہ ایسا کرنا بھی چاہے تو آپ اس کا کیا بگاڑ لیں گے؟" حمید بول پڑا۔

فریدی بدستور نیلم کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "تمہیں تو صرف اس لئے بلوایا تھا میں نے کہ تم نیلم کا جواب سن سکو، جو تم سے زیادہ ذہین ہے!"

"انکل کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ خود مقتول ہی نے مرنے سے پہلے اپنے سینے سے وہ خنجر کھینچ لیا ہو۔!" نیلم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"گڈ....!" فریدی مسکرایا۔ "مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی! یہ قرین قیاس ہے۔ لیکن خنجر کے دستے پر مقتول کی انگلیوں کے نشانات نہیں ملے۔!"

"نشانات تو ہیں.... لیکن مقتول کی انگلیوں کے نہیں۔"

"تب تو پھر قاتل ہی....!"

"لیکن پھر وہی سوال آپڑتا ہے کہ اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔"

کچھ دیر کے لئے وہ خاموش ہو گئے۔

حمید پائپ کا دھواں منتشر کرتا رہا۔ ویسے وہ اس وقت صرف شام کی تفریحات کے متعلق سوچ رہا تھا اور اس فکر میں تھا کہ خود فریدی ہی کان پکڑ کر اُسے تجربہ گاہ سے باہر نکال دے۔

"میں نہیں سمجھ سکتی انکل۔" نیلم نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "حقیقتاً یہ خبر بہت اہم ہے، خنجر لاش کے سینے سے اسی صورت میں نکالا جاسکتا ہے جب قاتل اُسے ساتھ لے جانے کا خیال رکھتا ہو! ورنہ اس طرح خنجر نکال کر وہیں ڈال دینا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ارے تو ضرورت ہی کیا ہے کہ سمجھ میں آئے۔ سمجھنے سمجھانے کے لئے یہی کیا کم ہے کہ تمہاری ناک چہرے کی بجائے کھوپڑی پر کیوں نہیں چپکائی گئی۔" حمید نے کہا۔

"کیا سرے سے نشانات تھے ہی نہیں۔"

"یہ باتیں تمہاری سمجھ سے بہت اونچی ہیں بابا....!" نیلم نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "تم خواہ مخواہ اپنا ذہن نہ الجھاؤ۔ جاؤ یہاں سے تمہارے بکرے کو بھی کسی اچھے ساتھی کی تلاش ہو گی۔"

"میں تمہارے دونوں کان اکھاڑ دوں گا اگر اب تم نے مجھے بابا کہہ کر مخاطب کیا۔"

"وقت نہ برباد کرو۔" فریدی نے نیلم سے کہا۔

"مجھے کیوں بلایا تھا آپ نے۔" حمید نے نتھنے پھلا کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس لئے بلایا تھا کہ تم ہماری گفتگو سے فائدہ اٹھا سکو۔" فریدی نے کہا۔ شاید وہ بھی حمید کو شرمندہ کرنے پر تل گیا تھا۔

"آپ اس مینڈکی کو مجھ پر ترجیح دیتے ہیں۔" حمید کھڑا ہو کر غرایا۔

"تم سے زیادہ ذہین ہے۔"

"میں آپ دونوں کی گفتگو سے فائدہ اٹھانے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا۔" حمید نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"تب پھر تمہاری موجودگی بھی غیر ضروری ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"شکریہ....!" حمید نے کہا اور پیر پٹختا ہوا باہر نکل آیا.... لیکن اب اُس کے چہرے پر ایسی بشاشت نظر آرہی تھی جیسے کسی کٹہرے سے نکل کر بھاگا ہو۔

نیلم کی اس ذہانت پر اُسے بھی بے حد فخر تھا، جو اُسے اکثر خشک اور اکتا دینے والی بحثوں سے بچا لیا کرتی تھی۔ فریدی پر تو وہ یہی ظاہر کرتا تھا کہ نیلم کو اس پر ترجیح دیا جانا اُسے قطعی پسند نہیں ہے لیکن وہ دل ہی دل میں اپنی اس حکمت عملی پر بے حد خوش ہوتا۔ کیونکہ اپنی دانست میں وہ اس طرح فریدی جیسے زیرک آدمی کو جل دیا کرتا تھا۔

اب وہ آزاد تھا بالکنی میں کھڑے ہو کر اس نے دو تین گہری سانسیں لیں اور پھر نیچے آنے کے لئے زینے طے کرنے لگا.... وہ فریدی اور اس کی بحثوں سے چھٹکارا تو پا گیا تھا لیکن خود اس کا ذہن بھی فخری والے معاملے میں الجھا ہوا تھا۔

نیچے آکر اس نے لباس تبدیل کیا.... وہ دراصل فخری کے حلقہ احباب میں تھوڑی پوچھ گچھ کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس کے پڑوسیوں نے کسی ایسی یوریشین لڑکی کا تذکرہ کیا تھا جو اکثر اس کے فلیٹ میں آتی رہتی تھی۔ اس ایک لڑکی کے علاوہ انہوں نے کسی دوسری عورت کا تذکرہ نہیں کیا تھا.... لیکن حمید کی معلومات کے مطابق فخری اپنے گرد لڑکیوں کی بھیڑ دیکھنے کا شائق نہیں تھا۔

ہائی سرکل نائٹ کلب میں اس کے کئی دوستوں سے ملنے کی توقع تھی۔ اس لئے اس نے وہیں جانا مناسب سمجھا۔

گیراج سے اپنی وین نکال کر وہ ہائی سرکل کے لئے روانہ ہو گیا۔ موسم آج بھی خوشگوار ہی تھا اور آسمان میں بادل بھی منڈلا رہے تھے۔ لیکن بارش کے آثار آج بھی نہیں تھے۔

ہائی سرکل پہنچ کر اُس نے براہِ راست فخری کے دوستوں سے پوچھ گچھ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے لئے ہائی سرکل کا منیجر ہی کافی ہو گا۔ کیونکہ وہ تو ایسے آدمیوں پر خاص طور سے نظر رکھتا تھا، جن میں لڑکیاں دلچسپی لیتی تھیں.... منیجر اُسے اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ حمید سے اس کی روح فنا ہوتی تھی اور اس کی شکل دیکھتے ہی اُسے اپنے اگلے پچھلے سارے گناہ یاد آ جاتے تھے.... لیکن وہ اس کا استقبال تو ہمیشہ ہی لہک کر کرتا تھا۔

"آہا.... کپتان صاحب! آیئے.... آیئے جناب!" وہ کھڑا ہو کر قدرے جھکتا ہوا بولا۔ "آپ کی بے مروتی تو ضرب المثل بن سکتی ہے۔ اللہ اللہ ایک ہی شہر میں رہنا سہنا ہو اور اتنے اتنے دنوں بعد درشن ہوں.... ظلم ہے جناب سراسر ظلم....!"

"بیٹھ جاؤ....!" حمید نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یعنی کہ....!" وہ مشینی طور پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "یعنی کہ.... آپ خفا ہو کر آئے ہیں۔"

"نہیں میں تمہیں دو چار رزمیہ اشعار سناؤں گا۔" حمید غرایا۔

"اوہ.... ہی ہی ہی۔" وہ شانے سکوڑ کر ہنسا۔ "آپ تو ڈرا دیتے ہیں جناب.... کیا موقع کا شعر یاد آیا ہے۔"

"نہیں....!" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں سناؤں گا.... سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"آپ کی مرضی....!" منیجر صاحب کا منہ لٹک گیا۔

"فخری کے قتل کی خبر تم نے سنی ہی ہو گی۔"

"اوہ.... جی ہاں....!" منیجر کی آواز یک بیک دھیمی پڑ گئی اور وہ غم ناک لہجے میں بولا۔ "جوان مرگ اسی کو کہتے ہیں.... اُف فوہ۔ کیا شاندار آدمی تھا.... کتنا شاندار.... بقول مرزا غالب....!"

"نہیں شعر نہیں۔" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ "غالب کیا.... اس وقت میر و سودا کو بھی زبان کھولنے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"اوہ.... تو کیا آپ اس قتل کے سلسلے میں مجھ سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کریں گے؟"

"یقیناً.... کیونکہ پچھلے ہی ہفتے تم اس سے کسی یوریشین لڑکی کے لئے لڑ گئے تھے۔"

"ارے.... جھوٹ.... بالکل جھوٹ.... یہ آپ کیا فرما رہے ہیں جناب....!" منیجر اپنے سینے پر دو ہتھڑ مارتا ہوا بولا۔ "خدا سے ڈریئے.... جناب! کیوں.... اتہام...."

"کچھ یوریشین لڑکی ہی پر منحصر نہیں ہر لڑکی کے معاملے میں خدا سے ڈرنا چاہئے.... مگر تم اس لڑکی کیلئے فخری سے لڑ گئے تھے۔"

"دیکھئے اسے آپ ثابت نہیں کر سکیں گے! ادھر سب جانتے ہیں کہ فخری یہاں لڑکیوں کے لئے نہیں بلکہ صرف اس شراب کے لئے آتا تھا جو ہائی سرکل کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتی۔"

دفعتاً ایک وجیہہ اور اچھا جسم رکھنے والا آدمی کمرے میں داخل ہوا اور منیجر نے اس طرح اپنے ہونٹ سختی سے بند کر لئے جیسے اس کی موجودگی میں زبان ہلانے سے بھی ڈرتا ہو۔

حمید نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ اور پھر منیجر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن اب منیجر بالکل خاموش تھا۔

غرارہ سوٹ

نیلم سیاہ پتلون اور سفید شارک اسکن کی جیکٹ میں تھی.... روانگی سے پہلے وہ ایک بار پھر فریدی کے پاس گئی، جو تجربہ گاہ سے اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

"اوہ.... تم ابھی یہیں ہو۔"

"جی بس جا رہی ہوں۔" نیلم نے کہا۔ "ویسے میں ایک بات سوچ رہی ہوں کہ فخری کا قتل اس کے فلیٹ میں ہوا تھا۔ یقیناً یہ کسی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہوا ہو گا۔ لہٰذا خنجر پر انگلیوں کے نشانات کا پایا جانا بھی الجھن کا باعث بن سکتا ہے.... کیونکہ آج کل ایک بڑا سے بڑا جرائم پیشہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ انگلیوں کے نشانات پھانسی کے تختے تک پہنچانے کے لئے خط تقدیر کا درجہ رکھتے ہیں اور پھر سوچی سمجھی اسکیموں کے تحت کئے جانے والے قتل تو بڑی احتیاط سے کئے جاتے ہیں! پھر کیوں نہ میں یقین کے ساتھ کہہ دوں کہ خنجر پر پائے جانے والے نشانات قاتل کی انگلیوں کے نہیں ہو سکتے....!"

"تم بہت اچھی جا رہی ہو۔" فریدی مسکرایا۔ "لیکن یہ نکتہ حمید کے ذہن میں بھی ہوگا۔ میں دراصل اسے کام پر اکسانے کیلئے تاؤ دلاتا رہتا ہوں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس نے کام شروع کر دیا ہوگا۔"

"تو میں انہیں ناکارہ یا بیوقوف کب سمجھتی ہوں انکل، آپ یہ کبھی نہ سوچئے گا کہ میں خود کو اُن سے زیادہ ذہین سمجھتی ہوں.... میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ وہ آپ ہی کی طرح سنجیدہ ہو جائیں۔"

"تمہاری یہ خواہش مناسب نہیں ہے اگر حمید سنجیدہ ہو گیا تو اس کی ذہانت کسی ویرانے کی دلدل بن جائے گی۔ وہ ایک قدم بھی نہ چل سکے گا۔"

"پھر آپ انہیں غیر سنجیدگی پر سرزنش کیوں کرتے رہتے ہیں۔"

"اوہ ختم کرو....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں یہ کہہ رہا تھا کہ وہ جہاں بھی ہوگا بیکار نہ ہوگا.... ٹھہرو! میرا خیال ہے کہ وہ سیدھا ہائی سرکل نائٹ کلب پہنچا ہوگا.... کیونکہ فخری وہاں زیادہ بیٹھتا تھا۔"

"اور وہیں مجھے بھی جانا ہے.... مگر کہیں ہم میں جھگڑا نہ ہو جائے۔"

"نہیں! گھر سے باہر یہ ناممکن ہے۔" فریدی مسکرایا۔

"انکل سب سے زیادہ اُلجھن کا باعث وہ اشتہار ہوا ہے، جو فخری نے شائع کرایا تھا! کیا وہ محض مذاق تھا یا اس میں حقیقت بھی تھی!"

"حقیقت یا مذاق کی فکر میں نہ پڑو.... تمہیں صرف اس سے دلچسپی ہونی چاہئے کہ وہ کس کے لئے شائع کرایا گیا تھا۔"

"اس سلسلے میں آبزرور کے چیف ایڈیٹر نے اپنا ذاتی خیال بھی نہیں ظاہر کیا!" نیلم نے پوچھا۔

"نہیں وہ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ اس اشتہار کا مقصد کیا تھا یا فخری نے اُس اشتہار میں کسے مخاطب کیا تھا! یہ بات بھی نوٹ کرو کہ اگر حقیقتاً اُسے خدشہ تھا کہ وہ یکم اپریل کو قتل کر دیا جائے گا تو وہ اس دن شراب کو ہاتھ بھی نہ لگاتا.... لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ اس کے معدے میں شراب کی کافی مقدار ظاہر کرتی ہے۔"

"تب پھر وہ اشتہار یکم اپریل کا مذاق ہی رہا ہوگا۔"

"اس کے بارے میں بھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا.... کیونکہ اشتہار میں نہ تو مخاطب کا

نام تھا اور نہ خطاب کرنے والے کا نام! اگر آبزرور کا ایڈیٹر فخری کا نام نہ لیتا تو ہمیں یہ بھی نہ معلوم ہو سکتا۔"

"اوہ.... تم یہ سب مجھ پر چھوڑ دو۔ فی الحال اُس یوریشین لڑکی کا پتہ لگانے کی کوشش کرو۔"

"میں جا رہی ہوں!" نیلم نے کہا۔ "مگر آپ کے بیان کے مطابق بابا بھی وہیں ہوں گے۔"

"بھئی.... میرا خیال تھا۔ ہو سکتا ہے وہ کہیں اور ہو!.... ٹھہرو.... فون پر ہائی سرکل کے منیجر سے معلوم کر لو....!"

نیلم نے ہائی سرکل کے نمبر ڈائیل کر کے حمید کے متعلق استفسار کیا اور پھر ریسیور رکھ کر فریدی سے بولی۔ "وہ منیجر کے کمرے ہی میں موجود ہیں۔"

فریدی کچھ سوچنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "تم وہیں جاؤ! لیکن منیجر کے کمرے میں مت جانا۔ فخری کے کئی دوست بھی ہائی سرکل کے مستقل ممبر ہیں۔ تم کسی ویٹر ہی سے اُن کے متعلق معلومات بہم پہنچا سکو گی۔ کیونکہ فخری وہاں کافی مشہور تھا۔"

نیلم ہائی سرکل نائٹ کلب کی طرف روانہ ہو گئی۔

فخری کا کیس پیچیدہ تھا.... اور نیلم کی دانست میں پیچیدگی اُس اشتہار نے پیدا کی تھی! آخر اس نے کسے مخاطب کیا تھا۔

وہ سوچتی رہی۔ لنکن آج وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی....! فریدی نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ ہائی سرکل کے منیجر سے ملنے کی بجائے ہال میں فخری کے دوستوں سے ملے.... مگر برآمدے میں پہنچ کر منیجر کے کمرے کے سامنے سے گذرتے وقت اُس نے ارادہ تبدیل کر دیا! کیونکہ اس نے حمید کی آواز سن لی تھی۔ اور وہ اپنے ہی الفاظ میں غالباً اُس وقت چہک رہا تھا۔

نیلم نے بڑی بے تکلفی سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ منیجر اور حمید کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں تھا۔ نیلم کی آہٹ پر حمید مڑا اور منیجر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"فرمائیے.... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" اس نے اس انداز میں کہا جیسے وہ آواز کسی گراموفون ریکارڈ سے نکلی ہو۔

"اوہ....!" حمید اُس کے شانے پر زور ڈال کر اُسے دوبارہ بٹھاتا ہوا بولا۔ "میری بات کا

جواب دے دو۔ اس سے پہلے تم کسی کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے۔"

"آپ حد سے بڑھ رہے ہیں جناب۔" اس نے جھلاہٹ میں حمید کا ہاتھ اپنے شانے سے جھٹک دیا۔ اس کی وجہ غالباً نیلم کی موجودگی تھی۔

"فی الحال آپ انہیں کی خدمت کیجئے....!" نیلم نے مسکرا کر کہا۔ لیکن حمید نے اس کی طرف توجہ تک نہ دی۔

منیجر کو بہت شدت سے غصہ آگیا تھا اور وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"اومم .... میں .... ابھی .... آپ کے .... آئی جی سے شکائت کروں گا .... ابھی اسی وقت....!" اس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"مگر شکایت سے پہلے انہیں موقع کا کوئی شعر سنانا مت بھولنا....!" حمید نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا۔

اس کے رویئے پر منیجر کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ پھر اُس نے وہی ہاتھ میز پر رسید کرتے ہوئے اچھل کر کہا۔ "آخر دوسروں کی بے عزتی کرنے میں آپ کو کیا لطف آتا ہے۔"

"میں انہیں بھی مایوس کرنے کا عادی نہیں ہوں جو اپنی بے عزتی ہی کرانا پسند کرتے ہیں۔"

"کوئی بات بھی ہو! آخر آپ کیوں میری جان کو آگئے ہیں۔" وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

"تم مجھے اسُ یوریشین لڑکی کے متعلق کچھ بتانے جا رہے تھے۔"

"میں کسی ایسی یوریشین لڑکی کو نہیں جانتا جس کے سلسلے میں آپ مجھ پر ہی سے جھگڑے کا اہتمام رکھ رہے ہیں۔"

"تم اُس کے متعلق کچھ بتانے جا رہے تھے! مگر اُس آدمی کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تھے جس نے تم سے کسی مسٹر ہارپر کے متعلق پوچھا۔"

"نہیں جناب میں جانتا ہی نہیں! آپ کو کس طرح یقین دلاؤں....!"

"اچھا وہ آدمی کون تھا۔"

"میں اُسے بھی نہیں جانتا! میرے لئے ایک نیا چہرہ تھا۔"

"تم بکواس کرتے ہو! میرا دعویٰ ہے کہ اسی کو دیکھ کر تم نے زبان بند کر لی تھی۔"

"آپ مجھے زندہ رہنے دیں گے یا نہیں....!" وہ پھر جھلا گیا۔

"ہرگز نہیں.... اگر تم نے اس آدمی کے متعلق نہ بتایا۔"

"اچھی بات ہے، آپ مجھے پھانسی پر چڑھا دیجئے۔ میں تو اس آدمی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"خیر....!" حمید نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی! اور پھر اُس نے نیلم کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

برآمدے میں آکر نیلم نے پوچھا۔ "کیا قصہ ہے بابا!"

"اوہ.... بابا کی بچی.... اگر تم نے اب مجھے بابا کہا تو تمہیں علی الاعلان خالا کہنا شروع کر دوں گا۔"

"میں قطعی بُرا نہیں مانوں گی.... لیکن وہ کس آدمی کو دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا۔"

"اگر میں یہی جانتا ہوتا تو اُس سے پوچھتا کیوں....! مگر نہیں تم اِس قسم کے سوالات ضرور کرو گی کیونکہ کرنل ہارڈ اسٹون کے بیان کے مطابق تم بہت ذہین ہو۔"

"تم سے زیادہ ذہین نہیں ہوں بابا....!"

"اونہہ.... ختم کرو! مگر تم میرے پیچھے کیوں لگ گئی ہو۔"

"غلط فہمی میں پڑنے سے فائدہ....!" نیلم مسکرائی۔ "ایسی فضول باتیں نہ سوچا کرو بابا! بھلا میں تمہارے پیچھے کیوں لگنے لگی میں تو بالکل الگ رہ کر کچھ کرنا چاہتی ہوں۔"

"صبر کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکو گی۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"لیکن میں کیوں نہ تمہیں آگاہ کر دوں کہ میرا تعاقب کر کے خسارے ہی میں رہو گی۔"

"خواہ مخواہ.... تمہیں فرنجک ہو رہی ہے۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہارے پیچھے لگوں گی.... اپنا کام کرو۔"

اچانک نیلم نے اسے ایک جانب جھپٹتے دیکھا۔ پھر وہ برآمدے سے کمپاؤنڈ میں اتر گیا۔ شاید وہ ایک آدمی کے پیچھے جھپٹا تھا۔

وہ دونوں ہی اُسی سمت چلے گئے، جہاں کاریں پارک کی جاتی تھیں۔ نیلم جہاں تھی وہیں کھڑی رہی اب اس نے سوچا کہ حمید کا تعاقب فضول ہی ہوگا۔ اُسے تو چاہئے کہ وہ منیجر سے کچھ اگلوانے کی کوشش کرے۔ کچھ دیر پہلے اس نے منیجر کے رویئے پر یہی محسوس کیا تھا کہ وہ حقیقتاً

کچھ جانتا ہے! مگر پھر وہ آدمی کون تھا جس کی آمد نے اس کی زبان ہی روک دی تھی۔ وہ منیجر کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔



عشرت نے کھڑکی سے باہر سر نکال کر دیکھا۔ عقبی پارک پر تاریکی مسلط تھی۔ بجلی کے پنکھے کی گھن گھن اسے گراں گزر رہی تھی اس لئے اُس نے عقبی پارک کی جانب والی کھڑکی کھول کر پنکھا بند کر دیا تھا۔ یہ عشرت کی خواب گاہ کی کھڑکی تھی اور خواب گاہ بالائی منزل پر تھی۔ اس کھڑکی میں سلاخیں نہیں تھیں....

ہوا کے ہلکے مگر خوشگوار جھونکے کمرے سے گذرنے لگے....! عشرت بہت پریشان تھی.... یہ کوئی معمولی الجھن نہیں تھی اور پھر اُس نامعلوم آدمی نے تو ان الجھنوں میں مزید اضافہ کر دیا تھا.... پتہ نہیں وہ اُس کا ہمدرد تھا یا دشمن۔ اس نے سوچا تھا کہ پولیس کو اس کی اطلاع دے کر وہ اشتہار فخری نے اسی کے لئے شائع کرایا تھا اور اس نے نہ صرف فخری کی لاش دیکھی تھی بلکہ اُس کی لاش سے لپٹی ہوئی ایک عورت بھی اُسے نظر آئی تھی....! اور وہ یہ بھی بتانا چاہتی تھی کہ اسی نے کوتوالی فون کر کے فخری کے قتل کی اطلاع دی تھی.... لیکن پھر پو[illegible]س.... اُسے پریشان کر کے رکھ دے گی اُسے اس کا بھی علم تھا کہ پولیس سب سے پہلے اُسی پر شبہ کرتی ہے، جو کسی قتل کی اطلاع دے! پھر کیا وہ ڈیڈی سے اس کا تذکرہ کرے۔

فخری کے قتل کو آج دو دن ہو چکے تھے لیکن اس نے ابھی تک تیمور کو کچھ نہیں بتایا تھا....

تیمور نے بھی اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا تھا! عشرت کے خیال کے مطابق اُسے شاید اس قتل کا علم ہی نہ ہو سکا۔ کیونکہ فخری کے قتل کے سلسلے میں اخبارات نے سنسنی خیز قسم کی سرخیاں نہیں جمائی تھیں اور نہ خبر میں اس اشتہار ہی کا تذکرہ تھا جو آبزرور میں فخری کی طرف سے یکم اپریل کو شائع کرایا گیا تھا۔

عشرت اپنے باپ کے طنزیہ طرز کلام سے بہت گھبراتی تھی۔ اُس نے سوچا کہ اگر اُس نے اس سے اس کا تذکرہ کر دیا تو وہ اپنی جلی کٹی باتوں سے اس کا سینہ چھلنی کر دے گا! وہ ایک لاپرواہ باپ تھا اسے اس کی فکر نہیں ہوتی تھی کہ وہ کیا کرتی ہے کہاں رہتی ہے۔ کتنا صرف کرتی ہے۔ گھر سے باہر کتنا وقت گذارتی ہے۔ وہ اُسے کسی بات پر شاذ و نادر ہی ٹوکتا تھا۔ البتہ اُس وقت اُسے

جلی کٹی باتیں ضرور سننی پڑتی تھیں جب وہ اُس کے سامنے کسی معاملے میں اپنی کسی دشواری کا تذکرہ چھیڑ دیتی تھی۔

اُس کا یہ رویہ صرف عشرت ہی کے لئے نہیں تھا بلکہ ہر ایک کی دشواریوں کی داستان پر وہ جلے کٹے ریمارکس پاس کرنے کا عادی تھا۔

ویسے عام حالات میں وہ ایک خوش مزاج آدمی ہی ثابت ہوتا تھا.... مگر وہ اپنے چہرے کی بناوٹ کو کیا کرتا، جو پہلی ہی نظر میں دوسروں پر اپنا رعب طاری کر دیتی تھی۔

صرف وہی لوگ اُس سے پوری طرح گفتگو کر لینے میں کامیاب ہوتے تھے جن کا روز کا ساتھ تھا.... ورنہ اجنبی تو اُس کے چہرے کی طرف نظر اٹھاتے ہوئے بھی ہچکچاتے تھے۔

عشرت سوچتی رہی اور الجھنوں میں اضافہ ہوتا رہا.... اُسے اِس پر سب سے زیادہ حیرت تھی کہ فخری کے قتل کے سلسلے میں اس اشتہار کا تذکرہ کیوں نہیں آیا.... اُس نے اس کے متعلق آبزرور کے ایڈیٹر کو تو کچھ نہ کچھ ضرور ہی بتایا ہوگا.... پھر اس قتل کے سلسلے میں اس اشتہار کا حوالہ کسی اخبار نے کیوں نہیں دیا.... یہ چیز اس کے لئے بڑی سنسنی خیز ثابت ہوئی.... تو پھر کیا؟ پولیس کسی قسم کا جال بچھانے کی فکر میں تھی۔

عشرت کھڑکی سے ہٹ کر مسہری پر آ گری۔ اُس نے ابھی تک شب خوابی کا لباس نہیں پہنا تھا! ویسے وہ ذہنی طور پر اتنی تھک گئی تھی کہ سو جانا چاہتی تھی.... مگر کیا وہ الجھنیں اُسے سونے دیں گی؟ پھر وہ کیا کرے.... کیا وہ خواب آور ٹکیاں منگوائے، جو اکثر ڈیڈی کے استعمال میں رہتی ہیں.... اُس نے سوچا آج یہی کرنا چاہئے۔"

ملازمہ کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی کے بٹن کی طرف ہاتھ بڑھا ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ....!" عشرت نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

ملازمہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں چاندی کی ایک چھوٹی سی کشتی تھی، جس میں کسی کا وزیٹنگ کارڈ پڑا ہوا تھا۔

عشرت نے کارڈ اٹھایا اُس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں اور وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ "ڈاکٹر واصف یہ کون ہے؟" پھر اس نے ملازمہ سے پوچھا۔ "یہ کیا چاہتا ہے۔"

"آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"کیوں....؟" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یہ....انہوں نے نہیں بتایا....!"

"اچھا بٹھاؤ....!" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

ملازمہ چلی گئی۔ وہ ذہن پر زور ڈالتی رہی لیکن اپنے ملاقاتیوں میں کسی ڈاکٹر واصف کا وجود اُسے یاد نہ آیا.... پھر وہ اٹھی، آئینے کے سامنے پریشان بال درست کئے! چہرے پر ہلکا سا پف کیا اور لپ اسٹک سے ہونٹوں کی سرخی ہموار کرنے لگی۔

کچھ دیر بعد وہ اسٹڈی میں داخل ہو رہی تھی.... وہاں ایک ایسے آدمی نے اسے شام کا سلام کیا جو اس کے لئے بالکل اجنبی تھا.... اُس کی ڈاڑھی بھوری تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی! جسم پر بہترین تراش کا ایوننگ سوٹ موجود تھا۔

"میں شائد آپ کے لئے اجنبی ہوں محترمہ....!" اس نے مسکرا کر کہا۔

"تشریف رکھئے....جی ہاں! میرا خیال بھی یہی ہے....!" عشرت نے خوش اخلاقی سے کہا اور مسکراتی ہوئی خود بھی بیٹھ گئی۔

"لیکن میں آپ کے لئے اجنبی نہیں ہوں۔" وہ بدستور مسکراتا رہا۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"اپنے اس خادم کو یاد کیجئے جو آپ کو ٹیلی فون بوتھ کے قریب ملا تھا۔"

"اوہ....!" عشرت یک بیک چونک پڑی.... پھر آہستہ سے بولی۔ "مگر آپ۔"

"ہاں....!" وہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "میں کسی زمانے میں اسٹیج کا ایکٹر بھی رہ چکا ہوں اس لئے میک اپ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

"مگر کیوں؟ آپ آخر اس طرح میرے پاس کیوں آئے ہیں۔"

"میں کسی ایسی لڑکی سے اپنی اصل شکل میں تو نہیں مل سکتا جس کی تلاش پولیس کو ہو۔"

"اوہ....ذرا آہستہ بولئے....!" عشرت خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ کر بولی۔

"معاف کیجئے گا مجھے خیال نہیں رہا تھا۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔ "اَب میں اس کا حوالہ نہیں دوں گا لیکن کیا آپ کسی ایسی جگہ نہیں چل سکتیں جہاں ہماری گفتگو کے سن لئے جانے کا امکان نہ ہو۔"

"مگر کیوں....؟"

وہ چند لمحے خاموش رہ کر ناخوشگوار لہجے میں بولا۔ "شاید آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں کبھی آپ سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ طلب کروں گا! اوہ آپ کا قصور نہیں ہے۔ یہ دنیا آج کل اسی ڈگر پر چل نکلی ہے۔ اگر آپ خواہ مخواہ کسی سے ہمدردی کریں تو وہ سب سے پہلے یہی سوچے گا کہ آخر اس سے اس کی کون سی غرض وابستہ ہو سکتی ہے....!"

"اوہ.... دیکھئے! غلط نہ سمجھئے!" عشرت جلدی سے بولی۔

"مجھے کہنے دیجئے محترمہ! میں دراصل اسی قابل ہوں کہ لوگ میرے متعلق بُرے خیالات رکھیں۔ آخر میں اس خبط میں کیوں مبتلا ہوں کہ دوسروں کے کام آؤں۔"

"دیکھئے آپ غلط سمجھے ہیں! میں بڑی الجھنوں میں مبتلا ہوں! آپ خود سوچئے.... آج دو دن ہو چکے ہیں۔ میں نے اس کی لاش دیکھی تھی۔ میرا فرض تھا کہ میں پولیس کو باقاعدہ طور پر اطلاع دیتی۔ اُسے اپنے متعلق کسی دھوکے میں نہ رکھتی۔ فون پر میں نے اطلاع تو دی تھی مگر اپنا نام نہیں بتایا تھا۔"

"یقیناً آپ الجھن میں ہوں گی.... لیکن کیا ہم یہاں آزادانہ طور پر گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"نہیں.... چلئے....!" وہ اٹھ گئی۔

اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے اور اُسے کیا نہ کرنا چاہئے۔ اس کے قدم آؤٹ ہاؤز کی طرف اٹھتے رہے، آنے والا اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

آؤٹ ہاؤز میں پہنچ کر بھی وہ کچھ دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر اُس پُر اسرار آدمی نے کہا۔ "آپ نے جو کچھ بھی کیا ہے اسی میں آپ کی بہتری ہے۔ اگر آپ نے پولیس کو اس کی اطلاع دے دی ہوتی اور اس کے علم میں یہ بات لائی ہوتیں کہ فخری آپ کا دوست تھا تو آپ کو اس وقت یہاں اتنے اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہو سکتا۔"

"کیوں....؟"

"اب پولیس نے چھان بین شروع کی ہے تو اُسے معلوم ہوا ہے کہ فخری ایک غیر ملکی جاسوس تھا.... اسی لئے تو اس کے قتل کے سلسلے میں بہتیری تفصیلات اخبار میں نہیں آئیں.... مثلاً اس یوریشین لڑکی کا تذکرہ جو اکثر اس کے فلیٹ میں آتی تھی.... اور وہ حیرت انگیز اشتہار۔"

"آپ جانتے ہیں....!" عشرت یک بیک چونک پڑی۔

"جی ہاں۔ فخری میرا بھی دوست تھا۔ لیکن اب میں اُسے زبان پر بھی نہیں لا سکتا۔ خیر ختم کیجئے۔ میں تو دراصل آپ کو یہ مشورہ دینے کے لئے آیا تھا کہ آپ اپنی ہیئت کچھ دنوں کے لئے بالکل تبدیل کر دیجئے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"اسکرٹ کی بجائے غرارہ سوٹ استعمال کیجئے! بالوں کو سمیٹ کو جوڑے کی شکل میں لائیے! تاکہ فخری کے پڑوسی آپ کو آسانی سے پہچان نہ سکیں۔ پولیس انہیں کے ذریعہ آپ کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

عشرت کا چہرہ آن واحد میں اس طرح ستا ہوا نظر آنے لگا تھا جیسے وہ برسوں کی بیمار ہو۔

محبوبہ کا شوہر

دوسری صبح نیلم فریدی کو رپورٹ دے رہی تھی۔

"اس کے بعد میں نے بابا کا پیچھا چھوڑ دیا اور ہال میں آئی۔ لیکن وہاں مجھے فخری کا کوئی قریبی دوست نہ مل سکا ہو سکتا ہے اس کے احباب نے پوچھ گچھ کے ڈر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا ہو۔"

"ہوں.... ممکن ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ وہ ناشتے کے بعد صبح کا اخبار دیکھ رہا تھا۔

"اب بتائیے.... میں کیا کروں؟"

"میں کیا بتاؤں! تم خود سوچو کہ اب تمہیں کیا کرنا چاہئے۔"

"دیکھئے میں کوشش کروں گی کہ اُس یوریشین لڑکی کا پتہ لگا سکوں؟"

"ہاں! سنو....!" فریدی نے اخبار ایک طرف رکھ کر نیلم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے ابھی حمید اور منیجر کی گفتگو لفظ بلفظ دہرائی تھی۔"

"جی ہاں! میں نے یہی کوشش کی تھی کہ لفظ بلفظ دہرا سکوں۔"

"تم نے اُس آدمی کو دیکھا نہیں تھا جس کا تذکرہ تھا۔"

"شاید وہ میرے وہاں پہنچنے سے کچھ ہی دیر قبل منیجر کے کمرے سے گیا تھا۔"

"پھر تم نے حمید کو ایک آدمی کے پیچھے جاتے دیکھا تھا۔"

"جی ہاں....!"

"آدمی کا حلیہ۔"

"حلیئے کا ہوش نہیں تھا۔ غالباً وہاں روشنی تیز نہیں تھی اور اُس نے فلٹ ہیٹ کا گوشہ بھی کافی نیچے جھکا رکھا تھا۔ اس لئے اُس کے چہرے کا تفصیلی جائزہ لینا قریب قریب ناممکن ہی تھا۔"

"حمید کہاں ہے....!"

"میرا خیال ہے کہ وہ ناشتہ کئے بغیر ہی کہیں چلے گئے ہیں۔"

فریدی نے پھر اخبار اٹھالیا۔ نیلم وہیں بیٹھی رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "مسز وارنر کا معمہ آج تک نہ حل ہو سکا انکل....!"

"حل ہو چکا ہے.... لیکن ابھی میں اس کی پبلسٹی مناسب نہیں سمجھتا۔"

"کیا ٹویوڈا نے اُسے مار ڈالا تھا....!"

"نہیں.... وہ پاگل ہو گئی تھی.... یہی خیال کیا جا سکتا ہے کہ ٹویوڈا ہی کی کسی تدبیر کی بناء پر اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا.... اب تو وہ ٹھیک ہے۔"

"اوہو.... تو کیا وہ یہیں ہے اسی شہر میں۔"

"ہاں یہیں ہے! وہ ایک قصبے کی ایک عمارت میں ملی تھی۔ اُس کے ساتھ اس کا ایک بوڑھا ملازم بھی تھا، جو اس کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ وہ پاگل تھی۔ ملازم کا بیان ہے کہ اُسے محض اسی کی دیکھ بھال کے لئے نوکر رکھا گیا تھا۔ لیکن وہ اپنے مالک کا نام اور پتہ نہیں بتا سکا۔ بس ایک آدمی اس سے معاملات طے کر کے اُسے اس عمارت میں چھوڑ گیا تھا۔ مسز وارنر پہلے ہی سے وہاں موجود تھی۔ بوڑھے ملازم کو کچھ عرصے تک نامعلوم ذرائع سے اچھی خاصی رقومات ملتی رہی تھیں.... اور پھر یکایک رقومات ملنی بند ہو گئیں۔ بوڑھے نے کافی رقم پس انداز کر لی تھی اور اسی لالچ میں وہاں جما رہ گیا تھا کہ آئندہ بھی اچھی خاصی آمدنی سے فائدہ اٹھا سکے گا.... لیکن پھر پولیس کی رسائی وہاں تک ہو ہی گئی۔ مسز وارنر کا علاج کیا گیا اب وہ بہتر حالت میں ہے، لیکن اب اسے کچھ یاد نہیں کہ وہ کس طرح اپنے بورڈنگ سے نکلی تھی اور اس کا بورڈنگ اب ویران کیوں ہو گیا ہے۔ اُس کے کرایہ دار کہاں گئے۔ ملازمین کیا ہوئے۔"

"کیا اُس نے تسلیم کر لیا ہے کہ بورڈنگ فحاشی کا اڈا تھا۔"

"ہر گز نہیں۔ وہ تو یہی کہتی ہے کہ اُس کے بورڈنگ میں وہی مالدار طالب علم رہتے تھے جنہیں کالج کے ہاسٹلوں کی رہائش پسند نہیں آتی تھی۔ اس نے کچھ طلباء کے نام اور کالجوں کے پتے لکھوائے تھے اُن طلباء سے پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا کہ انہوں نے خود ہی بورڈنگ چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہاں اچانک غنڈہ گردی شروع ہو گئی تھی اور وہ شریفوں کے رہنے کی جگہ نہیں رہ گئی تھی۔"

"غالباً یہ اُسی وقت ہوا ہو گا جب وہاں ٹویوڈا کا دخل بحیثیت مسز وارنر ہوا تھا۔"

"پتہ نہیں....!" فریدی نے اکتائے ہوئے سے لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن انکل آپ اس واقعے کی پبلسٹی کیوں نہیں پسند کرتے۔"

"بھئی ابھی میں مطمئن نہیں ہوں۔"

"کس بات سے....!"

"اوہ.... نیلم مجھے اخبار دیکھنے دو....!"

نیلم خاموش ہو گئی، لیکن فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔ "تم اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہیں کرو گی۔"

"کیا بابا اس سے لاعلم ہیں۔"

"جس چیز کا تذکرہ تم سے کیا جا سکتا ہے کیا وجہ ہے کہ حمید بھی اس سے واقف نہ ہو۔ بھئی تم اُسے نہیں سمجھ سکتیں۔ وہ بھی اپنے رنگ میں عجیب ہے۔ بس کبھی کبھی کام پر آمادہ کرنے کے لئے اُسے تاؤ بھی دلانا پڑتا ہے۔ اب تم خود ہی دیکھو۔ وہ رات ہی سے اس یوریشین لڑکی کے چکر میں ہے اور اس وقت ناشتہ کئے بغیر ہی نکل گیا۔"

"میں ایک بار پھر آپ سے عرض کرتی ہوں کہ میں بابا کے سامنے بھی طفلِ مکتب ہوں۔ لیکن بس انہیں چھیڑنے میں لطف آتا ہے۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو....!"

"نیلم نے آپ کو پچھلی رات کے واقعات بتائے ہی ہوں گے۔" دوسری طرف سے حمید کی آواز آئی۔

"کسی حد تک....!" فریدی نے جواب دیا۔

"میں دراصل ہائی سرکل کے منیجر سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کبھی وہاں کوئی یوریشین لڑکی بھی فخری کے ساتھ نظر آئی تھی.... شاید وہ کچھ بتانے ہی والا تھا کہ وہاں ایک آدمی آ گیا تھا اور منیجر اس طرح خاموش ہو گیا تھا جیسے اسی کے خوف سے اس نے زبان بند کر لی ہو۔ وہ آدمی منیجر سے کسی مسٹر ہارپر کے متعلق دریافت کر کے وہاں سے چلا گیا تھا۔"

"پھر تم نے کیسے اندازہ لگا لیا تھا کہ منیجر نے اسی کے خوف سے زبان نہیں کھولی تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ اس آدمی نے آفس میں داخل ہوتے ہی منیجر کو کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔ میرا اندازہ ہے ورنہ میری پشت دروازے کی طرف تھی اور میں نے منیجر کے یک بیک خاموش ہو جانے پر ہی مڑ کر دیکھا تھا.... دونوں ہی کے انداز میں کچھ غیر فطری پن سا مجھے نظر آیا تھا۔"

"خیر.... ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو۔ ہاں پھر تم نے اس کا تعاقب تو کیا تھا۔"

"لیکن مجھے افسوس ہے کہ وہ ڈاج دے کر نکل گیا تھا اس چیز سے شبہات کو اور زیادہ تقویت ہوتی ہے۔"

"پھر اب تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو۔"

"میں فی الحال ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ میں ہوں۔ لیکن سوچ رہا ہوں کہ اب منیجر کو زبان کھولنی ہی چاہئے ورنہ میں اُسے ساٹھ ہزار اشعار کی کوئی مثنوی سنا کر ختم کر دوں گا۔"

"وہ بہت چمیڑ ہے! مجھے یقین نہیں ہے کہ تم اس کی زبان کھلوا سکو۔"

"اگر آپ اس کی شکایات کا نوٹس نہ لینے پر تیار ہوں تو میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔"

"نہیں میں تمہیں کسی غیر قانونی حرکت کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"غیر قانونی حرکت....!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "اگر ساٹھ ہزار اشعار کی مثنوی غیر قانونی ہو سکتی ہے تو پھر غزلوں پر غزلیں سنا کر بور کرنیوالے شعراء کو تو پھانسی ہی نصیب ہونی چاہئے۔"

"فضول باتوں میں نہ پڑو.... اگر وہ زبان نہیں کھولتا تو فخری کے کسی قریبی دوست کو ٹٹولنے کی کوشش کرو....! لیکن اگر تمہیں یقین ہے کہ اس نے کسی سے خائف ہو کر ہی خاموشی اختیار کی تھی تو اُس آدمی کے متعلق بھی اُس صورت میں معلومات فراہم کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔"

"اُس آدمی کے متعلق بھی تو اُسی صورت میں معلومات فراہم کی جا سکتی ہیں جب منیجر کی

گردن دبائی جائے۔"

"جو کچھ بھی کرو.... محتاط رہ کر....!"

"دوسری خبر یہ ہے کہ مسز وارنر کا بورڈنگ دوبارہ آباد ہو رہا ہے! لیکن ابھی تک وہاں کوئی لڑکی نہیں دیکھی گئی! صرف مختلف کالجوں کے طلباء ہیں۔"

"مسز وارنر کہاں ہے۔"

"بورڈنگ ہی والی عمارت میں....!"

"تم فی الحال اس کے چکر میں نہ پڑو....!"

"ہاں.... فضول بھی ہے.... میں دیکھ ہی چکا ہوں کہ مسز وارنر کی کیا عمر ہے۔ البتہ وہ یوریشین لڑکی....!"

"ہاں.... تم خود ہی کافی سمجھ دار ہو۔" فریدی طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"اچھا تو پھر.... میں اس منیجر کے بچے سے نپٹنے جا رہا ہوں۔"

"جاؤ....!" فریدی نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔



ہائی سرکل کا منیجر چقندر ہو رہا تھا جیسے حمید کو پھاڑ کھائے گا۔ مگر حمید کے انداز سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اُسے ذرہ برابر بھی اس کے غصے کی پرواہ ہو۔ بس یہی لگ رہا تھا جیسے وہ کسی لمحے بھی اُسے گردن سے پکڑ کر کرسی سے اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی ٹانگیں زمین سے ایک یا دو فٹ کے فاصلے پر جھولتی رہ جائیں گی۔

"مجھے اس آدمی کا پتہ چاہئے جس سے خائف ہو کر تم نے پچھلی رات مزید گفتگو کرنے سے انکار کر دیا تھا۔"

"میرے خدا میں کہاں جاؤں.... کیا کروں....!" منیجر اپنی پیشانی پر دوہتڑ مار کر بولا۔

"اپنی اس حرکت پر موقع کا کوئی شعر بھی سناؤ تاکہ میں اور زیادہ محظوظ ہو سکوں۔"

"کیا اب میں پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کر دوں۔"

"یقیناً اگر اس سلسلے میں بھی کوئی موقعے کا شعر یاد آ جائے؟"

"اب میں خودکشی کر لوں گا۔"

"لیکن اس سے پہلے موقع کا ایک شعر کسی کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ جانا مت بھولنا ورنہ میں تمہاری لوح مزار پر کیا اپنے بکرے کا نام لکھواؤں گا۔"

"خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑیئے۔" منیجر رودینے کے سے انداز میں بولا۔

"یہ ناممکن ہے! ویسے ہو سکتا ہے کہ میں اس وقت تمہارا پیچھا چھوڑ دوں۔ لیکن اُس وقت میں مجبور ہو جاؤں گا جب تم اپنی جدید ترین محبوبہ کے ساتھ ہو گے، جو سیام کے سفید ہاتھی کی اگر بھتیجی نہیں تو بھانجی ضرور معلوم ہوتی ہے۔"

"آپ ایسا نہیں کر سکیں گے....!" منیجر پھر جھلا گیا۔

"مجھے کون روکے گا۔"

"وہی جو آپ سے زیادہ طاقتور ہے جس کی لاٹھی بے آواز ہے۔"

"اس کی لاٹھی تو تم جیسے بھینس کے عاشقوں کے لئے ہے۔ خدا غارت کرے.... مجھے تو تمہارے ٹیسٹ پر غصہ آتا ہے۔ اس عورت کو دیکھ کر کسی ایسے سفید شلجم کا تصور ذہن میں ابھر آتا ہے جس کا وزن کم از کم پانچ سیر ہو۔"

"آپ سے مطلب....!"

"یقیناً مطلب ہے۔ میں تم پر یہ ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ ذرا اپنا جثہ ملاحظہ کرو.... اگر اس کے سر پر کھڑے ہو جاؤ تو لوگ یہی سمجھیں گے کہ کسی گنبد پر مینار اُگ آیا ہے۔"

"بس اب خاموش رہئے.... حد ہوتی ہے۔"

"حد تو وہاں ہوتی ہے.... جہاں محبوبہ کے سامنے عاشق سلمہ، کی حجامت بنتی ہے۔"

"دب کر چیونٹی بھی کاٹ لیتی ہے اسے نہ بھولئے گا۔"

"چیونٹیوں کی باتیں صرف چونٹیاں ہی سمجھ کر یاد رکھ سکتی ہیں۔ لہٰذا مجھے اس پر مجبور نہ کرو۔"

"خدا نے چاہا تو آپ کا بھی بیڑہ غرق ہو جائے گا۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی اتنی ہی موٹی عورت میرے بیڑے پر بھی بیٹھ جائے۔"

"یا خدا میں کیا کروں۔" منیجر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بڑبڑایا۔

"اپنی بوڑھی بیوی کی دلجوئی کرو۔ موٹی محبوبائیں لاش کے سینے پر رکھا ہوا پتھر بن جاتی ہیں۔"

"آپ براہ کرم تشریف لے جایئے۔"

"ہوش میں آؤ۔ بوڑھے بیٹے! میں سرکاری طور پر تم سے پوچھ گچھ کر رہا ہوں، ورنہ اب تک میں نے بھی موقعے کے دو چار شعر رسید کر دیئے ہوتے۔"

"اب کس طرح میرا پیچھا چھوٹے گا.... آخر آپ کو یقین کیوں نہیں آتا کہ میں نے اُس آدمی کو پہلے پہل دیکھا تھا۔"

"میں کیسے یقین کرلوں جب کہ مجھے علم ہے کہ وہ تمہارا ایک اچھی طرح پہچانا ہوا آدمی ہے۔"

"آپ اس کا ثبوت نہیں دے سکیں گے۔"

"میں نے خود دیکھا تھا کہ اُس نے آفس میں قدم رکھتے ہی تمہیں کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔"

منیجر نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔ پھر ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی چور بر سر عام پکڑ لیا گیا ہو۔

"دد.... دیکھئے.... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب!" اُس نے مردہ سی آواز میں کہا

"اچھی بات ہے۔ میں اب تمہیں دیکھ لوں گا۔" حمید نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "اگر یہاں سے ہتھکڑیاں لگا کر نہ لے جاؤں تو میرا نام بدل دینا۔"

"اررر.... سنئے تو سہی.... جناب.... کپتان صاحب.... پلیز....!"

"سناؤ....!" حمید ہاتھ اٹھا کر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "میرے پاس وقت کم ہے۔"

"وہ.... دراصل.... دردانہ کا شوہر ہے۔"

"کون دردانہ....!"

"جی.... وہی.... عورت.... موٹی عورت....!" منیجر نے سر جھکا کر مضمحل آواز میں کہا۔

"اوہ.... تو وہ دردانہ ہے.... اس کا نام تو لڑھکانا ہونا چاہیئے تھا.... خیر تو اس نے تمہیں کیوں.... روکا تھا....!"

"میں کیا جانوں جناب! بھلا.... میں کیا بتا سکتا ہوں۔ بس اس نے مجھے اشارہ کیا تھا کہ میں خاموش ہو جاؤں۔"

"تم اس سے ڈرتے ہو....!"

"جی ہاں.... جی نہیں! دد.... دیکھئے.... بات دراصل یہ ہے کہ .... وہ مجھے خواہ مخواہ دھمکاتا رہتا ہے.... وہ بھی آپ ہی کی طرح یہی سمجھتا ہے۔"

"کیا سمجھتا ہے۔"

"یہی کہ میں دردانہ سے عشق کر رہا ہوں۔"

"پھر....؟"

"میں اُسے یقین دلانے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہے کسی دن مجھے قتل کر دے گا۔"

"تم نے اُس کے خلاف رپورٹ کیوں نہیں درج کرائی۔"

"کیسے کراتا، جب کہ وہ کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو بھی ڈرا دھمکا کر تمہارے خلاف بیان دلوا دوں گا۔"

"تو پھر.... تم اس کی بیوی سے کیوں ملتے ہو۔"

"ارے.... وہ تو گلے کا پھندا ہو گئی ہے۔ وہ خود ہی میرا پیچھا نہیں چھوڑتی۔"

"اوہ....!"

"اب آپ بھی مجھے گولی مار دیجئے۔ میں تو تنگ آگیا ہوں۔ اس زندگی سے۔"

"مگر تم مجھے اُس یوریشین لڑکی کے متعلق کیا بتانے جا رہے تھے۔"

"دیکھئے! آپ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہیں، میرا فخری سے کبھی جھگڑا نہیں ہوا۔ لیکن یہاں دو ایک بار ایک یوریشین لڑکی ضرور دیکھی گئی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھی یا اس کا کیا نام تھا۔ محض اس لئے خصوصیت سے یاد ہے کہ فخری کی میز پر کبھی لڑکیاں نہیں نظر آتی تھیں۔"

حمید کچھ سوچنے لگا اور منیجر پھر بولا۔ "دیکھئے میں جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں اس پر یقین کیجئے۔"

"اس پر میں پھر غور کروں گا کہ یقین کروں یا نہ کروں۔ فی الحال یہ بتاؤ کہ اس آدمی کا کیا نام ہے۔"

"دلاور مرزا....!"

"کہاں رہتا ہے۔"

"اٹھارہ پرنس لین....!"

"کبھی وہ دونوں یہاں ساتھ بھی نظر آتے ہیں۔"

"ٹھہریئے! مجھے سوچنے دیجئے۔" منیجر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بڑبڑانے لگا۔ "نہیں میرا.... خیال ہے.... کہ کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا ہی نہیں۔"

"اچھی طرح سوچ لو....!"

"جی نہیں! وہ کبھی کلب میں ساتھ نہیں داخل ہوئے۔ اگر ایک موجود تو دوسرا غائب....!"

"اور وہ تمہیں اکثر دھمکاتا رہا ہے۔"

"جی ہاں....!"

"اچھی بات ہے۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "اگر یہ جھوٹ ہوا تو اپنے نقصان کی ذمہ داری خود تم پر ہوگی۔"

وہ باہر آیا.... برآمدے میں رک کر تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر چل پڑا۔

پرنس لین زیادہ دور نہیں تھا۔ اٹھارہویں عمارت کے سامنے پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ منیجر کی موٹی محبوبہ ایک تانگے پر بیٹھ رہی ہے۔ اس نے کار روک دی اور نیچے اتر کر تانگے کی طرف بڑھا۔ عورت بھی اس کی طرف متوجہ ہوگئی تھی اور شائد اُس نے تانگے والے سے رکنے کو کہا تھا۔

"معاف کیجئے گا محترمہ....!" وہ تانگے کے قریب پہنچ کر بولا۔ "آپکو تکلیف دے رہا ہوں۔"

"نہیں.... فرمایئے! شوق سے۔" عورت نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

"میں مسٹر دلاور مرزا سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کون دلاور مرزا....!" عورت کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ کے شوہر....!"

"ہائیں.... شوہر.... آپ کا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا۔ ابھی میری شادی کہاں ہوئی ہے.... چلو بڑھاؤ تانگہ.... بیہودے بدتمیز.... لفنگے کہیں کے۔" تانگہ آگے بڑھ گیا اور حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے گالیاں سنتا رہا۔

پھر اُس نے پڑوسیوں سے پوچھ گچھ کی۔ معلوم یہ ہوا کہ وہ مونتیسری اسکول میں ہیڈ مسٹریس ہے۔ اس عمارت میں تنہا رہتی ہے۔ اس کے یہاں کبھی کوئی مرد نہیں دیکھا گیا۔ نام بھی دردانہ ہی تھا۔ مگر کسی دلاور مرزا کا سراغ نہ مل سکا۔

اسٹیج کا ایکٹر

عشرت نے پہلی بار غرارہ سوٹ پہنا تھا اور بالوں کو سمیٹ کر جوڑا لگایا تھا۔ اس کی خادمہ نے اُسے اس لباس میں دیکھ کر بے حد مسرت ظاہر کی۔

"کتنی اچھی لگتی ہیں آپ....!" اُس نے کہا تھا۔ "کاش آپ ہمیشہ اسی لباس میں رہیں۔"

خود عشرت بھی بڑی دیر تک آئینے کے سامنے کھڑی خود کو گھورتی رہی تھی اور اس نے سوچا کہ اب مشرقی ہی لباسوں میں رہا کرے گی۔

مگر اس وقت بھی یہ خلش تھوڑی تھوڑی دیر بعد شعور کی سطح پر ابھر آئی تھی کہ اس نے یہ سب کچھ محض خود کو پولیس کی نظروں سے بچانے کے لئے کیا ہے.... وہ پُراسرار آدمی جسے وہ میک اپ میں پہچان نہیں سکی تھی اس کے اعصاب پر چھا کر رہ گیا تھا۔ وہ کون ہے؟ عشرت گھنٹوں سوچتی! آخر اس ہمدردی کا مقصد کیا ہے؟ ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ اس کے لئے اتنے پاپڑ بیلتا.... اس تک مختلف اطلاعات پہنچانے کے لئے اس نے میک اپ کا سہارا لیا تھا لیکن یہ چیز خود اس کے لئے کتنی مخدوش تھی۔ پھر آخر.... کیا اس کا یہ ہمدردانہ رویہ کسی ذاتی غرض کا پیش خیمہ ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔

اُس کا تعلق مالدار طبقے سے تھا اس لئے بہت ممکن تھا کہ حالات درست ہو جانے پر وہ کسی بڑے معاوضے کا مطالبہ کر بیٹھتا۔ اگر ایسا ہوتا بھی تو عشرت کو اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ اس الجھن سے نجات پانے کے لئے وہ تو ویسے بھی بہت کچھ خرچ کر دیتی۔

وہ اس کا نام اور پتہ معلوم کرنے کے لئے بھی مضطرب تھی۔ یوں تو اس کے وزیٹنگ کارڈ پر نام اور پتہ دونوں موجود تھے لیکن اُسے ان کی صحت میں شبہ تھا۔

اس نے آج ملنے کا وعدہ کیا تھا! وقت دیا تھا! عشرت کی نظر بار بار کلاک کی طرف اٹھ رہتی تھی۔ لیکن ابھی پانچ ہی بجے تھے اور اس نے سات بجے پہنچنے کا وعدہ کیا تھا۔ فخری کے قتل کو پانچ دن گذر چکے تھے اور وہ اس دوران میں زیادہ تر وقت گھر ہی پر گذارتی رہی تھی۔

اس کے باپ نے ابھی تک اُس سے فخری کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ اس کے خیال کے مطابق شائد اُسے ابھی تک اس کا علم ہی نہیں ہوا تھا کہ فخری قتل کر دیا گیا ہے۔ لیکن اُس نے

اُس کے غرارہ سوٹ پر ضرور حیرت ظاہر کی تھی۔ مگر اس تبدیلی کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔

ٹھیک سات بجے ڈاکٹر واصف وہاں پہنچ گیا اور عشرت کو انتظار کی الجھن سے نجات ملی۔ وہ آج بھی اسی میک اپ میں آیا تھا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی صحت پر اس کا بُرا اثر نہیں پڑ رہا۔" اس نے آتے ہی کہا تھا۔

"ارے آخر آپ کو اتنی پریشانی کیوں ہے۔ جب تک میرے دم میں دم ہے کوئی آپ کی طرف انگلی بھی نہ اٹھا سکے گا۔"

"مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔" عشرت نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

"نہیں آپ بہت زیادہ اثر لے رہی ہیں۔"

"قطعی نہیں۔" عشرت ہنس پڑی.... لیکن پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی۔ "یقین نہیں آتا کہ فخری کسی غیر ملک کا جاسوس تھا۔"

"ارے مجھے خود بھی یقین نہیں آتا۔ مگر اُن کاغذات کو کیا کہا جائے گا جو اُس کے سامان سے برآمد ہوئے ہیں۔"

"میں اسے ایک محبِ وطن کی حیثیت سے جانتی تھی۔" عشرت نے کہا۔

"آہا.... جاسوس تو ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی طرف انگلیاں نہ اٹھ سکیں آپ سوچ نہ سکیں کہ وہ غیر ملک کے جاسوس بھی ہو سکتے ہیں۔"

"شاید سچ مچ میرا دماغ ماؤف ہو جائے گا۔" وہ اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی آہستہ سے بڑبڑائی۔

"نہیں محترمہ.... میری زندگی میں تو یہ ناممکن ہے! ویسے اس وقت میں آپ سے دو تین سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ آپ اس سلسلے میں بھی میرا ہاتھ بٹائیں گی۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں آپ کی بے گناہی بھی ثابت کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہائیں تو مجھ پر قتل کا الزام کب ہے۔"

"نہیں ہے تو بنالیا جائے گا.... کیا آپ کیپٹن حمید کو جانتی ہیں۔"

"وہ جو محکمہ سراغ رسانی میں ہے؟"

"جی ہاں۔"

"میں نے اُس کا نام سنا ہے۔"

"کبھی ملی تو نہیں۔"

"نہیں....! کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا۔"

"مگر آپ فخری کے ساتھ ہائی سرکل نائٹ کلب میں تو اکثر بیٹھتی رہی ہیں۔"

"اپنی یادداشت میں شائد دو بار میں فخری کی تلاش میں وہاں گئی تھی۔ مجھے اس سے ملنا تھا۔ جب وہ آفس یا گھر پر نہیں ملا تھا تو میں ہائی سرکل چلی گئی تھی.... وہ ہائی سرکل کے علاوہ اور کہیں نہیں بیٹھتا تھا۔ کیونکہ روسی واڈکا صرف وہیں ملتی ہے.... وہ عموماً واڈکا ہی پیتا تھا۔"

"تب تو اس کے احباب نے بھی آپ کو اس کے ساتھ دیکھا ہوگا۔"

"اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"ہائی سرکل کا منیجر آپ کو جانتا ہے۔"

"پتہ نہیں! مجھے تو کبھی اس سے گفتگو کرنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ مگر آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"کیپٹن حمید کو کسی ایسی یوریشین لڑکی کی تلاش ہے جو ایک غیر ملکی جاسوس سے اس کے فلیٹ میں ملا کرتی تھی....!"

"غیر ملکی جاسوس.... یوریشین لڑکی....!" عشرت احمقانہ انداز میں بڑبڑائی۔ اُس کا دل بہت شدت سے دھڑکنے لگا تھا اور یہ دونوں فقرے غیر ارادی طور پر اس کی زبان سے نکلے تھے۔

"ہاں! آپ بڑی مشکلات میں پڑ گئی ہیں۔ اگر فخری کوئی غیر ملکی جاسوس نہ ثابت ہوا ہوتا تو زیادہ تشویش کی بات نہیں تھی مگر اب ایسی صورت میں اگر وہ لوگ آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو مسٹر تیمور بھی بڑی مشکلات میں پڑ جائیں گے۔ آپ کرنل فریدی کو نہیں جانتیں اور یہ بھی نہیں جانتیں کہ اس نے اتنی شہرت کیسے حاصل کر لی ہے۔"

"ظاہر ہے کہ وہ ایک دلیر اور بہت زیادہ ذہین آدمی ہے۔"

"دلیری میں تو مجھے بھی شبہ نہیں ہے۔ مگر ذہین کی بجائے آپ نے مکار کہا ہوتا تو بہتر تھا۔ کیونکہ وہ ایسے مواقع پر جب اصل مجرم ہاتھ نہیں آتے بے گناہوں کو پھانس دیتا ہے.... ابھی چند ماہ پہلے کی بات ہے اس نے ٹویوڈا کو پکڑا تھا.... ٹویوڈا کو پکڑا تھا....!"

وہ تمسخر آمیز انداز میں ہنس کر کچھ سوچنے لگا۔

"ہاں.... کیوں؟ اس میں کسے شبہ ہو سکتا ہے۔"

"یہی تو آپ نہیں سمجھتیں! ٹویوڈا وہ شخص ہے جس سے سارے یورپ کی پولیس کانپتی ہے۔ اُسے اس فریدی نے پکڑلیا.... ہونہہ....!"

وہ پھر مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں ہنسا۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں کیا اُس نے نہیں پکڑا تھا؟ کیا ٹویوڈا کو جاپان میں بجلی کی کرسی نہیں نصیب ہوئی تھی۔"

ڈاکٹر واصف نے پھر قہقہہ لگایا اور بولا۔ "ارے وہ بھی فریدی کی مکاری کا ایک شاہکار تھا۔ اُس نے کسی طرح اُس آدمی کا دماغ خراب کر دیا تھا۔ اس نے جو کچھ بھی کہا اُسے ٹویوڈا کی بدحواسی سمجھا گیا.... وہ بیچارا اپنے ہوش ہی میں کب تھا کہ کوئی ڈھنگ کی بات کرتا۔ چونکہ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے کرنل فریدی نے اُسے ٹویوڈا ثابت کر دیا تھا اسلئے اسے الیکٹروکیوٹ کر دیا گیا۔"

عشرت کچھ نہ بولی خود اس کے لئے ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ وہ اس پُر اسرار آدمی ڈاکٹر واصف کی مخالفت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"فی الحال میں آپ کو یہی مشورہ دے سکتا ہوں کہ آپ گھر سے نکلنا ہی چھوڑ دیجئے۔"

"یہ تو بہت مشکل ہے۔ دیکھئے جناب.... میں اب اس الجھن سے تنگ آگئی ہوں۔ میں خود ہی اب پولیس کو مطلع کر دوں گی کہ.... مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ مجھے اس کی اطلاع دینی چاہئے تھی مگر پھر خوف کی وجہ سے باز رہی تھی۔"

"اس طرح آپ خود ہی اپنی گردن میں پھندا ڈالیں گی۔ دیکھئے اسے کئی دن ہو چکے ہیں۔ ہاں اس وقت یہ کوئی ایسی خاص بات نہ ہوتی جب آپ نے فون پر ہی پولیس کو اپنے نام اور پتے سے آگاہ کر دیا ہوتا۔ اب تو وہ آواز بھی پولیس کے لئے پر اسرار ہو گئی ہے جو کوتوالی کے ٹیپ ریکارڈر نے ریکارڈ کی تھی.... اچھا ٹھہرئیے.... مجھے سوچنے دیجئے۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔ "دیکھئے مشورہ دینا میرا کام ہے، آپ اس پر عمل کریں یا نہ کریں.... انہیں ایک ایسی یوریشین لڑکی کی تلاش ہے جو فخری کے فلیٹ میں جایا کرتی تھی۔ لیکن آپ کو کیا علم کہ انہیں آپ کی تلاش ہے۔ اگر کسی طرح بھی اس کا اعلان کیا جائے کہ

پولیس کو کسی ایسی لڑکی کی تلاش ہے تو آپ کسی پس و پیش کے بغیر کوتوالی جا کر اعتراف کر لیجئے گا کہ آپ اکثر اس سے اُس کے گھر پر بھی ملتی رہی ہیں۔ مگر خواہ مخواہ کوتوالی جا کر اس کی اطلاع دینا میرے نزدیک تو بہتر نہیں ہے.... ہاں اگر میرے علاوہ اور کسی نے بھی آپ کو وہاں اُسی دن دیکھا ہوتا جب فخری کا قتل ہوا تھا تو بات بھی تھی۔ میں بھی آپ کو ٹیلی فون بوتھ ہی میں مشورہ دیتا کہ اپنا نام بھی ظاہر کر دیجئے اور سیدھی کوتوالی چلی جائیے۔ مگر ان حالات میں نہیں کبھی نہیں.... میں مشورہ نہیں دے سکتا۔ ویسے آپ اپنی مرضی کی مالک ہیں میں آپ کو مجبور بھی تو نہیں کر سکتا۔"

"اوہ.... اب اسے ختم بھی کیجئے۔ میں بُری طرح اکتا گئی ہوں۔ جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ آپ مجھے اپنے متعلق بھی کچھ بتائیے۔ آپ کا وجود بھی میرے لئے بعض نئی الجھنوں کا باعث بن گیا ہے۔"

"ضرور بن گیا ہو گا....!" وہ مسکرایا۔

عشرت خاموش ہو گئی۔ شائد اُسی سے کچھ سننے کی منتظر تھی۔ لیکن تقریباً دو منٹ تک وہ خاموش ہی بیٹھا رہا۔ پھر عشرت کے دوبارہ ٹوکنے پر بولا۔ "میں پہلے بہت کچھ تھا۔ اب کچھ بھی نہیں ہوں، اب سے پانچ سال پہلے آپ نے رین بو تھیٹریکل کمپنی کی شہرت ضرور سنی ہو گی۔ اس کا مالک میں ہی تھا۔ مگر حالات نے اُسے برباد کر دیا۔ مجھے برباد کر دیا اب میں دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔ سارے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ بہتیرے آرٹسٹ کچھ دنوں تک مفت کام کرنے پر تیار ہیں.... کاسٹیوم کا مسئلہ بھی ایک مہربان کی وجہ سے حل ہو گیا ہے.... مگر جگہ نہیں ملتی.... اس دشواری پر قابو پانا میرے بس سے باہر ہو گیا ہے۔"

وہ پھر سر جھکا کر کسی سوچ میں ڈوب گیا اور عشرت سوچنے لگی! اوہو.... تو یہ بات ہے.... شائد یہ حضرت اسی چکر میں ہیں.... کسی زمانے میں تیمور کا ایک سینما بھی چلتا تھا۔ لیکن پھر اُسے بند کر کے سینما ہال کو روئی کے گوداؤن میں تبدیل کر دیا گیا تھا.... عشرت نے سوچا ممکن ہے وہ اُسی ہال کو حاصل کرنے کی فکر میں ہو۔

"آپ کی یہ دشواری بھی رفع ہو سکتی ہے۔" عشرت مسکرائی۔

"وہ کیسے....؟" واصف یک بیک چونک پڑا۔

"بس ہو جائے گی۔"

"آپ کریں گی۔"

"جی ہاں....!"

"معاف کیجئے گا.... میں اسے کسی قیمت پر بھی گوارا نہیں کروں گا۔" اس نے ناخوشگوار
میں کہا۔ "اوہ.... میرے خدا.... آپ شاید یہ سمجھی ہیں کہ میں نے یہ داستان محض اسی
چھیڑی ہے۔"

پھر ایسا معلوم ہوا جیسے شدید ترین غصے نے اس کی زبان روک دی ہو۔ لیکن آنکھیں بہ
کچھ کہہ رہی تھیں اور ان کی زبان عشرت کی سمجھ میں بخوبی آرہی تھی۔ وہ احتجاج کر رہی تھیں
عشرت کی اس تجویز پر اُسے ملامت کر رہی تھیں۔

"معاف کیجئے گا محترمہ... آپ نے مجھے غلط سمجھا ہے۔" وہ یک بیک اٹھتا ہوا بولا۔ "اگر آپ
میرے متعلق استفسار نہ کرتیں تو میں کبھی کچھ نہ بتاتا۔ شاید اب میں آپ سے نہ مل سکوں۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ارے... ارے... سنئے تو سہی....!" عشرت نے مضطربانہ انداز میں کہا مگر وہ باہر جا چکا تھا۔



کرنل فریدی کے سامنے میز پر بے شمار تصویریں بکھری ہوئی تھیں.... یہ انگلیوں کے
نشانات کے عکس تھے.... فریدی انہیں یکے بعد دیگرے دیکھتا جا رہا تھا.... کچھ دیر بعد اُس نے
تصویریں ایک طرف سرکا دیں اور اسپیشلسٹ کی رپورٹ پڑھنے لگا۔ کبھی اس کی بھنویں سکڑ جاتیں
اور کبھی آنکھیں بالکل سپاٹ اور ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آنے لگتیں۔

"حمید....!" اُس نے تھوڑی دیر بعد.... حمید کو متوجہ کیا، جو اپنی میز پر بیٹھا چرچل
کارٹون بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جی....!" وہ چونک پڑا۔

"اِدھر آؤ۔"

حمید بُرا سامنہ بنا کر اٹھا۔ یہ اُس کی عادت تھی۔ خواہ دونوں کسی وقت ایک ہی مسئلے پر کیوں
غور کر رہے ہوں لیکن اگر فریدی اُسی پر اظہار خیال کرتا تو حمید یہی ظاہر کرنے لگتا کہ موضو

اُسے گراں گزر رہا ہے۔

"یہ رپورٹ دیکھو....!" فریدی نے کہا۔

حمید نے ایک طویل سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "لایئے صاحب! لیکن کیا آپ اسپیشلسٹ
کو اس بات پر مجبور نہیں کر سکتے کہ کہیں کہیں موقع کے اشعار بھی لکھ دیا کرے۔"

پھر اُس نے کچھ اکتائے ہوئے سے انداز میں رپورٹ پر نظر دوڑانی شروع کی۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" کچھ دیر بعد وہ سر اٹھا کر بولا۔

"کیا سمجھ میں نہیں آتا....؟"

"یہ رپورٹیں کبھی میری سمجھ میں نہیں آتیں.... اور پھر خصوصیت سے وہ رپورٹیں جو
صرف آپ کیلئے ہوتی ہیں! ان میں نہ وضاحت ہوتی ہے اور نہ اسپیشلسٹ کوئی نتیجہ نکالتا ہے۔"

"وضاحت کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ کیا تم نتیجہ نہیں نکال سکتے۔"

"میں کہتا ہوں کہ جب اسپیشلسٹ اسی لئے ہوتا ہے تو ہم کیوں جھک ماریں۔"

"جھک مارے بغیر ترقی ناممکن ہے۔"

"خدا صرف اسپیشلسٹ کو اور ترقی عطا کرے.... ہمیں تو دیکھنے کی خوشی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔"

"میں واقعی نہیں سمجھ سکا۔"

"لاش کے قریب فرش کے ٹائیلز پر پائے جانیوالے نشانات مقتول کی انگلیوں کے نہیں تھے۔"

"مگر قاتل اتنا اناڑی نہیں ہو سکتا۔"

"میں کسی تیسرے کے وجود کے امکانات پر بھی غور کر رہا ہوں۔ فرش پر پائے جانے والے
نشانات خنجر کے دستے والے نشانات سے مختلف نہیں ہیں اور یہی نشانات فون پر بھی پائے گئے
ہیں۔ اگر خنجر قاتل ہی نے مقتول کے سینے سے کھینچا تھا تو نہ وہ خنجر وہاں چھوڑ جاتا اور نہ انگلیوں
کے نشانات ہی کی طرف سے اتنا لاپرواہ ہوتا۔"

"ہو سکتا ہے! وہ کوئی جنونی رہا ہو.... پاگل رہا ہو....!"

"جنونی یا پاگل کو فون استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔"

"ارے کمال کرتے ہیں آپ بھی....! اگر میں پاگل ہو جاؤں تو کسی کو قتل کرنے کے بعد

اسکی مسہری کے پائے تک اکھاڑ پھینکوں گا۔ اگر قریب ہی فون موجود ہو تو کوتوالی کے بجائے کسی یتیم خانے کے نمبر ڈائیل کر کے اس قتل کی اطلاع دوں اور فرار ہو جاؤں۔"

"پھر بکنے لگے؟" فریدی آنکھیں نکال کر رہ گیا۔

"میں تو آپ کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ پاگل پن میں سب کچھ ممکن ہے۔"

"تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ فخری کے قتل کی اطلاع کسی عورت نے فون پر دی تھی ہو سکتا ہے وہ فخری ہی کا فون رہا ہو، جسے اس سلسلے میں استعمال کیا گیا ہو! فون پر تو فخری کی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں یا وہ نشانات جو خنجر کے دستے اور لاش کے قریب فرش پر بھی موجود تھے۔ اب کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کے قتل کے بعد کوئی عورت وہاں آئی ہو! فخری کی شناسا جو اس کی لاش دیکھ کر بوکھلا گئی ہو اور اضطراری طور پر اُس نے خنجر اس کے سینے سے کھینچ لیا ہو۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے اوسان بجا ہوئے ہوں اور اس نے اسی میں عافیت سمجھی ہو کہ پولیس کو اس کی اطلاع دے کر وہاں سے کھسک جائے۔"

"وہی یوریشین لڑکی....؟" حمید نے پوچھا۔

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"اس لڑکی کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ارے.... ہاں.... اُس عورت دردانہ کا کیا رہا....!"

"آپ نے پھر دردانہ کہا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ اس کا نام بھینسانہ ہے۔"

"شش.... فضول باتیں نہ نکالو.... کیا تم ابھی تک کسی دلاور مرزا کا سراغ نہیں پا سکے۔"

"نہیں.... میرا خیال ہے کہ ہائی سرکل کے منیجر کو خواہ مخواہ کسی نے اُلو بنایا ہے۔ کیونکہ خود اس کا بیان ہے کہ وہ دونوں کبھی وہاں ایک ساتھ نہیں آئے۔ دلاور مرزا اُس عورت کی عدم موجودگی ہی میں خود کو اس کا شوہر ظاہر کر کے منیجر کو دھمکاتا رہا ہے۔ اب اس کا مقصد جو کچھ بھی ہو۔"

"غالباً تمہارا یہ خیال ہے کہ دردانہ اور دلاور مرزا ایک دوسرے سے واقف بھی نہ ہوں گے۔"

"جی ہاں! میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔"

"لیکن میرا نظریہ اس کے برعکس ہے۔"

"یعنی....!"

"وہ دونوں ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اور شائد منیجر کو کسی چکر میں پھانسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اور اُس چکر کا تعلق اس یوریشین لڑکی سے بھی ہو سکتا ہے۔ کیوں۔"

"ارے اس کے متعلق میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اگر حقیقتاً دلاور مرزا کا اُس عورت سے کوئی تعلق ہے تو تم اب اس کی گرد کو بھی نہ پا سکو گے۔ بس دردانہ ہی دردانہ تمہارے سامنے رہ جائے گی۔"

"جہنم میں جھونکئے اُسے۔ مجھے تو صرف اُس یوریشین لڑکی کی تلاش ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"اُف.... فوہ....!" حمید بڑبڑایا۔ "ابھی تک ہم کچھ بھی تو نہیں معلوم کر سکے۔ اس اشتہار ہی کا معمہ نہیں حل ہو سکا جو فخری نے آبزرور میں شائع کرایا تھا۔"

"وہ تو حل ہو چکا ہے.... حمید صاحب۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"لیکن فی الحال اس سے متعلق تمہیں کچھ نہ بتا سکوں گا۔ کیونکہ ابھی میں اس کے حل سے پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔"

دردانہ

حمید کو غصہ آ گیا۔ معمہ حل کر چکے ہیں مگر بتائیں گے نہیں۔ وہی پرانی عادت! یہاں اس کیس کے الجھاوے۔ سانسیں الجھائے دے رہے ہیں۔ مگر ابھی آپ مطمئن نہیں ہیں۔ اس لئے کچھ نہیں فرمائیں گے۔

اچھی بات ہے! اب میں بھی آپ سے کچھ نہیں عرض کروں گا۔ لیکن آپ کے لئے مزید الجھاوے ضرور پیدا ہو جائیں گے۔

حمید نے بہت بُرا سا منہ بنا کر اس کی طرف دیکھا لیکن فریدی پھر کاغذات میں کھو گیا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر کلائی کی گھڑی پر نظر ڈال کر اٹھا۔ فون پر قاسم کے نمبر ڈائیل کئے۔ قاسم دوسری طرف موجود تھا۔

"غالو....!" وہ فون میں دہاڑا....

"ارے.... آہستہ.... لائین خراب ہو جائے گی۔"

"قون.... ہائے....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"حمید....!"

"سامالیکم.... کیا بات ہے.... پپ.... پیارے حمید بھائی!"

"تفریح کے موڈ میں ہو۔"

"اُلا قسم میں تو ہڑک رہا ہوں تمہارے لئے حمید بھائی.... یہ میری بیوی کی خالا آج کل پھر آئی ہوئی ہے.... مجھے بچالو.... پیارے بھائی.... ورنہ وہ لکچر پلا پلا کر میرے دماغ سالے کا کباڑا کردے گی.... اگر میری خالا ہوتی تو میں اس کے میاں کو پانی چڑھا کر اسے طلاخ دلوا دیتا.... بڑی جلن لگتی ہے.... حمید بھائی.... قیا قرون....!"

"بس آج شام کو چپ چاپ کھسک آؤ.... ہائی سرکل نائٹ کلب میں ملیں گے! مجھے یقین ہے کہ دردانہ کو دیکھ کر خوش ہو جاؤ گے....!"

"کون دردانہ....!" فون میں ہلکی سی آواز سنی گئی، جو منہ چلانے کی آواز کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی۔

"ہے.... ایک چوکور عورت....!"

"چوکور کیا ہوئی....!"

"بہت تگڑی جدھر سے بھی ناپو گے چاروں اضلاع برابر ملیں گے۔"

"میں.... ابھی.... ابھی آرہا ہوں۔" غالباً قاسم کی سانس پھولنے لگی تھی۔

"ابھی نہیں.... شام کو....!"

"مگر یہ سالی خالا....!"

"کہیں اور گھوم پھر آؤ....!"

"وہ کہتی ہے بلا جرورت.... ضرورت.... باہر نہ نکلا کرو۔"

"پھر شام کو کیسے آؤ گے۔"

"قسم کھا جاؤں گا.... ضرورت سے جا رہا ہوں.... ابے یہ ضرورت نہیں ہے کہ تم مجھے

وہاں بلا رہے ہو۔"

"شدید ضرورت....!"

"بس تو پھر آئیں گے حمید بھائی.... ہی ہی ہی....!"

حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

فون کے پاس سے ہٹنے پر اُس نے محسوس کیا کہ فریدی اسے گھور رہا ہے۔ پھر وہ جہاں تھا وہیں اس انداز میں رک گیا۔ جیسے فریدی کے سوال کا جواب پہلے ہی سے تیار ہو۔

"یہ کیا حرکت تھی۔"

"میں ابھی وضاحت نہیں کر سکوں گا۔" حمید نے فریدی ہی کے سے پُر سکون لہجے میں کہا۔

"اگر تم سے کوئی حماقت سرزد ہوئی تو نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔"

"ذمہ داری اور حماقت میں دور کا بھی علاقہ نہیں ہے۔ آپ خواہ مخواہ بور ہو رہے ہیں۔ میں تو صرف یہ عرض کر رہا تھا کہ اپنا اپنا طریق کار ہے اور جب تک کہ میں مطمئن نہیں ہو جاتا کسی چیز کی وضاحت نہیں کرتا.... اس لئے فی الحال اگر ہم اس مسئلے پر گفتگو نہ کریں تو بہتر ہے۔"

"اوہ.... اچھا....!" فریدی مسکرایا۔ "یہ بات ہے.... اِدھر آؤ.... میں تمہیں مطمئن ہونے سے پہلے ہی سب کچھ سمجھا دوں۔ بیٹھ جاؤ.... ٹھیک کرسی قریب لے آؤ....!"

اس نے میز کی دراز کھول کر جاذب کاغذ کا ایک تختہ نکالا.... غالباً یہ کسی ٹیبل پیڈ سے نکالا گیا تھا۔

"یہ دیکھو.... یہ فخری کی میز پر تھا.... میں نے اس پر ایک جگہ پنسل سے دائرہ بنایا ہے.... اُس دائرے کی الٹی تحریر کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اُس نے شائد کسی کو خط لکھ کر جاذب پر خشک کیا تھا جہاں جہاں زیادہ روشنائی تھی وہاں وہاں حروف کے الٹے دھبے آگئے ہیں۔

حمید نے پنسل سے دائرہ والی جگہ پر نظر ڈالی اور کچھ اُکھڑے اُکھڑے سے الفاظ نظر آئے جن کی ترتیب یوں تھی۔

'اور میری لائنس کمل رسکالوم.... سر سوم ولرہ.... اجاد....!"

اس کے علاوہ دوسرے نشانات اتنے شکستہ تھے کہ اُن پر نقطوں یا لکیروں کا اطلاق ہوتا تھا.... حمید چند لمحے جاذب پر نظر جمائے رہا پھر سر اٹھا کر بولا۔

"کیا آپ نے اس سے کوئی اہم نتیجہ اخذ کیا ہے....!"

"یقیناً....!"

حمید استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ لیکن فریدی اب پھر دوسرے کاغذات میں مشغول ہو گیا تھا۔

"آپ نے مجھے کچھ سمجھانے کے لئے بلایا تھا۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"غلط فہمی ہوئی ہے تمہیں.... میں تو تمہاری الجھنوں میں اور اضافہ کرنا چاہتا تھا۔"

"کیوں....؟"

"تاکہ آئندہ تم مجھے دھمکیاں دینا چھوڑ دو.... جاؤ....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"جتنی حماقتیں سرزد ہو سکتی ہوں ہونے دو.... قاسم کو لے جاؤ.... دردانہ کے گھر پر قوالی کراؤ مجھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی۔ دفع ہو جاؤ۔"

حمید جھٹکے کے ساتھ اٹھا.... اور باہر نکل آیا.... اُس نے فریدی کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی۔

آفس بند ہونے کا وقت بھی قریب ہی تھا اس لئے وہ وہاں نہیں رکا.... سیدھا اس شیڈ کی طرف آیا جہاں کاریں پارک کی جاتی تھیں۔

اپنی وین نکالی اور پھاٹک سے نکلتے وقت سٹیئرنگ پر جدھر بھی ہاتھ گھوم گیا اسی طرف چل پڑا.... وہ سوچ رہا تھا کہ سارے فساد کی جڑ نیلم ہے۔ وہ یقیناً نواب صاحب کے کان بھرتی ہوگی۔

نیلم سچ مچ اُس کے لئے ایک بہت بڑی الجھن بن گئی تھی۔ کبھی وہ اس الجھن کو ہنسی میں ٹال جاتا اور کبھی اُسے اُس پر سنجیدگی سے غور کرنا پڑتا۔

اب اس وقت سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کہاں جانا چاہئے۔ کلب نہیں جا سکتا تھا کیونکہ قاسم کو وقت دے چکا تھا۔ اس لئے مقررہ وقت سے پہلے پہنچنا فضول ہی ہوتا۔

وہ بڑی دیر تک شہر کے مختلف حصوں کے چکر کاٹتا رہا اور پھر جب دن ڈوب چکا تو اُس نے وین کا رخ ہائی سرکل کی طرف کر دیا....

اور پھر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قاسم پہلے ہی سے اس کا منتظر تھا.... حمید کو دیکھتے ہی گوبھی کے پھول کی طرح تر و تازہ نظر آنے لگا۔

"میں تو سمجھا تھا کہ تم نے اُلو بنایا ہے۔" اُس نے باچھیں پھاڑ کر کہا۔

"اُلو کو اُلو بنانے سے فائدہ ہی کیا....!"

"ہی.... ہی.... ہی....!" قاسم آنکھیں میچ کر ہنسا پھر چونک کر بولا۔ "کیا مطلب....!"

"کچھ بھی نہیں پیارے۔" حمید نے اُس کے بازو پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ "مطلب یہ تھا کہ جس سے مجھے محبت ہو جاتی ہے اُسے اُلو سمجھنے لگتا ہوں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"اُلو عشق کا نشان ہے.... جب کوئی عاشق مرتا ہے تو اس کی کھوپڑی تڑخ جاتی ہے اور اس میں سے ایک اُلو نکل کر عالم بالا کی طرف پرواز کر جاتا ہے۔"

"ارے باپ رے....!" قاسم خوفزدہ ہو کر اپنی کھوپڑی ٹٹولنے لگا۔ پھر جلدی سے بولا۔ "کیا میں عاشق ہوں۔"

"یقیناً ہو.... مگر ابھی نہیں مرو گے۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔" قاسم اس طرح سر ہلا کر بولا جیسے مطمئن ہو گیا ہو۔

"اچھا اب تم ہال میں جا کر بیٹھو۔ تھوڑی دیر بعد مزے ہی مزے ہوں گے۔"

"مگر میں اکیلے.... یعنی کہ تم نہیں بیٹھو گے میرے ساتھ۔"

"پہلے میں تفریح کا انتظام تو کر لوں۔"

"ہی.... ہی.... اچھا.... اچھا....!" قاسم نے کہا اور برآمدے سے ہال کے ایک دروازے میں مڑ گیا۔

حمید وہیں کھڑا رہا.... وہ سوچ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے.... اتنے میں ایک ویٹر منیجر کے کمرے سے نکلا.... حمید نے اُسے اشارے سے اپنی طرف بلا کر پوچھا۔

"کیا منیجر صاحب تنہا ہیں۔"

"جی نہیں! ایک صاحبہ بھی ہیں۔"

"موٹی سی۔"

"جی ہاں....!" ویٹر نے کہا اور غالباً اپنی بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ کو چھپانے کے لئے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ یہاں کے سارے ویٹر حمید کو پہچانتے تھے اور انہیں اس کا بھی علم تھا

کہ وہ منیجر کو زچ کیئے رہتا ہے۔

"اچھا ٹھیک ہے.... جاؤ!" حمید نے کہا اور ویٹر ہال سے چلا گیا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا منیجر کے کمرے کے قریب آگیا۔ دروازہ بند تھا۔ لیکن اندر کی آوازیں صاف سنی جا سکتی تھیں۔

کوئی عورت صاف کہہ رہی تھی۔ "تم پتہ نہیں کیسے آدمی ہو۔ پتہ نہیں تم کس آدمی کے متعلق کہہ رہے ہو۔ تم نے کبھی مجھ سے اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا۔"

"خدا کیلئے پہلے مجھے بتایئے کہ معاملہ کیا ہے.... کیا مسٹر دلاور مرزا....!" یہ منیجر کی آواز تھی اور اس کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی عورت نے غصیلے لہجے میں کہا تھا۔ "میں کسی دلاور مرزا کو نہیں جانتی۔ تم خواہ مخواہ میری توہین کیوں کر رہے ہو۔ میں نے ابھی تک شادی کی ہی نہیں۔"

"تب تو میں مر گیا۔" منیجر کی آواز بھرائی ہوئی سی تھی۔

"کیوں کیا ہوا۔"

"میں انہیں اب تک تین ہزار روپے قرض دے چکا ہوں۔"

"میرے خدا تم اتنے گدھے کیوں ہو گئے تھے کم از کم مجھ سے تو پوچھ لیا ہوتا۔"

"آپ سے کیا پوچھ لیا ہوتا کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی زبردستی کسی کا شوہر بن بیٹھا ہو۔"

"اچھا تو کیا تم مجھے جھوٹی سمجھتے ہو۔" عورت کی آواز پھر غصیلی ہو گئی۔

"نن.... نہیں! آپ خواہ مخواہ خفا ہو رہی ہیں۔ میں تین کیا تیس ہزار کے لئے بھی صبر کر سکتا ہوں۔ کیونکہ اُس نے یہ روپے آپ کے حوالے سے اینٹھے تھے۔"

"اپنی عقل نہیں استعمال کی تھی۔ مجھ سے تذکرہ کیوں نہیں کیا۔"

"چھوڑیئے بھی، جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اب وہ حضرت کہیں نظر آگئے تو بتاؤں گا۔ ہو سکتا ہے پھر کبھی آدھمکیں۔ آپ بھی کسی سے کچھ نہ کہیئے گا۔ ظاہر ہے انہیں ہماری گفتگو کا علم تو ہو گا نہیں۔"

"کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر عورت کی آواز آئی۔" میں اس آدمی دلاور مرزا کے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہی ہوں۔

"کیوں....؟"

"ابھی کل ہی کی بات ہے ایک آدمی نے میرے گھر کے قریب میرا تانگہ رکوا کر کسی دلاور

مرزا کے متعلق پوچھا تھا اور اس نے بھی اُسے میرا شوہر ہی کہا تھا۔ میں نے اُسے جی کھول کر سلواتیں سنائی تھیں۔"

"کیسا تھا.... وہ آدمی....!"

"شریف ہی معلوم ہوتا تھا۔ جوان تھا.... جاذب توجہ تھا۔"

"اب.... اس دلاور مرزا کی خیریت خطرے میں پڑ گئی ہے....!"

منیجر کچھ اور بھی کہنے والا تھا کہ حمید دروازے کو دھکا دیتا ہوا اندر گھس گیا۔ اُسے خدشہ تھا کہ کہیں منیجر اس کے متعلق بھی نہ بتانا شروع کر دے۔

"اوہو....!" حمید نے بڑی شائستگی سے کہا۔ "معاف کیجئے گا مسٹر منیجر.... میں سمجھا تھا شاید آپ تنہا ہیں۔"

"ارے کوئی بات نہیں ہے۔" منیجر نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

"آیئے.... آیئے.... یہ ہیں میرے بے تکلف دوست....!"

"میرا نام شاہد جمال ہے....!" حمید جلدی سے بول پڑا اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ منیجر صاحب بھی مجھے اپنا بے تکلف دوست سمجھتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کو پہچانتی ہوں۔" عورت مسکرا کر بولی۔

"یقیناً پہچانتی ہوں گی۔ کیونکہ پچھلے ہی دن آپ نے مجھے بے تحاشہ گالیاں دی تھیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ کل تک میرے لئے وہ بات بالکل بے تکی تھی۔ اس لئے غصہ آگیا تھا۔ مگر اس وقت میں بہت سنجیدگی سے اسی کے متعلق سوچ رہی ہوں۔"

"کیا قصہ تھا۔" منیجر نے حمید سے پوچھا۔ شائد اُسے بھی تھوڑی بہت عقل آگئی تھی۔

"قصہ کیا تھا۔ میں نے اکثر اس دلاور مرزا کو آپ کے ساتھ دیکھا تھا۔ لیکن مجھے یقین نہیں آیا تھا کہ وہ محترمہ دردانہ جیسی شریف اور معزز خاتون کا شوہر ہو گا۔ میں نے آپ سے اسکا تذکرہ کیئے بغیر ہی اسکے متعلق چھان بین شروع کر دی تھی۔ آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ کوئی فراڈ ہی تھا۔"

"اور آپ آج مجھے اس نتیجے سے آگاہ فرما رہے ہیں جب میں کافی خسارہ اٹھا چکا ہوں۔" منیجر بولا۔

"اس نتیجے پر تو میں کل ہی پہنچا ہوں۔ مگر کیا آپ بتا سکیں گے محترم کہ آپ ان محترمہ کا

شوہر ہی سمجھ کر اُسے تین ہزار قرض کیوں دے بیٹھے تھے....!"

منیجر سٹپٹا گیا۔ اس کی آنکھوں میں بیچارگی صاف پڑھی جاسکتی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ حمید سے رحم کی بھیک مانگ رہا ہو۔ لیکن حمید نے بہت بُرا سا منہ بنا کر دردانہ سے کہا۔ "اور آپ یہ فرمایئے کہ آپ نے ان حضرت سے ان کی اس حرکت پر جواب کیوں نہیں طلب کیا۔"

"میں نہیں سمجھی۔ آپ کا لہجہ بہت خراب ہے۔ آپ میری توہین کر رہے ہیں۔"

"میں یہ لہجہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں محترمہ۔ آخر انہوں نے آپ ہی کے خیال سے سہی اسے تین ہزار کیوں دیدیئے۔ کیا آپ اتنی رقم ادا کر دینے کی حیثیت رکھتی ہیں۔"

"آپ سے مطلب....!" دردانہ گرجی۔

"آپ خواہ مخواہ فضول باتیں چھیڑ رہے ہیں جناب۔" منیجر کی آواز بھی اونچی ہو گئی۔

"آپ اگر خاموش ہی رہیں تو مناسب ہوگا۔ کیونکہ آپ تین ہزار برباد کر چکے ہیں۔"

"وہ سب ٹھیک ہے۔" منیجر گردن جھٹک کر بولا۔ "میں نے کسی سے اسکی شکایت نہیں کی۔"

"یہ آخر ہیں کون؟" دردانہ نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

حمید نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ کیونکہ اب اُس نے اپنی اسکیم فوری طور پر بدل دی تھی۔

عورت نے کارڈ لے کر دیکھا اور دفعتاً اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ منیجر حمید کو خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا دانت پیس رہا تھا۔

"یہ آپ کا پہلا کارنامہ نہیں ہے محترمہ۔ آپ نے یہاں کے کئی تاجروں کو سیٹھ عاصم کے لڑکے قاسم کی بیوی کے نام سے دھوکے دیئے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے.... میں کسی عاصم قاسم کو نہیں جانتی۔"

"آپ نے ان تاجروں کو دھوکا دیا ہے، جن کے یہاں قاسم کا حساب چلتا ہے۔ آپ نے ان سے یہ کہہ کر کافی سامان قرض خریدا ہے کہ آپ قاسم کی بیوی ہیں۔"

"ہائیں....!" منیجر کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

"خاموش....!" حمید اُسے گھور کر بولا۔

"اب تو میں خاموش ہی ہوں۔" وہ آہستہ سے بڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔ مگر ایسا معلوم ہو رہا

تھا جیسے برسر عام کسی نے اس کی مرمت کر دی ہو۔

"آپ خواہ مخواہ اتہام رکھ رہے ہیں۔" دردانہ بہت غصہ میں تھی۔

"میں اُن تاجروں سے شہادت دلوادوں گا اور میں دراصل قاسم ہی کی شکایت پر آپ کے متعلق انکوائری کر رہا تھا۔ پھر اسی دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ آپ تنہا نہیں ہیں بلکہ ٹھگوں کا ایک پورا گروہ اس شہر میں فریب دہی کی وارداتیں کر رہا ہے۔"

"غغ.... غلط ہے جھوٹ ہے.... میں ہیڈ مسٹریس ہوں۔"

"اگر آپ کا ظاہر اس بات کا اعلان کرتا رہے کہ آپ ٹھگ ہیں تو کون آپ کے فریب میں آئے گا۔"

"ٹھہریئے میں قاسم کو یہیں بلواتا ہوں۔"

حمید نے ویٹر کو بلانے کے لئے دیوار سے لگی ہوئی برقی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ کچھ دیر بعد ویٹر آ گیا جسے حمید نے قاسم کا حلیہ بتا کر پھر واپس بھیج دیا۔ یہاں منیجر اور دردانہ ایک دوسرے کو گھور رہے تھے اور حمید ایسی بے تعلقی سے دوسری طرف دیکھ رہا تھا جیسے اُن دونوں سے اس کی جان پہچان ہی نہ ہو۔

وہ اسی وقت چونکا تھا جب قاسم کے بھاری قدموں کی آواز سنی تھی۔ وہ دروازے ہی میں تھا کہ حمید نے اُسے آنکھ ماری اور قاسم بوکھلا گیا۔ پھر شرمیلی سی مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر نظر آئی۔

"یہ ہیں قاسم صاحب۔ کیا آپ انہیں نہیں پہچانتیں۔"

"میں نہیں پہچانتی۔"

قاسم نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ حمید نے پھر آنکھ ماری اور اُس نے مضبوطی سے اپنے ہونٹ بند کر لئے۔

"آپ انہیں اچھی طرح جانتی ہیں۔ جانتی نہ ہوتیں تو لوگوں سے یہ کیوں کہتیں کہ قاسم آپ کا شوہر ہے۔"

"یہ غلط ہے.... بالکل غلط ہے.... کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔"

"میں ثابت کر سکتا ہوں.... ایک تاجر نے قاسم کو دور سے آپ کو پہچنوایا تھا اور بتایا تھا کہ اسی عورت نے آپ کی بیوی کے نام سے کافی سامان قرض خریدا ہے کیوں قاسم صاحب۔"

"غاں... غاں...!" قاسم بوکھلا کر اثبات میں سر ہلانے لگا۔ ویسے اسکا چہرہ بھی فق ہو گیا تھا۔

"اب فرمایئے محترمہ! میرا خیال ہے کہ آپ ان سے سمجھوتہ کر لیجئے۔ یعنی اگر یہ اپنی درخواست واپس لے لیں اسی صورت میں آپ کو چھوڑا جاسکے گا۔ ورنہ فی الحال گرفتاری.... اور اس کے بعد مقدمہ....!"

"میرے ساتھ فراڈ ہو رہا ہے۔" عورت ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

پرانی آگ

کار عشرت ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔ لیکن وہ تنہا نہیں تھی۔ پچھلی نشست پر واصف موجود تھا.... اس نے کہا تھا کہ وہ پچھلی ہی نشست پر بیٹھے گا کیونکہ ہوا معمول سے زیادہ خنک تھی اور روانگی سے پہلے ہی چونکہ اُسے کچھ چھینکیں آچکی تھیں اس لئے وہ خنک ہوا اور نزلے کی تحریک کی بحث چھیڑ کر پچھلی ہی نشست پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ شروع ہی سے وہ ظاہر کرتا رہا تھا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

موسم پچھلے دن سے ایسا ہی تھا۔ بالکل یہی معلوم ہوتا تھا جیسے جنوری پھر پلٹ آیا ہو۔ سردی بڑھ گئی تھی۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور کبھی کبھی ترشح بھی ہونے لگتا تھا۔ آج عشرت ڈاکٹر واصف کے ساتھ اس کی قیام گاہ دیکھنے جارہی تھی۔

اس دوران میں وہ اس سے کافی مانوس ہو گئی تھی کیونکہ وہ اُسے ہر معاملے میں عجیب نظر آیا تھا.... روزانہ شام کو وہ ساتھ ہی تفریح کے لئے باہر جایا کرتے تھے اور واصف ایک آدھ بار اُسے اُس عمارت کی طرف بھی لے گیا تھا جس کے ایک فلیٹ میں فخری کا قتل ہوا تھا لیکن خود عشرت نے بھی یہی محسوس کیا تھا کہ وہاں کوئی اُسے پہچان نہیں سکا۔ کیونکہ وہ اب مستقل طور پر مشرقی لباس میں رہنے لگی تھی۔ بالوں کا جوڑا ہی لگاتی تھی۔ لپ اسٹک کا استعمال قطعی ترک کر دیا تھا۔ بڑھے ہوئے ناخن تراش لئے تھے اور ناخنوں سے نیل پاش کی تہہ اکھاڑنے کی کوشش کی تھی۔

اس کے اکثر ملنے والوں نے بھی اُسے فوراً پہچان لینے میں دشواری محسوس کی تھی۔

پھر عشرت ڈاکٹر واصف کی ذہانت کی قائل کیوں نہ ہو جاتی۔ وہ اُسے دوبارہ اپنے پیروں

کھڑے ہونے میں مدد دے گی۔ وہ اُس سے بہت زیادہ متاثر ہوئی تھی۔ اُس کی باتیں وزن دار ہوتی تھیں اور وہ کوئی بہت زیادہ تعلیم یافتہ آدمی معلوم ہوتا تھا.... اکثر ڈوبے ہوئے فلسفیوں کی سی گفتگو کرنے لگتا۔ کبھی ٹیگور کی گیتا نجلی کے بعض ٹکڑے دہرا کر تصوف کے مسائل چھیڑ دیتا اور اس سلسلے میں مشرق اور مغرب کے تمام صوفی فلسفی کھنگال کر رکھ دیئے جاتے۔

عشرت اس سے مل کر بے حد خوش تھی۔ مگر اکثر اُسے حیرت بھی ہوتی کہ اتنا پڑھا لکھا آدمی اسٹیج کا ایکٹر کیسے بن گیا ہو گا لیکن ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس سے اسکے متعلق کچھ پوچھتی۔

کار شہر کی پر رونق سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ رات کے آٹھ بجے تھے۔ سردی اتنی ہی شدید تھی کہ عشرت کو گرم کپڑے دوبارہ نکالنے پڑے تھے اور وہ غرارہ سوٹ پر لمبا کوٹ پہن کر بے حد خوش ہوئی تھی۔ کیونکہ اس طرح اس کی دلکشی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

"ڈاکٹر.... میں دیکھوں گی کہ آپ رہتے کس طرح ہیں۔" اُس نے واصف کو مخاطب کیا۔

"جانوروں کی طرح....!" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"کچھ دیر بعد آپ دیکھ ہی لیں گی۔"

"مگر ڈاکٹر.... آخر اس بیچارے فخری کا کیا ہو گا.... مطلب یہ کہ....!"

"آپ براہِ کرم فخری کا تذکرہ نہ چھیڑا کریں۔ وہ بڑا خطرناک آدمی تھا۔ کبھی نہ کبھی آپ بھی کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جاتیں۔ اس کا مر جانا ہی اچھا ہوا۔ نہ وہ مرتا اور نہ پولیس اس کے متعلق چھان بین کرتی اور نہ یہ معلوم ہو سکتا کہ وہ ایک غیر ملکی جاسوس کی حیثیت سے ملک و قوم سے غداری کا مرتکب ہو رہا تھا۔ آج کل اس کے کئی دوست الجھنوں میں پڑ گئے ہیں کیونکہ پولیس ان پر سختیاں کر رہی ہے۔ غالباً اُسے ان پر بھی غیر ملکی جاسوس ہونے کا شبہ ہے۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے سارے ہی ملنے والے اس گندگی سے ملوث رہے ہوں۔ آپ اپنی ہی مثال لے لیجئے۔ آپ صرف اس کی ادبی صلاحیتوں کی قدر داں تھیں۔ لیکن اگر آج پولیس کو اس کا علم ہو جائے کہ آپ ہی نے فون پر فخری کے قتل کی اطلاع دی تھی تو پھر دیکھئے کہ کیسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شائد مسٹر تیمور بھی اس جھٹکے میں آجائیں۔"

"کیوں....؟"

"پولیس اچانک آپ کی کوٹھی پر چھاپہ مار کر تلاشی لینا شروع کر دے۔"

"تو ڈیڈی پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔"

"بہت کچھ پڑ سکتا ہے۔ محترمہ عشرت۔ وہ اپنے بزنس کا اصلی حساب گھر پر ہی رکھتے ہوں گے اور اس سے تو آپ کو انکار ہو نہیں سکتا کہ اس کالے دور میں کسی کے بھی ہاتھ بلیک مارکیٹنگ سے پاک رہے ہوں۔"

"اوہ....!" عشرت یک بیک خاموش ہو گئی اور وہ کہتا رہا۔ "اب آپ خود سوچیے اگر مسٹر تیمور اس تلاشی کی وجہ سے کسی الجھن میں پڑے تو آپ کی طرف سے ان کے جذبات کیا ہوں گے۔ آپ خود غور کیجیے۔"

"ٹھیک ہے۔" عشرت نے ٹھنڈی سانس لی۔ "میں جانتی ہوں کہ ڈیڈی کے ہاتھ بھی ملوث ہیں۔ لیکن اُن لوگوں کا فلسفہ ہی الگ ہے۔ یہ بلیک مارکیٹنگ کو قابل مذمت نہیں سمجھتے۔"

"اوہو! میں کب کہتا ہوں کہ آپ ان سے متفق ہوں گی۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ ہر آدمی اپنی برائیوں کے لئے کوئی نہ کوئی جواز پیدا ہی کر لیتا ہے۔ اگر برائیاں اپنے اصل روپ میں لوگوں کو نظر آ جائیں تو ان کی ہمت ہی نہ پڑے ان کی طرف جانے کی۔"

"میں آپ سے متفق ہوں کہ میرا پولیس کے سامنے نہ آنا ہی بہتر ہوا ہے۔"

"وہ تو ہونا ہی پڑے گا۔ حالات ہی ایسے ہیں۔ پولیس کو اس کی پرواہ نہیں ہے کہ فخری کو کس نے قتل کیا اور نہ وہ قتل کی وجہ ہی جاننا چاہتی ہے۔ اُسے قاتل کی بھی تلاش نہیں ہے.... وہ تو بس اس فکر میں ہے کہ اسی سلسلے میں اُن لوگوں کو کھود نکالے جو کسی دوسرے ملک کے لئے سراغ رسانی کرتے رہے ہیں۔ پولیس کا خیال ہے کہ فخری ہی کے سلسلے سے تعلق رکھنے والا ایک بہت بڑا گروہ یہاں سرگرم عمل ہے اور کسی یوریشین لڑکی کا وجود.... آپ خود سوچیے۔"

"مجھے تو وہ خصوصیت سے اس کی ساتھی جاسوس سمجھ رہے ہوں گے۔"

"اصلیت یہی ہے اور اسی وجہ سے مجھے فکر ہے کہ کچھ دنوں تک پولیس کی رسائی آپ تک نہ ہو سکے۔ اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہاں اگلے چوراہے سے دائیں جانب موڑ لیجیے.... اور.... ٹھیک ہے.... بس تھوڑی ہی دور چلنا ہو گا۔"

"کیا آپ اسی سڑک پر رہتے ہیں۔"

"جی ہاں.... تیرھویں عمارت میں۔"

"کسی کے ساتھ رہتے ہیں۔"

"نہیں! تنہا رہتا ہوں۔ کسی کا ساتھ مجھے پسند نہیں ہے۔ کسی ایسے ساتھی کے تصور ہی سے دم الجھنے لگتا ہے جو ہم خیال نہ ہو۔"

عشرت کچھ نہ بولی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس سڑک کی ساری عمارتوں میں مالدار ہی رہتے ہیں۔ اگر کوئی عمارت کرائے پر بھی لی جائے تو کم از کم ایک ایسا آدمی تو ہرگز اس کا بار نہیں اٹھا سکتا جو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کر رہا ہو۔

"بس بائیں جانب والی اگلی عمارت کے پھاٹک میں موڑ لیجیے گا۔ پھاٹک کھلا ہوا ہے۔" واصف نے کہا۔ عشرت نے کار کی رفتار بہت کم کر دی اور پھاٹک میں مڑتے وقت اس کی نظر نیم پلیٹ پر پڑی جس پر "ڈاکٹر واصف" ہی تحریر تھا اور نام کے نیچے ڈگریوں کی فوج آراستہ تھی۔

عشرت کا دل دھڑکنے لگا.... اس وقت یک بیک اُسے خیال آیا تھا کہ کہیں ڈاکٹر واصف خود ہی غیر ملکی جاسوسوں کے اُس گروہ سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ جس کی پولیس کو تلاش ہے اور.... تو کیا.... یہ اُسے کسی چکر میں پھانسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ عشرت نے بڑی مضبوطی سے دانت پر دانت جما لئے۔ مگر کیا اس سے کوئی خطرہ ٹل جاتا۔

"بس پورچ کی طرف لے چلیے۔" واصف نے کہا۔

عشرت کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا.... گاڑی پورچ میں روک دی گئی.... وہ ایک طویل روش سے گذر کر پورچ تک آئی تھی۔ کمپاؤنڈ کافی وسیع تھا اور چاروں طرف پھولوں کے تختے بکھرے ہوئے تھے۔ پائیں باغ بڑے سلیقے سے ترتیب دیا گیا تھا۔

"بس یہی ہے غریب خانہ....!" واصف نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔

عشرت نے ایک طویل سانس لی اور وہ بھی نیچے اُتر آئی۔

"آئیے....!" واصف پورچ سے برآمدے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ عمارت کی کرسی کافی اونچی تھی۔ پانچ زینے طے کرنے کے بعد وہ برآمدے میں آئے۔ کچھ دیر بعد وہ ایک کمرے میں تھے۔ لیکن یہ کمرہ نشست کا کمرہ نہیں ہو سکتا تھا۔

لفظ "ڈاکٹر" کی رعایت سے اسے آپریشن تھیٹر ہی کہا جا سکتا تھا۔

"بیٹھئے....!" واصف نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "ارے آپ کچھ گھبرائی ہوئی سی نظر آ رہی ہیں۔ کیا بات ہے.... بالکل ایٹ ایز ہو جایئے.... یہ خانہ بے تکلف ہے۔"

"نہیں.... میں بالکل ایٹ ایز فیل کر رہی ہوں۔" عشرت.... خواہ مخواہ ہنس پڑی لیکن ساتھ ہی اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان بھی پھیری تھی۔ چہرہ.... دھواں.... دھواں.... ہو رہا تھا.... اور آنکھوں میں خوف صاف پڑھا جا سکتا تھا۔

"نہیں آپ کوئی خلش محسوس کر رہی ہیں۔" واصف نے سنجیدگی سے کہا۔

عشرت کچھ سوچنے لگی پھر کچھ دیر بعد آہستہ سے بولی۔ "یقیناً میں الجھن میں پڑ گئی تھی۔ مگر اب یہ الجھن بھی رفع ہو گئی ہے۔ بھلا آپ میں کون سی ایسی بات ہے جس میں دوسروں کے متحیر کر دینے والے پہلو موجود نہ ہوں۔"

"آہا.... تو کیا آپ میرے متعلق کسی الجھن میں مبتلا ہو گئی تھیں۔"

"جی ہاں.... کیا یہ بات الجھن کے لئے کافی نہیں ہے کہ آپ کے رہن سہن کا طریقہ میری توقع کے خلاف ثابت ہوا ہے۔"

واصف نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر عشرت کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "ہاں آپ کو حیرت ہو سکتی ہے کہ اس سطح کا کوئی آدمی اپنی مفلسی اور ناداری کا رونا کیوں روتا پھرتا ہے۔"

عشرت کچھ نہ بولی۔ اس کی یہ خاموشی واصف کے اس خیال کی تائید ہی معلوم ہو رہی تھی۔

کچھ دیر بعد واصف نے پھر کہا۔ "حیرت کی بات ہی ہے۔ آخر مجھے کیا پڑی تھی کہ میں نے آپ کے لئے اتنا وقت برباد کیا اور اب بھی کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے کوئی نہ کوئی غرض ضرور ہو گی۔"

"دیکھئے آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"میں بالکل صحیح سمجھ رہا ہوں۔ محترمہ عشرت! اور آپ کا یہ خیال بھی درست ہے کہ میری اس بھاگ دوڑ سے کوئی غرض وابستہ ہے۔ ذرا ایک منٹ ٹھہریئے میں آپ کو سمجھا دوں گا۔"

وہ اٹھ کر ایک چھوٹی سی الماری کے قریب آیا جو بظاہر ایک ریفریجریٹر معلوم ہو رہی تھی.... لیکن وہ کسی ریفریجریٹر کی طرح سامنے سے نہیں کھولی گئی بلکہ اوپری سطح سے ایک ڈھکن

اوپر اٹھ گیا۔ یعنی وہ کسی صندوق کی طرح کھلی تھی۔ آصف تھوڑی دیر تک اس پر جھکا رہا پھر ڈھکن بند کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس میں سے کسی عورت کی آواز آنے لگی۔

عشرت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ یہ خود اسی کی آواز تھی.... وہی ٹیلیفونی اطلاع جو اس نے فخری کے قتل کے متعلق پولیس کو دی تھی۔ اُسے اپنا دل سر میں دھڑکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ پھر آواز آنی بند ہو گئی اور واصف مسکراتا ہوا اس کی طرف مڑا۔

"آپ اس پر متحیر ہوں گی محترمہ عشرت۔ مگر یاد کیجئے۔" اس نے کہا۔ "اس دن جب ٹیلی فون بوتھ سے پولیس کو اطلاع دے رہی تھیں تو میں بوتھ کے دروازے میں کھڑا آپ کی آواز ریکارڈ کر رہا تھا۔ میرے ہاتھ میں ایک پورٹیبل ٹیپ ریکارڈر تھا۔"

"مگر آپ نے ایسا کیوں کیا تھا۔" عشرت پاگلوں کی طرح چیخی۔

"آپ پر قابو پانے کے لئے محترمہ عشرت۔"

"کیا مطلب....!"

آج اس قتل کو دس دن ہو چکے ہیں اور وہ ایک غیر ملکی جاسوس تھا۔ آپ نے پولیس کو اس قتل کی اطلاع دی۔ لیکن اپنا نام نہیں بتایا۔ اگر اب پولیس کو اس کا علم ہو جائے تو آپ جیل میں ہوں گی۔ شائد ضمانت بھی نہ ہو سکے۔ کیونکہ جن لوگوں پر غیر ملکی جاسوس ہونے کا شبہ ہوتا ہے وہ سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کئے جاتے ہیں۔ بہر حال میں یہی چاہتا تھا کہ آپ کچھ دنوں تک پولیس کو بیان نہ دے سکیں۔ اس کے بعد پھر آپ خود ہی اس کی ہمت نہ کر سکیں گی۔"

"مگر اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوا.... بولو بتاؤ۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

"اب میں ایک بہت پرانی آگ بجھا سکوں گا محترمہ عشرت.... وہ آگ جس نے میری روح تک کو جھلسا دیا ہے۔"

چیخیں

"اور پھر وہ بُری طرح نروس ہو گئی۔" کیپٹن حمید نے مسکرا کر کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ کرنل فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

حمید نے پائپ سلگا کر دھوئیں کے گنجان مرغولے بکھیرتے ہوئے کہا۔ ''میں اور قاسم اُ[سے]
منیجر کے کمرے سے نکال لائے اور پھر اس سے ایک طویل گفتگو ہوئی۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ [اس]
کے گرد پھیلایا جانے والا جال کافی مضبوط ہے اور وہ کسی طرح بھی اپنی گردن نہ چھڑا سکے گی۔''
اُس نے بتایا کہ دلاور مرزا اسے بلیک میل کر کے اکثر اس قسم کے کام لیتا رہا ہے۔ لیکن اُ[سے]
یقین ہے کہ دلاور مرزا اس کا اصلی نام نہیں ہو سکتا۔ اس کی دانست میں وہ ایک پُراسرار آدمی [ہے]
اور اُس نے اُسے اب تک اپنا صحیح پتہ نہیں بتایا.... اور جب سے میں نے اس سے اس کے متع[لق]
پوچھ گچھ شروع کی ہے وہ اس سے ملا بھی نہیں ہے۔

''اس نے یہ نہیں بتایا کہ کس سلسلے میں اُسے بلیک میل کر رہا ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''وہ مونٹیسری اسکول کی ہیڈ مسٹریس ہے۔ اپنی ملازمت نہیں گنوانا چاہتی۔ دلاور مرزا اُ[س]
کی بعض کمزوریوں سے واقف ہے اور اس کے خلاف کچھ ثبوت بھی رکھتا ہے۔ دردانہ کا خیال [ہے]
کہ اگر اس نے وہ ثبوت اسکول کی مینجنگ کمیٹی کے سامنے پیش کر دیئے تو اُسے ملازمت سے ہا[تھ]
دھونے پڑیں گے۔''

''اب تک وہ اسے کن حرکتوں پر مجبور کر چکا ہے۔''

''اسی کے بیان کے مطابق وہ اکثر اسے فریب دہی کے سلسلے میں استعمال کرتا رہتا ہے۔
ہائی سرکل کے منیجر ہی کا قصہ لے لیجئے۔ غالباً دلاور مرزا ہی کے اشارے پر وہ منیجر سے رومان [لڑا]
بیٹھی ہوگی۔ منیجر ڈرپوک اور بے وقوف قسم کا آدمی ہے۔ احساسِ کمتری میں بھی مبتلا ہے اس [لئے]
دلاور مرزا اُسے ڈرا دھمکا کر تین ہزار وصول کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا.... اس دلاور مرزا [کو]
اپنا شکار منتخب کرنے میں بھی بڑی کدوکاوش سے کام لینا پڑا ہوگا۔''

''ہوم.... پھر تم نے اس عورت کا کیا.... کیا....!''

''کچھ نہیں۔ دلاور مرزا پر ہاتھ ڈالنے کے لئے ضروری تھا کہ میں فی الحال اُسے چند ہدایا[ت]
دے کر چھوڑ دیتا۔''

''میں نے اُسے سمجھا دیا ہے کہ وہ دلاور مرزا کو اس پوچھ گچھ کے متعلق کچھ نہ بتائے بلکہ [پہلے]
ہی کی طرح اس سے ملتی رہے۔''

''اس سے کیا فائدہ ہوگا....!'' فریدی نے پوچھا۔

''کھانسی میں بھی فائدہ ہوگا اور بخار بھی کم ہو جائے گا۔'' حمید جھلا گیا اور فریدی بے اختیار
مسکرا پڑا۔ پھر اس نے کہا۔ ''آخر تمہیں اس دلاور مرزا کی اتنی فکر کیوں ہے۔''

''وہ اس یوریشین لڑکی سے ضرور واقف ہے جس کی ہمیں فخری کے قتل کے سلسلہ میں
تلاش ہے۔''

فریدی سگار سلگا رہا تھا.... لائٹر بجھا کر وہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''مونٹیسری
اسکول کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔''

''وہاں صرف فرنچ پڑھائی جاتی ہے۔''

''اور کچھ....!''

''وہ اسکول ایک عمارت میں ہے۔'' حمید جلے کٹے لہجے میں بولا۔ ''تیرہ دروازے ہیں اور
ساڑھے تین کھڑکیاں پونے پچاس روشندان ہیں۔''

''میں وہاں تعلیم حاصل کرنیوالوں کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

''چارلس اول سے لے کر جارج ششم تک سبھی وہاں پڑھنے آتے ہیں۔''

''تم اپنا وقت برباد کرتے رہے ہو۔'' فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''اور اس وقت بھی جھک مار رہا ہوں۔''

''یقیناً! دردانہ کے سلسلے میں تمہیں اس حد تک نہیں بڑھنا چاہئے تھا۔''

''کیوں؟ اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ کسی دلاور مرزا سے اپنی جان پہچان تک کا اعتراف نہ کرتی۔''

''اوہو.... تو تم اس سے اسی کا اعتراف کرانا چاہتے تھے۔''

''یقیناً....!''

''اچھا تو اس نے اعتراف کر لیا ہے.... پھر اب تم اس کا کیا بگاڑ لو گے۔''

''یہ اُس وقت بتاؤں گا جب دلاور مرزا ہاتھ آ جائے۔''

''اگر دلاور مرزا کے ہاتھ آ جانے کے امکانات ہوتے تو وہ کبھی اس کا تذکرہ نہ کرتی۔''

''آپ یہاں بیٹھ کر جو دل چاہے کہہ سکتے ہیں.... کوئی آپ کی زبان نہیں روک سکتا۔''

فریدی مسکرایا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ''کیا تمہیں اس کا علم نہیں ہے کہ میں عرصہ سے مسز
وارنر کی فکر میں ہوں۔''

"جی ہاں مجھے علم ہے کہ آپ عموماً بوڑھیوں ہی کی فکر میں رہا کرتے ہیں۔"

"بکواس مت کرو اٹھو.... میں آج تمہیں بہت کچھ دکھاؤں گا۔"

"اس وقت گیارہ بجے ہیں۔" حمید نے گھڑی دیکھ کر جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"بجے ہوں گے.... چلو اٹھو....!"

"میں دردانہ والے معاملے میں کافی تھک چکا ہوں اور مجھے ابھی یہ بھی سوچنا ہے کہ قا سے اپنی گردن کیسے بچائی جائے۔ وہ اس موٹی عورت پر بُری طرح عاشق ہو گیا ہے۔"

"اُسے درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کام کے ساتھ اگر تفریح بھی ہو جائے تو کیا حرج ہے۔"

"بس تو اب میں بھی اس تفریح سے محظوظ ہونا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب....!"

"قاسم ہی سے تمہاری مرمت کراؤں گا۔"

حمید نے ایک طویل سانس لی اور چپ چاپ اٹھ گیا۔ اس معاملے میں وہ فریدی سے بہت ڈرتا تھا کیونکہ اُس کی تفریح بھی خطرناک ہوتی تھی۔

کچھ دیر بعد فریدی کی لنکن کمپاؤنڈ سے نکل رہی تھی۔ فریدی ہی اسٹیئر کر رہا تھا اور حمید بھی اگلی ہی سیٹ پر تھا اس نے کہا۔ "مگر یہ بات کہاں سے شروع ہوئی تھی.... کیا یہ سب کچھ فخری ہی کے سلسلے میں ہو رہا ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔" فریدی نے کہا۔ "اس تعلق کی اطلاع تو مجھے تم نے ہی دی تھی۔"

"آخر مسز وارنر پر آپکو کس چیز کا شبہ ہے اور اسکے سلسلے میں آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کا جو کاروبار ہمارے علم میں آیا تھا اسمیں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں تھا۔"

"یعنی کہ اس کے بورڈنگ میں لڑکیوں کا کاروبار ہوتا تھا۔"

"بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر اور منظم طریقے سے۔"

"مگر اب تو.... وہ گم نامی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ ٹویوڈا نے اس کو ذہنی طور پر مفلوج کر دیا تھا۔"

"مجھے اس میں بھی شبہ ہے۔ بہر حال بہت جلد وہ روشنی میں آجائے گی۔ نہ صرف وہ بلکہ اس

کا ایک سرپرست بھی۔"

"آہا تو وہ کوئی سرپرست بھی رکھتی ہے۔"

"میرا خیال ہے۔"

"لیکن ابھی آپ کچھ نہ بتا سکیں گے۔"

"نہیں....!"

"اچھا آپ فخری ہی کے متعلق کچھ بتا دیجئے۔"

"اسکے متعلق میری معلومات بھی اتنی ہی ہیں جتنی تمہاری یا کسی تیسرے آدمی کو ہو سکتی ہیں۔"

"مگر آج آپ نے جاذب کے اس شیٹ پر کوئی کلیو تلاش کیا تھا۔"

"ہاں.... لیکن وہ قتل کے سلسلے کا کلیو نہیں ہو سکتا۔ بلکہ "میری لاش" کا ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب.... کیا وہ اشتہار۔"

"ہاں.... وہ اشتہار.... کیا اس اشتہار کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ اس نے کسی کو اپنی خودکشی سے مطلع کیا تھا۔"

"مگر کیا سوچی سمجھی ہوئی خودکشی کے لئے خنجر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ زندگی سے تنگ آئے ہوئے لوگ بھی کم از کم جسمانی اذیت سے توڈرتے ہیں۔ اس لئے وہ کوئی ایسا ہی ذریعہ اختیار کرتے ہیں کہ چشم زدن میں زندگی کا خاتمہ ہو جائے یعنی وہ مرنے کے سلسلے میں بھی جسمانی اذیت سے دوچار نہ ہو سکیں!"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے وہ خودکشی نہیں تھی.... قتل ہی تھا۔"

"پھر وہ اشتہار....!" حمید بڑبڑایا۔ "اس کا بھی تو سراغ نہ مل سکا جس کیلئے اشتہار دیا گیا تھا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ کار سڑک پر دوڑتی رہی۔ ابھی سڑکیں ویران نہیں ہوئی تھیں۔

"اس وقت ہم کہاں جا رہے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"مونٹیسری اسکول....!"

"ہام.... تو کیا.... مگر وہ بچوں کا اسکول ہوگا۔"

"یہ کیسے سمجھ لیا تم نے....؟"

"ارے.... مادام مونٹیسری کے نام سے عموماً کنڈر گارڈن ہی کھولے جاتے ہیں۔"

"ہوں.... تو یہ ہیں تمہاری معلومات۔ اس اسکول کے متعلق بڑے تیر مارتے پھرے ہو حمید صاحب۔"

"میں تو صرف دردانہ کے متعلق چھان بین کرتا رہا تھا۔ مسز وارنر جیسی بوڑھیوں کے چکر میں نہیں رہتا۔ کیا سمجھے جناب۔"

"مونٹیسری اسکول میں بالغ اور فارغ التحصیل لڑکیاں! صرف فرانسیسی زبان کی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اس میں بورڈنگ بھی ہے۔"

"اوہ.... مگر میں بڑا بدنصیب ہوں۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیوں....؟"

"مجھے پہلے اس قسم کے کسی اسکول کا علم نہیں تھا۔ ورنہ مجھے بھی فرنچ پڑھنے کا بے حد شوق ہو جاتا۔ مگر کیا وہ صرف لڑکیوں کے لئے ہے۔"

"ہاں! مگر ایک آدھ زنانے قسم کے لڑکے کے لئے بھی جگہ نکل ہی آتی۔" فریدی نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

کار فراٹے بھرتی رہی۔ مگر اب شہر کی گھنی آبادیاں پیچھے رہ گئی تھیں اور وہ ایک ایسے علاقے سے گذر رہے تھے جہاں خال خال ایک آدھ بڑی عمارت نظر آ جاتی تھی۔

ایک جگہ فریدی نے کار کی رفتار کم کر کے اُسے سڑک کے نیچے اتار دیا اور پھر روک کر مشین بند کرتا ہوا بولا۔

"اُترو....!"

حمید نیچے اتر گیا اور پھر وہ ایک جانب بڑھے....!

"کیا ارادہ ہے....!"

"بورڈنگ کی تلاشی لوں گا۔ میں یہاں اچانک نہیں آیا۔ بلکہ آنا ہی تھا۔ تلاشی کا وارنٹ حاصل کر چکا ہوں۔"

"اوہ.... مگر اس طرح تو آپ انہیں ہوشیار کر دیں گے۔"

"پرواہ نہ کرو۔ اگر انہیں ہوشیار نہ کیا گیا تو اس گندے پودے کی جڑیں باہر نہ آ سکیں گی۔"

"مجھے دراصل اس آدمی کی تلاش ہے جو مسز وارنر کی عدم موجودگی میں بھی اس کا کاروبار

چلاتا رہا تھا ورنہ اس کے پاگل پن کے دوران میں تو اُسے ختم ہی ہو جانا چاہئے تھا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ تیزی سے ایک عمارت کی طرف بڑھتے رہے جس کا پھاٹک کھلا ہوا تھا لیکن پھاٹک پر روشنی نہیں تھی۔ اندر تقریباً تین سو گز کے فاصلے پر اصل عمارت کی متعدد کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں، جن میں کئی رنگوں کے شیشے تھے۔

پھاٹک میں داخل ہو کر وہ عمارت تک پہنچنے کے لئے روش طے کرنے لگے.... لیکن تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ کمپاؤنڈ کے کسی دور افتادہ حصہ سے ایک نسوانی چیخ ابھری اور فضا میں منتشر ہو گئی۔ حمید کے دانت بج اٹھے پتہ نہیں یہ اس چیخ کا ردعمل تھا یا بے موسم سردی کا۔ وہ آواز کی طرف جھپٹے.... چیخ پھر سنائی دی اور پھر وہ ٹھیک اسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک لڑکی زمین پر چت پڑی تھی اور اس کی بائیں بغل کے نیچے ایک خنجر دستے تک پیوست تھا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں.... اور سینہ کسی لوہار کی دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ ٹارچ کی روشنی میں بھی اس نے پلکیں نہیں جھپکائیں۔ اس کے جسم پر لمبا گرم کوٹ تھا۔

خطرناک آدمی

عشرت تین ہی دن میں جھنک گئی تھی.... یہ کوئی معمولی بات تو تھی نہیں کہ وہ ایک بلیک میلر کے پھندے میں پھنس گئی تھی.... مگر سب سے بڑی الجھن تو یہ تھی کہ آخر وہ اس سے چاہتا کیا ہے۔ کیونکہ ابھی تک نہ تو اس نے اس سے کسی قسم کا مطالبہ کیا تھا اور نہ اس کے جسم پر ہی قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی.... وہ اس کے لئے دنیا کا عجیب ترین آدمی تھا۔ جب کھلا نہیں تھا تب بھی وہ اس کی الجھن کا باعث بنا رہا تھا.... اور اب کھل جانے کے بعد بھی پرانی الجھن بدستور قائم تھی۔ یعنی وہ اُس سے کیا چاہتا ہے۔

اس نے اس کی وہ کال ریکارڈ کر لی تھی جو اس نے پولیس اسٹیشن کے لئے ایک پبلک ٹیلیفون سے کی تھی اور اُسے یقین دلایا تھا کہ ٹیپ ریکارڈنگ کا آلہ کوتوالی کے فون سے بھی اٹیچ ہے۔ دن بھر کی کالیں وہاں روزانہ ریکارڈ کی جاتی ہیں۔ پھر اُس نے اُسے پولیس سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی اور کچھ دنوں بعد اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہو گیا تھا۔ یعنی اُس نے یہ سب کچھ محض اسی لئے

کیا تھا کہ وہ کچھ دنوں تک پولیس کو اپنا بیان نہ دے سکے۔ اس نے اپنے باپ سے بھی ان حالات کا تذکرہ نہیں کیا تھا.... پھر اب کیا منہ لے کر اسکے سامنے اس کہانی کو دہراتی۔ کس طرح کہتی کہ خود ہی اپنی گردن پھنسا بیٹھی تھی۔ اگر فخری کوئی غیر ملکی جاسوس نہ ثابت ہوا ہوتا تو شائد وہ عرصہ گذر جانے کے بعد بھی پولیس کو اپنا بیان دے دیتی۔ لیکن اب یہ چیز ڈاکٹر واصف کے خیال کے مطابق اس کی گردن اور بُری طرح پھنسوا دیتی۔ بہر حال وہ بڑی الجھنوں میں پھنس گئی تھی۔

واصف کا حکم تھا کہ وہ روزانہ چھ بجے شام سے آٹھ بجے رات تک اسکے گھر پر موجود رہا کرے خواہ وہ خود وہاں موجود ہو یا نہ ہو۔ عشرت تین دن سے برابر اس کے حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔

آج بھی وہ ٹھیک چھ بجے وہاں پہنچ گئی تھی۔ لیکن واصف موجود نہیں تھا۔ عمارت میں ملازم تھے لیکن اس کی طرف سے اتنے لاپرواہ نظر آ رہے تھے جیسے انہیں اس کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔ وہ ان کے اس رویہ پر دل ہی دل میں کباب ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اُسے اس بلیک میلر سے ڈرنے کی بجائے جم کر اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ اس کا باپ کروڑوں کا مالک تھا۔ پھر کیا وہ اس حقیر کیڑے سے نہ نپٹ سکے گا۔ جو بلیک میلنگ کی کمائی پر بسر اوقات کرتا ہے.... وہ سوچتی رہی.... لیکن آہستہ آہستہ اس کا غصہ کافور ہوتا گیا۔ کیونکہ فخری کا معاملہ پھر سامنے آ گیا تھا۔ واصف کے بیان کے مطابق وہ ایک غیر ملکی جاسوس تھا.... اور اس کے دوستوں کی کڑی نگرانی ہو رہی تھی۔ بعض کی خانہ تلاشیاں بھی ہوئی تھیں۔ پھر وہ تو ایک ایسی لڑکی ہوئی جس نے پولیس کو اس کے قتل کی اطلاع دے کر اپنا نام اور پتہ بتائے بغیر روپوشی اختیار کر لی تھی لہٰذا اُسے تو پولیس اور زیادہ شبہے کی نظر سے دیکھتی اور اگر اس سلسلے میں اس کے گھر کی بھی تلاشی لی جاتی تو کیا ہوتا.... اُس کا باپ اُس صورت میں کن پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے؟ اس کے پوشیدہ حسابات کا ریکارڈ لازماً پولیس کے ہاتھ لگ جاتا اور وہ سونا کہاں چھپایا جاتا جو دوسرے ممالک سے اسمگل کیا گیا تھا اور کافی بڑی مقدار میں مکان ہی میں موجود تھا؟ نہیں اُسے اس بلیک میلر کے سامنے سر جھکانا ہی پڑے گا ورنہ وہ ہر حال میں پولیس کی گرفت میں آ جائے گی۔ کیسی مجبوری تھی....؟ اگر ایسی خراب سچویشن نہ ہوتی تو وہ ایک بلیک میلر کو دیکھ لیتی.... مگر ایسی صورت میں اس کے اشاروں پر ناچتے رہنے کے علاوہ اور کیا چارہ تھا۔

سات بجے واصف اس کمرے میں داخل ہوا جہاں عشرت اس کی منتظر تھی۔

"تم شائد ٹھیک چھ بجے یہاں پہنچ گئی تھیں۔" اس نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"ہاں.... میں پہنچ گئی تھی لیکن خدا کے لئے مجھے کچھ تو بتاؤ۔ آخر تم کیا چاہتے ہو۔"

"کچھ بھی نہیں۔" واصف مسکرایا۔ "میں تمہیں صرف اتنا بتانا چاہتا تھا کہ اب تم بُری طرح میرے قبضے میں ہو اور میں جس طرح چاہوں تمہیں استعمال کر سکتا ہوں۔"

"مجھے اس سے کب انکار ہے۔" عشرت گڑگڑائی۔

"بس فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔"

"دیکھو.... مجھے اس طرح زچ نہ کرو کہ میں خودکشی کر لوں۔"

"خودکشی تو تمہارا مقدر بن چکی ہے.... مگر ابھی اس میں دیر ہے؟"

"آخر کیوں....؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔"

"کچھ بھی نہیں! میں کہتا ہوں! اوہ ختم کرو۔ کیا اور کوئی موضوع نہیں ہے گفتگو کے لئے۔"

"میں پولیس کو اس بلیک میلنگ کی اطلاع دے دوں گی۔" عشرت جھنجھلا گئی۔

"میں نے تمہیں اس سے روکا نہیں ہے۔ آج سے تین دن پہلے ہی تم ایسا کر سکتی تھیں۔"

"میں اب کروں گی....!"

"شوق سے! مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

عشرت دانت پیس کر رہ گئی۔ اس کا بس چلتا تو وہ اُسے کچا ہی چبا ڈالتی۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "تو میں کب تک اس الجھن میں رہوں گی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں اس الجھن سے نجات پا جانے کی تاریخ نہ بتا سکوں گا۔"

"آخر بتا دینے میں کیا حرج ہے۔"

"مجھے اس پر مجبور نہ کرو عشرت ورنہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں جلد ہی خودکشی کر لینی پڑے۔"

عشرت خاموش ہو گئی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس وقت اس کے ذہن میں کچھ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت نہیں رہ گئی تھی۔

واصف خود بھی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "اگر تم رات بھر گھر سے غائب رہو تو کیا اس پر مسٹر تیمور کو تشویش ہوگی۔"

"کیوں! تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔" عشرت نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"بس یونہی.....!"

"میں پاگل ہو جاؤں گی۔" عشرت اپنی پیشانی رگڑنے لگی۔

"اس سے پہلے ہی مجھے کچھ نہ کچھ کر گزرنا ہے۔" واصف مسکرایا۔

"ذلیل کتے! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے۔" عشرت دانت پیس کر چیخی۔

"زبان بند کرو۔" ایک بھرپور طمانچہ اس کے گال پر پڑا اور وہ کرسی سے فرش پر جا پڑی۔ پھر کمر پر ایک لات بھی پڑی۔ واصف اُسے گندی گندی گالیاں دے رہا تھا اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے فرش پر پڑی سسکیاں لے رہی تھی۔

مگر یہ احساس بے بسی نہیں تھا..... بلکہ شدید ترین غصے نے نہ صرف اس کا دماغ ماؤف کر دیا بلکہ اس کا ردعمل جسم کی کپکپاہٹ اور سسکیوں کی شکل میں بھی ظاہر ہوا تھا۔ بس وہ ایک ذہنی کیفیت تھی جسے نیم بیہوشی ہی کہا جاسکتا تھا۔

کچھ دیر تک وہ اسی طرح پڑی رہی اور پھر اس کا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا..... اور واصف کی گالیاں اس کے کانوں میں گونجنے لگی..... وہ چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح مچلی اور اٹھ بیٹھی۔ اسکی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

"میں تمہیں فنا کردوں گی۔" وہ سانپ کی طرح پھنکاری۔

واصف نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ "تم اس اسٹیج میں ہو جہاں نہ تمہاری دولت کام آسکتی ہے اور نہ تمہارے باپ کا اثر ورسوخ۔"

غصے کی زیادتی کی وجہ سے وہ صرف ہونٹ ہلا کر رہ گئی۔ آواز حلق میں پھنس رہی تھی۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ کہنے کے لئے اُسے کافی جسمانی قوت صرف کرنی پڑے گی۔

بس وہ اُسے خونخوار نظروں سے گھورتی رہی۔

واصف کہہ رہا تھا۔ "تمہیں میرے اشاروں پر ناچنا ہی پڑے گا۔ میرے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ تم پر ہی منحصر نہیں ہے پتہ نہیں کتنی میرے اشاروں پر ناچ رہی ہیں۔ لیکن ان میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ کسی سے اس کا تذکرہ بھی کر سکیں اور اگر تم نے بھی کبھی میرے سامنے سر اٹھانے کی جرأت کی تو تمہارے خاندان کی ساری عزت اور ساکھ خاک میں مل جائے گی..... میں ہر طرف سے اپنی پوزیشن مضبوط رکھنے کا عادی ہوں۔"

عشرت نے یہی مناسب سمجھا کہ اس وقت خاموش رہے جس طرح اس نے مکاری سے مات کھائی ہے اسی طرح وہ بھی اپنے موقع کی منتظر رہے۔ کیا خود وہ اپنی ذہانت کو ان راہوں پر نہیں موڑ سکتی تھی۔ جن راہوں پر اُسے فریب دے کر لایا گیا تھا اور پھر دھوکے ہی میں رکھ کر شکست دی گئی تھی؟ مگر اس وقت بھی اس کا ذہن رہ رہ کر اسی سوال میں الجھ رہا تھا کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے؟

واصف اُسے گھورتا رہا..... پھر یک بیک مسکرا کر بولا۔ "مجھے تم پر رحم بھی آتا ہے... اس لئے میں تمہیں کچھ رعائتیں بھی دوں گا! مثلاً اگر تم میرے کسی گاہک کو اپنی شکل نہ دکھانا چاہو تو نقاب بھی استعمال کر سکو گی۔ میرے گاہکوں کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ میرے سارے گاہک شریف اور ذی عزت ہیں۔"

"کیا مطلب.....!"

"میں لڑکیوں کا بیوپاری ہوں اور اپنے اس کاروبار کے سلسلے میں مجھے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ زندگی کو خطرے میں ڈالنا پڑتا ہے..... تم اپنا ہی معاملہ لے لو۔ پولیس تمہاری تلاش میں تھی اور میں تمہیں ساتھ لئے پھرتا تھا۔ اگر کبھی تمہارے ساتھ پکڑا گیا ہوتا تو کیا حشر ہوتا میرا.... مگر کچھ بھی ہو۔ مجھے تم پر رحم آتا ہے۔ اگر تم اپنا چہرہ گاہکوں کو دکھانا پسند نہیں کرو گی تو تمہیں اس پر مجبور بھی نہیں کیا جائے گا۔ میرے گاہک بھی نہیں مجبور کریں گے۔"

"خدا کے لئے ایسا نہ کرو۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔ "اس طرح ذلیل نہ کرو۔ میں بڑی سے بڑی رقم تمہارے لئے مہیا کر سکتی ہوں۔ میں اب تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔ ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے اس راہ پر نہ چلاؤ۔"

عشرت یک بیک رو پڑی۔

"ہونہہ..... بڑی سے بڑی رقم میرے جوتے کی نوک پر رکھی رہتی ہے.... مگر یہ تو میری تفریح بھی ہے ننھی لڑکی.....! نہیں مجھے کسی بڑی رقم کی ضرورت نہیں ہے.... تم پر اتنا زیادہ رحم بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

خوفزدہ لڑکی

حمید کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ لڑکی ابھی زندہ تھی۔ فریدی اس کے قریب ہی دوزانو بیٹھ گیا۔ خنجر کے قبضے پر رومال ڈال کر اُسے کھینچ لیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اُسکے منہ سے ہلکی سی آواز نکلی۔

"یہ تو زمین میں پیوست تھا۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔ "لڑکی اٹھو.... تم ٹھیک ہو۔ ڈرو نہیں اب خود کو محفوظ سمجھو۔"

حمید بھی جھک پڑا.... لیکن فریدی نے ٹارچ بجھادی تھی۔

"ٹارچ مت روشن کرنا....!" اُس نے اس سے کہا۔

حمید نے چاروں طرف دیکھا۔ کمپاؤنڈ بہت طویل و عریض تھی اور یہ حصہ بالکل ہی ویران تھا اور یہاں زیادہ تر خودرو جھاڑیاں تھیں اور کہیں کہیں یہ قدِ آدم سے بھی اونچی ہو گئی تھیں۔

چاروں طرف گہرا سناٹا تھا.... حمید کو اس پر حیرت تھی کہ ابھی تک عمارت سے کوئی بھی باہر نہیں نکلا۔ حالانکہ لڑکی کی چیخیں وہاں تک ضرور پہنچی ہوں گی۔

"لڑکی اٹھو.... تم بالکل محفوظ ہو۔ حملہ آور بھاگ گیا۔"

"میں.... مم.... مم....؟" لڑکی نے ہچکیوں اور سسکیوں کے درمیان کچھ کہنا چاہا لیکن نہ کہہ سکی۔

بدقت تمام انہوں نے اُسے وہاں سے اٹھایا۔ اب بھی قرب و جوار میں کسی قسم کی آہٹ نہ سنائی دی۔ حمید نے سوچا ممکن ہے عمارت میں سب سوئے پڑے ہوں۔ مگر پھر پھاٹک کیوں کھلا ہوا تھا۔ کیا حملہ آور نے اُسے کھولا تھا....؟ مگر لڑکی تو ایسے لباس میں تھی جیسے کہیں باہر جانے کے ارادے سے نکلی ہو۔

بہر حال وہ بالکل خاموش تھی اور بُری طرح کانپ رہی تھی.... دونوں نے اُسے سہارا دیا۔ لیکن اس کے قدم اٹھ ہی نہیں رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ بالکل مفلوج ہو کر رہ گئی ہو۔

بدقت تمام وہ اُسے کار تک لے گئے۔ حمید کو حیرت تھی کہ فریدی نے تلاشی کا ارادہ کیوں ملتوی کر دیا۔ واپسی پر بھی انہیں پھاٹک کھلا ہوا ملا تھا اور عمارت کی طرف جانے والی روش سنسان پڑی تھی۔

فریدی نے وہاں رک کر حملہ آور کو بھی تلاش نہیں کیا تھا۔ یہ چیز بھی حمید کے لئے متحیر کن تھی۔ اُسے بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس وقت صرف اسی لئے یہاں آئے ہوں؟

فریدی نے اُسے اگلی ہی نشست پر بٹھایا اور حمید پیچھے چلا گیا۔ پھر جب فریدی انجن اسٹارٹ کر رہا تھا حمید نے کہا۔ "بقیہ معاملات کا کیا رہا۔"

"فی الحال یہی معاملہ کافی اہم ہے۔" فریدی نے مختصر سا جواب دیا۔

پھر حمید بھی کچھ نہ بولا اور لڑکی تو پہلے ہی سے خاموش تھی۔

کار گھر تک پہنچ گئی۔ چوکیدار پھاٹک ہی پر موجود تھا۔ وہ پھاٹک کھول کر ایک طرف ہٹ گیا۔ کار کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی اور پھاٹک پھر بند کر دیا گیا۔

کچھ دیر بعد فریدی لڑکی سے نیچے اترنے کو کہہ رہا تھا اب اس کی حالت بہتر تھی اور وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکتی تھی۔ لیکن اب اس کا چہرہ سپاٹ نہیں تھا۔ بلکہ اُس پر خوف کے آثار نظر آ رہے تھے۔ کار سے اترتے وقت اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر خوفزدہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"آؤ.... اندر چلو....!" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئے۔ لڑکی کی آنکھوں میں الجھن اور خوف کے ملے جلے آثار نظر آ رہے تھے۔

"تم پر کس نے حملہ کیا تھا....!" فریدی نے پھر سوال دہرایا۔

"کک.... کسی نے بھی نہیں۔ میں نے خودکشی کرنی چاہی تھی۔ پھر خوفزدہ ہو گئی.... پھر خوفزدہ....!"

وہ خاموش ہو کر ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ لڑکی خاصی دلکش تھی اور کسی اچھے گھرانے کی معلوم ہوتی تھی۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہی پھر بولی۔

"اب.... میں کیا کروں؟"

"سچی بات بتادو....!" فریدی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"مم.... میں خودکشی....!"

"خودکشی کی کہانی پر کوئی یقین نہ کرے گا۔ ویسے اگر کر بھی لو تو تم جیل میں ہو گی۔"

"جیل ہی سہی.... پھر میں کیا کرتی.... مجھے قرض خواہ پریشان کر رہے تھے۔ لیکن گھر سے

روپے نہیں آئے تھے.... میں مونٹیسری میں پڑھتی ہوں.... ہاسٹل میں رہتی ہوں۔ میری ماں سوتیلی ہے.... بڑی دقتوں سے خرچ ملتا ہے۔"

"میں یہ سب کچھ نہیں سننا چاہتا۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم حملہ آور کو بچانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

لڑکی کچھ نہ بولی اس کی آنکھوں میں بہت زیادہ الجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"یقین کیجئے جناب....!" اُس نے پھر کچھ دیر بعد کہا۔ وہ اپنے قریب رکھی ہوئی چھوٹی گول میز کی سطح کو ناخن سے کرید رہی تھی.... "یقین کیجئے! میں نے خودکشی ہی کی کوشش کی تھی۔"

"یہ کوشش اتنی رات گئے بستر ہی پر مناسب ہوتی۔ لیکن تم نہ تو شب خوابی کے لباس میں تھیں اور نہ اپنے بستر پر....!"

"میں پاگل ہوگئی ہوں....!"

فریدی کی نظر اس کی انگلی پر جمی ہوئی تھی، جو برابر میز کی سطح کریدے جا رہی تھی۔ یک بیک، اس نے ایک طویل سانس لی اور لڑکی کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم میز کا پالش خراب کر رہی ہو۔" اس نے کہا۔

"اوہ.... معاف کیجئے گا۔" لڑکی نے چونک کر اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ بہت زیادہ خفیف نظر آنے لگی تھی۔ اس نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔ "یہ میری بہت بُری عادت ہے.... بے خیالی میں اکثر.... مجھے بے حد افسوس ہے جناب۔"

"یکم اپریل کی دوپہر کو تم کہاں تھیں۔"

"جی....!" وہ یک بیک اچھل پڑی۔

فریدی نے پھر ایک طویل سانس لی، اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں.... حمید حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم....!" فریدی حمید کی طرف مڑا.... "فوراً جاؤ.... مونٹیسری کی بلڈنگ کی نگرانی کرو.... جتنے آدمیوں کی ضرورت ہو ساتھ لے جاؤ.... ہر وہ مرد جو مونٹیسری کی بلڈنگ سے باہر آئے اُس کا تعاقب لازمی ہے.... اُس کے نام اور پتے اور اس کے متعلق ضروری معلومات کا ریکارڈ رکھا جائے۔"

اس موقع پر یہ حکم حمید کو بے حد گراں گذرا، اس کی دانست میں تو دلچسپی کا آغاز اب ہوا تھا اور وہیں سے اُسے سرد رات میں سڑکوں پر ٹکریں مارنے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ لڑکی کی بدلتی ہوئی حالت اس کی نظروں سے بھی پوشیدہ نہیں تھی۔ اب تو بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ بیہوش ہو جائے گی۔

"اوہ.... نہیں تم یہیں ٹھہرو۔ میں دوسرے ذرائع اختیار کروں گا۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا اور حمید کا چہرہ کھل گیا۔ فریدی باہر نکل گیا۔ شاید وہ کسی کو فون کرنے کے لئے اٹھا تھا۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے لڑکی سے پوچھا۔ "کیا تم کوئی تکلیف محسوس کر رہی ہو۔"

وہ پھر چونک پڑی اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حمید کو دیکھنے لگی جیسے اس سے پہلے خواب دیکھتی رہی ہو۔

"آپ لوگ کون ہیں۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"فی الحال ہمیں فرشتے سمجھو! جو تمہیں جنت میں لے آئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ مونٹیسری سکول جہنم ہی ہو سکتا ہے۔"

"نہیں.... نہیں.... پتہ نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ خوفزدہ سی آواز میں بولی۔

"حملہ آور کا نام چھپانے سے تم نقصان ہی میں رہو گی۔"

"میں کچھ نہیں.... میں تو خودکشی....!"

ٹھیک اُسی وقت فریدی کمرے میں داخل ہوا.... اور حمید کو اس طرح گھور کر دیکھا جیسے اس کی کوئی بات اُسے گراں گذری ہو۔ لڑکی خاموش ہوگئی تھی۔ فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔ "کیا فخری نے وہ اشتہار تمہارے ہی لئے شائع کرایا تھا۔"

"نہیں....!" اُس کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکل گیا۔ پھر وہ بلند آواز میں بولی۔ "میں نہیں جانتی آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ میں کسی فخری کو نہیں جانتی۔ میں کیا جانوں کیسا اشتہار! خدارا مجھے جانے دیجئے۔"

"تم خائف ہو اُن لوگوں سے کیوں....؟" فریدی نرم لہجے میں بولا۔ "لیکن تم مطمئن رہو۔ اب قطعی محفوظ ہو۔"

"آپ کون ہیں۔"

فریدی نے اپنے نام کا کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھادیا۔

"اوہ....!" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھی رہی پھر بولی۔ "جی ہاں کسی نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے میں اُسے دیکھ نہیں سکی تھی۔"

"تم آخر اتنی رات گئے اُس ویران حصے میں کیوں گئی تھیں۔"

"اب میں کیا بتاؤں۔" اس نے سر جھکالیا۔ "چہرے پر خجالت کے آثار تھے۔"

"خیر... تمہیں وہیں جانے کو کہا گیا ہوگا... ہاں تو یہ بتاؤ فخری مر چکا تھا جب تم پہنچی تھیں۔"

"وہ تڑپ رہا تھا.... میں نے بدحواسی میں خنجر اس کے سینے سے کھینچ لیا تھا.... لیکن وہ فوراً ہی ختم ہوگیا.... میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ یقین کیجئے۔ میرا دماغ ہی ماؤف ہوگیا تھا۔ پہلے جب وہ تڑپ رہا تھا تو میں بے ساختہ اس پر گر گئی تھی۔ مجھے خواب کی طرح یاد ہے.... کسی نے بیرونی کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ وہ کوئی سفید فام لڑکی تھی.... یا نہ رہی ہو۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی۔ لیکن .... تھی لڑکی ہی.... پھر اُس نے دروازہ بند کر دیا تھا.... میں نے بوکھلاہٹ میں فخری کے سینے سے خنجر کھینچ لیا اور خنجر کھینچتے ہی وہ سرد پڑ گیا۔ پھر میں سوچنے لگی کہ اب کیا کروں.... اسی وقت فون پر نظر پڑی اور میں نے کوتوالی کے لئے رنگ کر دیا.... لیکن اطلاع دینے کے بعد میں نے اپنا نام اور پتہ بتائے بغیر ہی ڈس کنکٹ کر دیا تھا اور وہاں سے نکل بھاگی تھی۔ کیونکہ مجھے کئی طرح کے خوف گھیرے ہوئے تھے.... آپ تو شاید سب کچھ جانتے ہیں۔"

"وہ اشتہار کس کے لئے تھا....؟"

"میں نہیں جانتی۔ لیکن اشتہار ہی دیکھ کر اس کی طرف جا نکلی تھی۔ حالانکہ حادثے سے دو دن پہلے بھی اُس سے مل چکی تھی۔"

"غالباً اُس نے تمہیں خط لکھا تھا ملنے کے لئے....!"

"اوہ.... آپ یہ بھی جانتے ہیں۔" لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اب "میری لاش" کے متعلق بھی کچھ بتاؤ۔"

حمید حیرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا اور لڑکی بولی۔ "فخری میرا دوست تھا اُسے مجھ سے ہمدردی تھی۔ میں نے اُسے اپنی کہانی سنائی تھی۔ وہ اس آدمی کی فکر میں پڑ گیا تھا جو میری اور میری ہی جیسی بہتیروں کی بربادی کا باعث بنا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اسی بناء پر اُسے اپنی جان بھی

دینی پڑی۔ اس نے میری کہانی سن کر ایک داستان لکھ ڈالی تھی اور اس کا نام "میری لاش" رکھا تھا۔ جب داستان مکمل ہوگئی تو اس نے مجھے خط لکھا اور میں نے اس کے ہاں آکر وہ داستان پڑھی.... اس نے سبھی کچھ لکھ ڈالا تھا.... اور اس پُراسرار گروہ کا کچا چٹھا جو سیدھی سادھی لڑکیوں کو کسی طرح اپنے چکر میں پھانس کر برباد کر دیتا تھا.... اوہ.... اوہ.... مجھے یقین ہے وہ اسی لئے قتل کر دیا گیا.... اور مجھ پر حملے کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ انہیں شائد معلوم ہوگیا ہے کہ فخری کی معلومات کا ذریعہ میں ہی بنی تھی.... وہ ایسے ہی ہیں۔ سرکش لڑکیوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں۔"

"وہ اشتہار تمہارے لئے نہیں تھا۔"

"جی نہیں! لیکن مجھے اس اشتہار پر حیرت ضرور ہوئی تھی۔ وہ یکم اپریل کا مذاق بھی ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ فخری ہی نے اسے شائع کرایا ہو۔ اگر یہی ہوا ہوتا تب بھی میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا تعلق فخری ہی سے ہوگا۔ لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں میرے قدم اس کے گھر کی طرف اٹھ گئے تھے.... اشتہار پر نہ مشتہر کا نام تھا اور نہ مخاطب کا! پھر وہ کوئی پُراسرار قوت ہی تھی جو مجھے اس کے گھر کی طرف لے گئی تھی۔"

"تم نے قاتل کو نہیں دیکھا تھا۔"

"جی نہیں.... میں نے نہیں دیکھا تھا۔ وہاں تو وہ تنہا تھا اور فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں جناب اور ان کے گروہ کی شاخیں پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ اتنے ہی خطرناک ہیں کہ ان کے پھندے میں پھنسی ہوئی لڑکیاں کبھی آزاد نہیں ہو سکتیں، اگر آزاد ہونے کی کوشش کرتی ہیں تو مار ڈالی جاتی ہیں۔ اس لئے کوئی بھی اپنی حدود سے باہر قدم نکالنے کی ہمت نہیں کرتی.... میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتی کہ یہ درست ہی ہوگا مگر سنتی ہوں کہ ان کا ہیڈ کوارٹر نصیر آباد میں ہے اور ان کی سربراہ کوئی غیر ملکی سفید فام عورت ہے۔"

"ہوں....!" فریدی نے اس طرح سر ہلایا جیسے اس کے بیان کی صحت میں اُسے ذرہ برابر بھی شبہ نہ ہو۔

"آپ کو "میری لاش" ہی کے مسودے سے ہم لوگوں کے متعلق علم ہوا ہوگا۔" لڑکی نے کہا۔ اب وہ خوفزدہ نہیں تھی۔ اس کی حالت میں حیرت انگیز طور پر تبدیلی ہوئی تھی۔

"نہیں! مجھے وہاں کوئی ایسا مسودہ نہیں مل سکا۔ ہو سکتا ہے اُسے قاتل ہی لے گیا ہو..... یا پھر وہ شخص لے گیا ہو جس کے لئے وہ اشتہار شائع کرایا گیا تھا.... اوہ خیر.... ہاں تم کون ہو.... تمہارا کیا نام ہے.... تم ان لوگوں کے ہاتھ کیسے لگی تھیں۔"

لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میرا نام رکمنی ہے۔ میں اکبر پور کی رہنے والی ہوں۔ یہاں یونیورسٹی میں پڑھتی تھی.... ہاسٹلر تھی! بی اے کرنے کے بعد میں نے مونٹیسری اسکول میں فرنچ پڑھنے کے لئے داخلہ لیا۔ یہاں بھی ہاسٹل تھا اس لئے رہائش کی بھی دشواری نہ پیش آئی۔ ہوسٹل میں لڑکیاں تفریحاً جوا کھیلا کرتی تھیں۔ میری بھی عادت ہو گئی۔ مگر یہ تفریح دس پانچ روپے سے آگے کبھی نہیں بڑھتی تھی۔ میں عموماً جیت ہی میں رہتی۔ تھوڑی ہی دنوں میں میں نے محسوس کیا کہ میں ایک مشاق کھیلنے والی ہوں۔ آہستہ آہستہ کھیل بڑا ہونے لگا۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ ہم لوگوں کی نگراں لکچرار کے کمرے میں بھی جوا ہوتا ہے، اور وہاں شہر کی متمول عورتیں کھیلتی ہیں۔ ایک دن وہاں بھی میرا گذر ہو گیا اور میں نے تقریباً دو سو روپے جیتے.... میں نے سوچا کہ میں تو بہت جلد امیر ہو جاؤں گی۔ کھیل جاری رہا.... اور میں اس سلسلے میں ہاسٹل کی محدود فضا سے نکل آئی.... اُن متمول عورتوں کے گھروں پر بھی اکثر کھیل ہوتا تھا جو ہاسٹل میں کھیلنے آتی تھیں۔ ان کے یہاں مرد بھی کھیلتے تھے.... ایک رات ایک گھر پر مونٹیسری کی ہیڈ مسٹریس دردانہ بھی موجود ملیں.... اسی دن مجھے معلوم ہوا کہ وہ بھی اچھی کھلاڑی ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ کھیلنے کا بھی فخر حاصل ہوا اور پھر اُن سے دوستی سی ہو گئی۔ میرا احساس کمتری ہی تھا کہ اس دوستی میں خود کو نہ جانے کیا سمجھنے لگی تھی۔ اس کے بعد میں ہارنے لگی.... بڑی بڑی رقمیں.... اور دردانہ کی قرض دار ہو گئی۔ تقریباً ڈھائی ہزار روپے کی قرضدار جو میرے فرشتے بھی نہ ادا کر سکتے! دردانہ کے تقاضے شدت اختیار کرنے لگے! دردانہ کا ایک دوست تھا.... واصف وہ میرا ہمدرد بن گیا۔ وہ دردانہ سے میرے لئے سفارش کرتا رہتا تھا۔ آخر اُس نے ایک دن مجھے مشورہ دیا کہ میں خود کو فروخت کر کے قرض ادا کر دوں۔ مجھے بڑا غصہ آیا۔ لیکن اس نے سمجھایا کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔ خود وہ شخص بھی واقف نہیں ہو سکے گا جو خریدے گا۔ اس نے مشورہ دیا کہ میں اپنا چہرہ نقاب میں چھپا لوں گی۔ خریدنے والے کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ اپنے چہرے پر نقاب ہی لگائے رہتا ہے۔

"لڑکی خاموش ہو گئی.... !" فریدی نے بھی اُسے ٹوکا نہیں۔ لیکن حمید اس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ فریدی کے خیال سے خاموش رہ گیا ہو۔ پھر کچھ دیر بعد لڑکی خود ہی بولی۔ "بہر حال میرے قدم اس گھناؤنی زندگی کی طرف اٹھ گئے تھے اور آج تک میں اس دلدل میں پھنسی ہوئی ہوں۔"

"مجھے اُس نقاب پوش کے بارے میں بتاؤ جس کے پاس تمہیں پہلی بار لے جایا گیا تھا۔"

"میں نہ بتا سکوں گی کہ وہ کون تھا۔ میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکی تھی اور اس نے بھی مجھ سے نقاب اتار دینے کی فرمائش نہیں کی تھی۔ بس ایک ہی بار اس سے سابقہ پڑا تھا۔"

"اس کے بعد انہوں نے تمہیں بلیک میل کرنا شروع کر دیا ہو گا...."

"جی ہاں.... پھر مجھے باقاعدہ طور پر اس تجارت میں جھونک دیا گیا۔ ہاسٹل میں اس وقت پچاس لڑکیاں ہیں جن میں سے چھیالیس باقاعدہ طور پر اس بزنس میں شریک ہیں اور چار جوا بھی نئی ہیں۔ حالات سے بے خبر ہاسٹل کی تفریحات میں مشغول ہیں۔ انمیں سے ہر ایک تقریباً پندرہ روپے یومیہ کے حساب سے جیت رہی ہے۔ کچھ دن بعد انہیں بھی پہلا قرض چکانے کیلئے اسی پُراسرار نقاب پوش کی خدمت میں حاضر ہونا پڑے گا اور اسکے بعد وہ بھی بزنس میں آجائیں گی۔"

"ہوں.... !" فریدی کا چہرہ یک بیک سرخ ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ کسی جوالا مکھی کی طرح پھٹ پڑے گا.... لڑکی گلوگیر آواز میں بولی۔

"دوسری لڑکیوں کی طرح میں صرف ان کے اشاروں پر ہی ناچتی رہی بلکہ اپنی باری کی منتظر بھی رہی ہوں۔ میں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ان لوگوں کے متعلق معلومات بھی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن میں یہ بھی سوچتی تھی کہ ان کے خلاف کسی قسم کا ثبوت مہیا کرنا مشکل ہو جائے گا.... اگر میں پولیس کو اطلاع بھی دیتی تو وہ لوگ بے داغ ہی ثابت ہوتے اور میں مفت میں قتل ہو جاتی.... یہی سب سوچ کر میں نے کبھی اس کی ہمت نہیں کی۔ البتہ مجھے اب کسی ایسے آدمی کی تلاش ہوئی جو ان کی حرکتوں کی پبلسٹی کر سکے۔ میرا خیال تھا کہ اس طرح ان میں ہراس پھیلے گا اور وہ اپنی حرکتیں ترک کر دیں گے۔ میں نے فخری سے دوستی کی اور وہ آبزرور کا سب ایڈیٹر تھا۔ اُس نے ان کا کھوج لگانا شروع کر دیا، ساتھ ہی اس سلسلے میں ایک کتاب بھی لکھتا رہا.... اس کا جو بھی انجام ہوا آپ دیکھ ہی چکے ہیں اور پھر آج مجھ پر بھی حملہ کیا گیا۔"

"تمہیں کمپاؤنڈ کے اُس ویران حصے میں کیسے بھیجا گیا تھا۔"

"ہاسٹل کی نگران نے کہا تھا کہ ایک گاہک وہاں میرا انتظار کر رہا ہے۔"

"تم اس عمارت کا پتہ بتا سکو گی جہاں پہلی بار تمہاری ملاقات اس نقاب پوش سے ہوئی تھی"

"نہیں میری آنکھوں پر پٹی باندھ کر لے جایا گیا تھا اور اس عمارت کے برآمدے میں کھولی گئی تھی۔ اس لئے میں شاید اس عمارت کو باہر سے دیکھ کر بھی نہ پہچان سکوں۔"

"اور.... وہ آدمی واصف ہی تمہیں وہاں لے گیا تھا۔"

"جی ہاں.... وہ بڑا شاطر آدمی ہے۔ وہ اکثریوں بھی بیوقوف قسم کے مالدار آدمیوں سے کافی بڑی بڑی رقمیں اینٹھتا رہتا ہے۔ ایک بار وہ مجھے بھی آلہ کار بنا چکا ہے۔ میں اس بیچارے کا نام نہیں بتاؤں گی.... وہ ایک شریف تعلیم یافتہ اور مالدار آدمی ہے.... ایک مقامی کلب میں میری اس سے ملاقات ہوگئی۔ لیکن وہ ایسا آدمی نہیں تھا کہ میرے جال میں پھنس جاتا.... اور نہ میرا ارادہ ہی تھا کیونکہ وہ مجھے جوانی میں بھی فرشتہ ہی معلوم ہوا تھا۔ میں نے اس کی عالمانہ گفتگو سنی اور اس کی طرف کھنچتی چلی گئی۔ پھر میں اسے روزانہ ملنے لگی۔ مجھے اس سے عقیدت تھی۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ میں طالب علم ہوں اور یقین کیجئے کہ میں نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا تھا کہ میری ذات سے اُسے کوئی مالی خسارہ نہ ہونے پائے.... اس کی شخصیت بڑی پرکشش تھی۔ جب وہ میرے سامنے اخلاقیات کے مسائل چھیڑتا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا جیسے میں سرتاپا غلاظت میں لتھڑی ہوئی ہونے کے باوجود بھی اپنی روح کو نور کے سمندر میں غوطے دے رہی ہوں.... ایک بار میں نے اس سے کہہ دیا کہ میں اس کے ساتھ اپنی ایک تصویر چاہتی ہوں۔ وہ تیار ہوگیا۔ میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ یہ عقیدت مندی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ کوئی فضول خواہش نہیں۔

اس نے میرے ساتھ تصویر کھنچوائی اور میں نے اُسے بڑی عقیدت سے اپنے البم کے ایک صفحے پر جگہ دی۔ مگر ایک دن جب میں اس سے ایک جگہ ملی تو اس نے بہت بُرا سا منہ بنالیا۔ اس کی آنکھوں سے نفرت جھانک رہی تھی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ میرے شوہر نے وہ تصویر دکھا کر اُسے دھمکیاں دی تھیں اور الزام لگایا تھا کہ وہ اس کی بیوی یعنی مجھ سے غیر قانونی تعلقات رکھتا ہے۔ مجھے اس شوہر کے متعلق سن کر بڑی حیرت ہوئی اور میں نے لاکھوں قسمیں کھائیں میں شادی شدہ نہیں ہوں! پتہ نہیں کس نے کس مقصد سے ایسی حرکت کی ہے۔ اُسے یقین نہیں آیا

بھی کیسے جب اس نے اس شوہر کی زبان رکھنے کے لئے اُسے دو ہزار روپے دیئے تھے۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک معزز آدمی ہے اپنے متعلق ایسی لغو باتوں کی شہرت نہیں پسند کرے گا۔ میں نے اپنے اُس شوہر کا حلیہ پوچھا۔ جو من وعن واصف ہی کا ثابت ہوا اور حقیقت بھی یہی تھی۔ اُس نے وہ تصویر میرے البم سے اڑادی تھی۔ پھر مجھ میں اتنی ہمت نہیں رہ گئی کہ میں اس شریف آدمی سے دوبارہ ملتی۔"

"اس آدمی واصف کے متعلق مجھے بھی بتاؤ۔" فریدی نے کہا۔

"وہ بہت شاطر ہے۔ جناب صورت سے کوئی سنجیدہ اور ذی عزت آدمی معلوم ہوتا ہے۔ شکل وصورت کا بھی اچھا ہے۔ اس کے بال سنہرے ہیں اور وہ اکثر میک اپ میں بھی رہتا ہے۔"

"پیشانی کشادہ ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں....!"

"اور پیشانی کا نچلا حصہ اتنا ابھرا ہوا ہے کہ کچھ غیر متناسب سا معلوم ہوتا ہے۔"

"جی ہاں.... وہی! کیا آپ اُسے جانتے ہیں۔"

فریدی نے جواب دیئے بغیر گھنٹی کا بٹن دبایا اور بوڑھے نصیر نے وہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔

"انہیں.... نیلم کے کمرے میں پہنچا دو۔" فریدی نے لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور لڑکی سے بولا۔ "میں تمہیں حوالات میں دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ جب تک میں حالات پر قابو نہ پالوں تم یہیں رہو گی۔"

"میں بے حد مشکور ہوں گی جناب۔" اس نے کہا اور نصیر کے ساتھ چلی گئی۔

کچھ دیر بعد حمید کھنکار کر بولا۔ "کیا یہ جادو تھا.... یا آپ اٹھارہ سال پرستان میں بھی گذار چکے ہیں۔"

"کیوں....؟"

"یا پھر آپ پہلے ہی سے اُسے جانتے تھے۔"

"نہیں! میں نے آج پہلی بار اُسے دیکھا ہے۔"

"پھر آپ نے یک بیک کیسے کہہ دیا تھا کہ وہی اس دن فخری کے فلیٹ میں تھی۔"

"یہ جاگتے ہوئے ذہن کا کرشمہ تھا۔ فخری کے فلیٹ میں اس میز پر جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ میں نے ناخن سے میز کی سطح کھرچنے کے نشانات پائے تھے جو تازہ تھے.... تمہیں تو شائد یہ بھی یاد نہ ہو کہ گندی سطح والی میز پر میز پوش نہیں تھا۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ نشانات تازہ ہی تھے۔"

"ہر نشان کے سرے پر کھرچا ہوا میل جوں کا توں موجود تھا۔"

حمید خاموش ہو گیا۔

دو نقاب پوش

دوسری رات حمید پرنسٹن کے چوراہے پر کرنل فریدی کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے توقع تھی کہ جو کچھ بھی ہونا ہے آج ہی ہو کر رہے گا۔ کیونکہ کرنل کی بلیک فورس بھی حرکت میں آ گئی تھی اور محکمے کے مخصوص لوگ بھی فریدی کی اسکیم کے مطابق مختلف قسم کے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ اسکیم کا علم حمید کو نہیں تھا.... وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اُسے پرنسٹن کے چوراہے پر انتظار کرنے کو کیوں کہا گیا ہے۔

پچھلی رات سے اب تک سکون نہیں نصیب ہوا تھا۔ کبھی اس کے پیچھے اور کبھی اس کے پیچھے۔ مختلف آدمیوں کا تعاقب کرتے کرتے وہ عاجز آ گیا تھا اور اب یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کیوں نہ اسی چوراہے پر سر کے بل کھڑا ہو کر مرغ کی بولی بولنے لگے۔

پچھلی رات اس لڑکی رکمنی نے واصف کا جو حلیہ بتایا تھا من و عن اس دلاور مرزا کا تھا جس نے دردانہ کی آڑ لے کر ہائی سرکل کے منیجر سے تین ہزار روپے اینٹھ لئے تھے۔

حمید نے آج مونٹیسری اسکول کو بھی قریب سے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اُس نے وہاں سراسیمگی کے آثار نہیں پائے۔ حالانکہ رکمنی ان لوگوں کے ہاتھ سے نکل گئی تھی وہ اس کے امکانات پر بھی نظر رکھ سکتے تھے کہ وہ پولیس ہی کے ہاتھ لگی ہو۔ ایسی صورت میں وہاں کچھ نہ کچھ سراسیمگی تو ملنی ہی چاہئے تھی۔ مگر ایسا نہیں تھا.... لہٰذا حمید کو سوچنا پڑا ممکن ہے فریدی ہی نے دھوکا کھایا ہو۔ وہ لڑکی رکمنی کوئی چال چل رہی ہو۔

پرنسٹن کے چوراہے پر اُسے نو بجے تک فریدی کا انتظار کرنا پڑا.... فریدی تنہا آیا تھا.... اور وہ ایک واٹر کول انجن والی بے آواز موٹر سائیکل پر تھا۔

"آؤ.... پیچھے بیٹھ جاؤ۔" اُس نے حمید سے کہا اور حمید پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ موٹر سائیکل چل پڑی۔

"اب کہاں....!" حمید نے پوچھا۔

"آر لکچو....!"

"کیوں.... وہاں کیا ہے؟"

"وہاں واصف ہے اور ایک یوریشین لڑکی۔ جو کچھ خوفزدہ سی نظر آ رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوئی نیا شکار ہے.... مگر شائد تم واصف کو پہچان نہ سکو۔ کیونکہ اُس کے چہرے پر بھوری ڈاڑھی ہے اور وہ بھی کوئی یوریشین ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ اُسے آج ہی گرفت میں لے سکیں گے؟"

"میرا خیال ہے کہ اس سے بہتر موقع پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ ان دونوں کی گفتگو بہت ہی قریب سے سنی گئی ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ شائد آج ہی وہ نقاب پوش بھی ہاتھ آ جائے جسے لڑکیوں کے نقاب پوش ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا اور نئے شکار سب سے پہلے اسی کے پاس پہنچائے جاتے ہیں۔"

"مگر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ یوریشین لڑکی بھی وہیں لے جائی جائے گی۔"

"اُن دونوں کے درمیان ایسی ہی گفتگو سنی گئی ہے۔ وہ اُسے سمجھا رہا تھا کہ وہ قطعی نہ پہچانی جا سکے گی۔ کیونکہ اس کے چہرے پر نقاب ہو گا اور وہ نقاب پوش اُسے بے نقاب ہونے پر مجبور نہیں کرے گا۔ لڑکی اس کی خوشامدیں کر رہی تھی کہ وہ اُسے اس پر مجبور نہ کرے۔ وہ آر لکچو میں کھانا کھا رہے ہیں اور وہاں سے اٹھ کر سیدھے وہیں جائیں گے جہاں وہ نقاب پوش موجود ہو گا۔"

"آخر.... وہ نقاب پوش کون ہے۔"

"کوئی بھاری قیمت ادا کرنے والا۔ جسے اس گروہ کا سرپرست بھی سمجھا جا سکتا ہے۔"

حمید خاموش ہو گیا.... وہ دونوں ہی میک اپ میں تھے۔

کچھ دیر بعد موٹر سائیکل آر لکچو کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور وہ ڈائننگ ہال میں آئے۔

فریدی نے آنکھوں کی جنبش سے ایک میز کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ....!" حمید بڑبڑایا۔ "بڑی موٹی مرغی ہے.... میں تو اسے پہچانتا ہوں۔"

"کون ہے....!" فریدی نے پوچھا۔

وہ ایک خالی میز پر بیٹھ چکے تھے۔ حمید تھوڑی دیر تک پلکیں جھپکاتا رہا پھر بولا۔ "اس میں شبہ نہیں کہ یہ ڈاڑھی والا دلاور مرزا ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اس کی پیشانی کا نچلا ابھار ویسا ہی ہے.... مگر اس لڑکی کے معاملے میں شائد آپ کی بلیک فورس والے دھوکا کھا گئے ہیں۔"

"کیوں....؟"

"ارے.... یہ تیمور کی عشرت ہے۔ لاکھوں میں کھیلنے والی۔ اس کے ساتھ کون سی مجبوری ہو سکتی ہے جس کی بناء پر وہ اس نابدان کے کیڑے کے اشاروں پر ناچے گی۔ ہو سکتا ہے وہ کسی دوسرے چکر میں ہو۔"

"تیمور کی لڑکی ہے۔" فریدی نے حیرت سے دہرایا۔ وہ کچھ سوچنے لگا۔ پھر حمید کو اس کی آنکھوں میں ہلکے سے اضطراب کی جھلک دکھائی دی۔

"آپ کیا سوچنے لگے۔"

"کچھ بھی نہیں۔" فریدی مسکرایا۔ لیکن اس مسکراہٹ کا انداز کچھ طنزیہ سا تھا۔

تھوڑی دیر بعد حمید نے ان دونوں کو اٹھتے دیکھا غالباً ویٹر کا بل وہ ادا کر چکے تھے۔ فریدی انہیں جاتے دیکھتا رہا اور خود اُس وقت تک نہیں اٹھا جب تک کہ وہ باہر نہیں نکل گئے۔

پھر کچھ دیر بعد تعاقب شروع ہو گیا۔ وہ دونوں ایک کار میں تھے اور کار ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔ بستی سے نکلتے ہی فریدی نے موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ بجھا دی تھی اور یہ سفر اندھیرے ہی میں جاری رہا۔ سڑک سنسان پڑی تھی اس لئے اس میں دشواری بھی نہیں پیش آئی۔

کار شہر کے آباد حصوں سے نکل آئی تھی.... پولو گراؤنڈ سے آگے وہ ایک کچے راستے پر مڑ گئی۔ یہاں فریدی کو موٹر سائیکل کی رفتار کم کر دینی پڑی۔

"اب میں ایک بات سوچ رہا ہوں۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"کیا....؟"

"کہیں یہ وہی یوریشین لڑکی تو نہیں ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔"

"ہو سکتا ہے۔"

کچے راستے کے قریب پہنچ کر فریدی نے بریک لگایا۔ بائیک رک گئی۔ کار تھوڑے ہی فاصلے پر رکی تھی اور اس کی عقبی روشنی ابھی گل نہیں ہوئی تھی۔ انجن کا ہلکا سا شور بھی سنائی دے رہا تھا۔ پھر انجن بند کر دیا گیا۔ فریدی موٹر سائیکل سے اتر کر زمین پر لیٹ گیا تھا۔ حمید نے بھی یہی کیا۔ تاروں کی چھاؤں میں انہیں دو سائے نظر آئے جو ایک چھوٹی سی عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پھر وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس سے قبل کسی دروازے پر دستک بھی سنائی دی تھی۔

وہ دونوں اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھے۔ کار کے قریب آئے۔ کار خالی تھی۔ پھر عمارت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہ ایک شکستہ سی اور معمولی قسم کی عمارت تھی۔ دیواریں بھی اونچی نہیں تھیں۔ اس میں بمشکل تمام دو یا تین کمرے ہوں گے۔

دروازہ سامنے ہی تھا اور انکی لمبی لمبی جھریوں سے اندر کی روشنی صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ جھری سے آنکھ لگاتے ہی حمید نے دیکھا کہ اب عشرت کے چہرے پر بھی نقاب موجود ہے۔ وہ ہلکے رنگ کے اسکرٹ میں تھی اور کہنیوں تک سفید دستانے چڑھے ہوئے تھے۔ پیروں میں اسٹاکنگ بھی تھے اُسکے قریب ہی ایک نقاب پوش مرد بھی موجود تھا۔

"اس سلسلے میں بڑی محنت کرنی پڑی ہے جناب! مگر آپ کی طبیعت خوش ہو جائے گی۔" واصف نقاب پوش سے کہہ رہا تھا۔

نقاب پوش کچھ نہیں بولا۔ اس نے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور واصف کی طرف بڑھا دیں۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔" واصف گڈیاں لے کر قدرے جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "میں باہر گاڑی میں موجود ہوں گا اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو طلب فرمایئے گا۔"

پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا اور فریدی نے حمید کا بازو پکڑ کر کھینچ لیا۔ دروازہ کھلا.... اور دوسرے ہی لمحے میں فریدی کی ٹھوکر واصف کے پیٹ پر پڑی.... وہ چیخ کر کمرے کے وسط میں جا پڑا.... فریدی اور حمید اندر گھستے چلے گئے۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" فریدی نے سرد لہجے میں انہیں مخاطب کیا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا! نقاب پوش نے ہاتھ اٹھا دیئے مگر وہ قہر آلود نظروں سے واصف کو گھور رہا تھا۔ واصف پیٹ

دبائے ہوئے فرش پر بیٹھا کراہ رہا....

"ان دونوں کے نقاب اتار دو۔" فریدی نے حمید سے کہا اور یک بیک واصف اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"کون ہو تم لوگ۔ ایسی کوئی حرکت نہیں ہو سکتی۔ میں تمہارا خون پی لوں گا۔"

اس نے غرا کر کہا۔ حمید نقاب پوش کی طرف بڑھا.... لیکن واصف فریدی کے ریوالور کی پرواہ کئے بغیر اُس پر ٹوٹ پڑا.... دونوں گتھ گئے۔

نقاب پوش مرد نے نکل بھاگنے کے لئے دروازہ کی طرف چھلانگ لگائی لیکن فریدی نے اس کے پیروں میں چھلتی لگادی اور وہ منہ کے بل فرش پر گرا۔

لیکن پھر اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ فریدی اس پر ٹوٹ پڑا۔

واصف حمید سے گتھا ہوا پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا۔ "نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں فنا کر دوں گا جو کچھ میں چاہتا ہوں ہو کر رہے گا۔ چھوڑو مجھے۔ سور کے بچے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کبھی نہیں۔ چھوڑو.... ذلیل.... کمینے کتے۔"

"چپ بے بھینس کے شوہر۔" حمید نے اس کی ناک پر گھونسہ رسید کیا اور اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ پھر دوسرا ہی گھونسہ اُسے فرش پر لے آیا.... وہ کراہتا ہوا چیخ رہا تھا۔ "نہیں.... نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔" اِدھر فریدی نے اپنے شکار کو قابو میں کر کے بے نقاب کر دیا۔

"ڈیڈی....!" عشرت چیخ پڑی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے یک بیک کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔

"ارے کتو.... کیا کیا تم نے....!" واصف بلبلایا۔

ادھر.... عشرت کی چیخ سن کر بے نقاب ہونے والا تیمور سناٹے میں آگیا تھا۔ پھر یک بیک وہ سنبھلا اور اپنی پوری قوت سے فریدی کا مقابلہ کرنے لگا۔

"اوہو....!" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "تم میری جیب سے ریوالور نکال لینے کی کوشش کر رہے ہو۔ مگر میں تمہیں خود کشی نہیں کرنے دوں گا۔ آج تم اپنی بیٹی کی چیخ سن کر خود کشی کرنا چاہتے ہو۔ مگر اُن بیٹیوں کو بھی یاد کرو جن کی چیخیں نکلنے سے پہلے ہی گھٹ گئی ہوں گی۔ اگر

میرے سر پر خدا نہ ہوتا تو اس گندے کیڑے واصف کی خواہش ضرور پوری ہو جاتی۔"

فریدی نے اُسے دھکا دیا اور وہ سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔ لیکن اب وہ کھڑا نہیں رہ سکا تھا.... دیوار سے ٹکراتے ہی فرش پر چلا آیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ سچ مچ بیہوش ہو گیا تھا یا خجالت ہی اُسے آنکھیں بند کئے رکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔

عشرت تو گویا پتھر کے بت میں تبدیل ہو گئی تھی۔ دفعتاً واصف فرش سے اٹھا۔ اس کی شکل ڈراؤنی لگ رہی تھی۔ سارے چہرے پر خون ہی خون تھا اور مصنوعی ڈاڑھی کے بال اس میں لت پت ہو کر کہیں کہیں سے نکل ہی گئے تھے۔

وہ چیخنے لگا۔ "کون ہو تم کمینو.... تم نے میری اتنے دنوں کی محنت برباد کر دی۔ اب جب تک میں زندہ ہوں یہ آگ ٹھنڈی نہیں ہو سکے گی۔ مجھے بھی گولی مار دو.... نکالو ریوالور....!"

"فخری کو تم نے قتل کیا تھا....!" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں میں نے کیا تھا.... پھر....!" وہ اپنی چھاتی ٹھونک کر بولا۔

"رکمنی پر پچھلی رات قاتلانہ حملہ بھی تم نے ہی کیا تھا۔"

"ہاں.... ہاں.... کیا تھا....؟ پھر....!"

"اس کے ہتھکڑیاں لگادو....!" فریدی نے حمید سے کہا۔

"اوہ.... میں سمجھا۔" واصف دہاڑا۔ "پولیس.... مگر اس وقت یہ ہتھکڑیاں کیوں نہیں نکلی تھیں.... جب میری بہن اسی کتے کے ہاتھوں لٹی تھی.... بتاؤ اس وقت تم کہاں تھے۔"

"اس وقت تمہارا قانون کہاں سو رہا تھا جواب دو.... تمہارا قانون تجوریوں کے سامنے بے بس کیوں ہو جاتا ہے؟"

"میں کہتا ہوں.... اگر تم قانون کو ناقص سمجھتے ہو تو اجتماعی کوششوں سے اُسے بدلنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ اگر اس کی ہمت نہیں ہے تو تمہیں اسی قانون کا پابند رہنا پڑے گا۔ اگر تم اجتماعی حیثیت سے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس سے متفق ہو.... اب اگر متفق ہونے کے باوجود بھی تم اس کی حدود سے نکلنے کی کوشش کرو تو تمہاری سزا موت ہی ہونی چاہئے۔"

واصف کے منہ سے مغلظات کا طوفان امنڈ تا رہا۔۔۔۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے فریدی کے الفاظ اس کے کانوں تک پہنچے ہی نہ ہوں۔

اُسے ہتھکڑیاں لگادی گئیں۔



دوسری صبح سارے شہر کے لئے ہنگامہ خیز ثابت ہوئی۔ صبح کے اخبارات کے ساتھ ہی ان کے ضمیمے بھی نکل آئے تھے اور یہ جلدی ہی میں نکالے گئے تھے۔ خبروں میں جو کچھ بھی تھا واصف ہی کی زبان سے منکشف ہوا تھا۔ ٹویوڈا کیس کی پراسرار مسز وارنر ایک بار پھر گرما گرم بحثوں کا موضوع بن گئی تھی۔ اُسے گرفتار کرلیا گیا تھا۔ واصف کے بیان کے مطابق وہی اس گندے بزنس کی روح رواں تھی اور تیمور نہ صرف اس کا سرپرست بلکہ اس بزنس کے ایک بڑے حصے کا مالک بھی تھا۔ لڑکیاں سب سے پہلے اسی تک پہنچائی جاتی تھیں اور پھر اس کے بعد عام ہو جاتی تھیں۔۔۔۔ ملک کے کئی بڑے شہروں میں اس کاروبار کی شاخیں بکھری ہوئی تھیں۔

بہت بڑے گروہ کی گرفتاری عمل میں آئی۔ تیمور اور عشرت بھی حراست میں تھے۔ عشرت سے متعلق فریدی نے حمید کو بتایا تھا کہ اگر اسے کڑی نگرانی میں نہ رکھا گیا تو وہ خودکشی کرلے گی۔

شام تک فریدی نے اپنی رپورٹ مکمل کرلی۔ لیکن حمید کے لئے ابھی کئی سوال موجود تھے۔

"عشرت۔۔۔؟!" اس نے حمید کے استفسار پر کہا۔ "فخری کی دوست تھی۔۔۔۔ وہی یوریشین لڑکی جو اس کے فلیٹ میں بھی جایا کرتی تھی۔ اُس نے بتایا ہے کہ وہ اشتہار فخری نے اسی کے لئے شائع کرایا تھا۔ اس میں حقیقت بھی تھی اور یکم اپریل کا مزاج بھی پوشیدہ تھا۔۔۔۔ مقصد بہرحال یہی تھا کہ "میری لاش" نامی کتاب مکمل ہوگئی ہے۔ تمہیں شائد نہ معلوم ہو کہ اردو کا مشہور اور مقبول ترین ناول نگار رزمی۔۔۔۔ فخری ہی تھا! لیکن اس کا یہ راز عشرت ہی کی دانست میں اس کے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم تھا۔ کیونکہ اس کی کتابیں پبلشروں تک وہی پہنچاتی تھی۔ لیکن پبلشرز بھی رزمی کی اصل شخصیت سے نہیں واقف تھے۔ مگر وہ کتاب پبلشروں تک نہیں پہنچ سکی اور عشرت بھی اس سے لاعلم ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ واصف نے اس کا مسودہ وہاں نہیں رہنے دیا تھا۔ فخری کو قتل کرنے سے پہلے اس نے اس پر قبضہ کرلیا تھا اور اس کا بیان ہے کہ وہ اُسی دن نذر آتش کردی گئی تھی۔"

"واصف کا کیا قصہ تھا۔"

"واصف کی بہن اس گروہ کا شکار ہو کر تیمور تک پہنچی تھی اور پھر اُس نے خودکشی ہی کرلی تھی۔ واصف اس زمانے میں ایک شریف آدمی کی طرح زندگی بسر کر رہا تھا۔ بہن کی خودکشی کے بعد ہی اس کی ڈائری اس کے ہاتھ لگ گئی جس میں اس نے اپنی خودکشی کی وجہ لکھی تھی۔ واصف نے وہ ڈائری پولیس کے حوالے کردی۔ لیکن پولیس کسی ایسے گروہ کا پتہ نہ لگا سکی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ واصف شخصی انتقام کی راہ پر لگ گیا۔ اس نے نہ صرف اس گروہ کا پتہ لگالیا بلکہ اس آدمی سے بھی واقف ہوگیا جو پہلی بار اس کی تباہی کا باعث بنا تھا۔ اس کے بعد اس نے ایک اسکیم بنائی اور خود بھی اسی گروہ میں شامل ہوگیا۔ مگر اس کی اسکیم کامیاب نہ ہو سکی۔ اگر مجھے بروقت اطلاعات نہ ملتی رہتیں تو وہ کامیاب ہی ہوگیا ہوتا۔ اور آج اس شکستہ عمارت سے شائد دو خودکشی کرنے والوں کی لاشیں برآمد ہوتیں۔"

"واصف نے عشرت کو پھانسا کیسے تھا۔۔۔۔؟" حمید نے پوچھا۔

"یہ میری رپورٹ میں پڑھ لینا۔۔۔ صرف وہ باتیں پوچھو جن کا جواب اختصار کیساتھ دیا جاسکے۔"

"ابھی مجھے فرصت نہیں نصیب ہوئی۔ ویسے مسز وارنر یقینی طور پر ٹویوڈا سے ملی ہوئی تھی۔"

"آہا۔۔۔۔ وہ جاذب کے شیٹ والی۔۔۔۔ الٹی اور نامکمل تحریر۔"

"اوہ۔۔۔۔ تم نے اُسے مکمل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اسی لئے تو میں اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ "میری لاش" کسی داستان یا کتاب کا نام ہوگا۔۔۔۔ اس نے وہ خط رکمنی کو لکھا تھا۔"

بہرحال وہ تحریر ایک آدھ حرف کے اضافے کے ساتھ یوں پڑھی جائے گی۔

"اور "میری لاش" مکمل کرچکا ہوں۔۔۔۔ پرسوں ملوں گا۔"

"آجاؤ۔"

حمید نے ایک طویل سانس لی اور خاموش ہوگیا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور حمید نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔۔۔۔!"

"کون ہے۔۔۔۔!" دوسری طرف سے قاسم کی آواز آئی۔

"حمید۔۔۔۔!"

"ساماليکم حميد بھائی.... ابے الاقسم.... بڑے وہ ہو تم.... پریشان کرتے ہو خامخاہ..
بتادونا....!"

"پتہ.... ان کا.... وہ.... کیانم.... وردانہ باجی.... نائیں.... نائیں.... بیگم بیگم..
وردانہ بیگم کا پتہ....!"

"مت بکواس کرو.... میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہہ کر سلسلہ
منقطع کردیا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 73

گارڈ کا اغوا

(مکمل ناول)

پیشرس

گارڈ کا اغواء نئے انداز کی کہانی ہے۔ اس میں آپ کو ایڈونچر بھی ملے گا، اور سراغ رسی بھی! پہلی بار فریدی نے ایک کیس کلی طور پر حمید کے سپرد کیا ہے! لہٰذا دیکھئے کہ حمید کی بوکھلاہٹوں نے کیسے گل کھلائے ہیں! محض اتفاقات اُسے ماسٹر آف سچویشن بنا دیتے ہیں۔ وہ مجرم پر بھی ہاتھ صاف کر دیتا ہے! لیکن اس کے باوجود بھی وہ کیس اُس کے لئے بے سر وپا بنا رہتا ہے اگر فریدی اس کی پشت پر موجود نہ ہوتا تو شاید وہ بیچارا رپورٹ تک مکمل نہ کر سکتا۔

اس کہانی میں آپ کو حمید کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں بھی نظر آئیں گی اور شاید آپ کو اس کی بے بسی پر افسوس بھی ہو لیکن خود حمید آپ کو بے بس نہیں نظر آئے گا۔ بھوک اور پیاس کے عالم میں بھی اُس نے جم کر حالات کا مقابلہ کیا ہے۔ قہقہے بھی لگائے ہیں اور دوسروں کو بھی ہنسایا ہے۔ ایک بہت بڑا سانپ اُسے موت کے منہ میں دھکیل دیتا ہے.... لیکن کیا حمید نے حقیقتاً ہمت ہار دی تھی؟ آپ دیکھیں گے کہ وہ تنہا کس طرح اپنی حفاظت بھی کرتا ہے اور مجرموں پر بھی قابو پانے کی کوشش کرتا ہے! کہانی کے اُس حصے میں آپ کو دیوار قہقہہ بھی بنا سکتا ہے جہاں اس نے ایک

بہرے آدمی کے مقابلے میں خود بھی بہرے کا رول ادا کیا۔

ڈائمنڈ جوبلی کے نمبر کے سلسلے میں اب تک لاتعداد تجاویز موصول ہو چکی ہیں! اکثریت کی خواہش ہے کہ اس میں تاریک وادی ہی کی کہانی پیش کی جائے! فریدی اور حمید کے ساتھ عمران بھی ہو! اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے! لیکن نام "زمین کے بادل" ہی رہے گا۔ کہانی تاریک وادی کی ہوگی۔ لیکن اس کہانی میں سارے ہی کردار نہیں سمیٹے جا سکتے جن کے متعلق آپ لکھتے ہیں۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ نئی کہانیوں میں پرانے کرداروں کو جگہ دینے کے لئے اس کی ایک معقول سی وجہ بھی پیدا کرنی پڑتی ہے۔ لہٰذا گذارش ہے کہ میں ڈائمنڈ جوبلی نمبر کو "وجوہات کا زچہ خانہ" نہیں بنانا چاہتا.... کوشش کروں گا کہ یہ کہانی بہتر انداز میں پیش کی جائے! ویسے میرے لئے یہ یقیناً ایک بڑا مشکل مرحلہ ہوگا کیونکہ تینوں کرداروں کی یکجائی ایسے انداز میں کرنی پڑے گی کہ اُن کا بھرم بھی قائم رہے اور وہ ایک دوسرے سے پیچھے بھی نہ رہنے پائیں! خصوصیت سے عمران اور حمید کا یکجا ہونا میرے لئے دردسر بھی بن سکتا ہے۔

ابن صفی

۱۵ر فروری ۱۹۵۸ء

تار کٹ گئے

شیلا نے رجسٹر بند کر کے ایک طرف رکھتے وقت طویل سانس لی! ابھی ابھی تھرٹین اَپ گذر چکی تھی اور اب اسے تقریباً تین گھنٹوں کے لئے فرصت ہی فرصت تھی۔ آج اے۔ ایس۔ ایم کی طبیعت بھی خراب ہوگئی تھی اس لئے ساری ذمہ داریاں اسی پر آپڑی تھیں۔ ٹرینوں کی آمد کے اوقات میں ٹکٹ تقسیم کرنا۔ اُس کا حساب رکھنا اور قریب کے دونوں اسٹیشنوں سے بذریعہ فون رابطہ قائم رکھنا۔ سگنل اور لائین کی دیکھ بھال! وہ ایسی ہی طبیعت رکھتی تھی کہ اسے دوسروں کے کاموں پر مطمئن ہونا نہیں آتا تھا۔ ٹرین کی آمد کے وقت وہ اکثر خود ہی دوڑتی ہوئی کیبن چلی جاتی اور جب تک یہ نہ دیکھ لیتی کہ کانٹا بدلا گیا یا نہیں اسے اطمینان نہیں ہوتا تھا.... انتظامی اُمور کے متعلق دوسرے معاملات میں بھی اس کا یہی حال تھا۔

وہ تقریباً چھ ماہ سے اس پہاڑی ریلوے اسٹیشن پر کلرک کے فرائض انجام دے رہی تھی۔

لونی ہاٹ ایک پہاڑی علاقہ تھا اور یہاں زیادہ تر کان کن آباد تھے۔ کیونکہ قریب وجوار میں کوئلے کی کانیں تھیں! پچاس ساٹھ میل کے گھیرے میں یہاں لونی ہاٹ جیسی کئی بستیاں تھیں اور لونی ہاٹ کو تو ایک چھوٹا موٹا شہر ہی کہنا چاہئے۔

ریلوے اسٹیشن ویران علاقے میں تھا۔ لیکن شہر سے اس کا فاصلہ دو میل سے زیادہ نہیں تھا۔ یہ اور بات ہے کہ پہاڑی علاقے کے دو میل میدانوں کے دس میل سے بھی زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔

شیلا اس اسٹیشن پر چھ ماہ سے تھی۔ اسے یہاں کی زندگی سے بھرپور فضا بہت پسند تھی۔ حد نظر تک سبزہ ہی سبزہ دکھائی دیتا تھا۔ چٹانوں پر خود رو بیلیں پھیلی ہوئی تھیں جن میں کئی رنگوں کے پھول کھلتے تھے۔ مغرب کی جانب ڈھلان میں جنگلوں کا سلسلہ صدہا میل تک پھیلا ہوا تھا اور شام کو ان جنگلوں پر شفق کے رنگین لہرئیے بڑے بھلے لگتے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ شوخ رنگ درختوں کی چوٹیوں سے غبار کی طرح نکل کر حد نظر تک پھیل گئے ہوں۔

شیلا یہاں بہت خوش تھی اور یہاں زیادہ سے زیادہ دن گذارنا چاہتی تھی۔ اس نے کچھ دوست بھی بنالئے تھے جن میں راجن سب سے اچھا دوست ثابت ہوا تھا۔ وہ لونی ہاٹ پولیس اسٹیشن کا انچارج تھا۔ جوان خوشرو اور شائستہ آدمی تھا.... اُس میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اُس نے کبھی شیلا کے رہن سہن پر تنقید نہیں کی تھی ورنہ کم از کم اس کے مغربی طرز کے لباس پر تو ہر ایک اسے ٹوکتا رہتا تھا۔ راجن نے اس سے آج تک نہیں پوچھا کہ وہ اسکرٹ کی بجائے ساری کیوں نہیں استعمال کرتی.... بال کیوں ترشواتی ہے.... بھنویں کیوں نوچتی ہے۔ ناخن کیوں بڑھاتی ہے.... تنہا کیوں رہتی ہے؟ اپنے کسی عزیز کو بھی ساتھ کیوں نہیں رکھتی؟

زیادہ تر لوگ اُس کے نجی حالات جاننے کے خواہش مند رہتے تھے لیکن راجن نے آج تک نہیں پوچھا تھا کہ وہ کون ہے؟ کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟ اس کے دوسرے اعزاہ کہاں ہیں اور اس نے اپنے مستقبل کے لئے کیا سوچا ہے؟

شیلا کو اس قسم کے سوالات سے گھٹن ہوتی تھی! اس اجنبی علاقے میں اُس نے اپنا تبادلہ اسی لئے کرایا تھا کہ وہاں اُس کے جان پہچان والے نہ ہوں گے۔ لیکن یہاں بھی ابھی تک صرف ایک ہی آدمی ایسا ملا تھا جس نے اُس سے جان پہچان تو پیدا کرلی تھی لیکن یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ اس کا تعلق کس خاندان سے تھا یا وہ کہاں کی رہنے والی تھی۔

یہ آدمی راجن تھا۔ وہ روزانہ اُس سے ملتا تھا، دونوں گھنٹوں ساتھ رہتے تھے! لیکن یہ ملنا
شیلا کی دانست میں دوستی ہی تک محدود تھا۔

وہ روزانہ شام کو اسٹیشن ضرور آتا تھا! لیکن آج خلاف معمول ابھی تک نہ تو آیا تھا اور نہ
کو فون ہی پر اطلاع دی تھی کہ وہ آج نہ آسکے گا۔

اکتوبر شروع ہو چکا تھا اس لئے اب قریب ہی سماور میں کھولتے ہوئے پانی کی موجودگی
اشد ضروری تھی۔ شیلا چائے کے سارے لوازمات آفس ہی میں رکھتی تھی تاکہ سردی اور غنودگی
کے مارے ہوئے ذہن کو بروقت کام کے قابل بنایا جاسکے۔

اس نے ایک قلی کو آواز دے کر چائے کے لئے سماور سے پانی نکالنے کو کہا اور فون پر پولیس
اسٹیشن کے نمبر رنگ کرنے لگی۔

وہ دراصل راجن کے متعلق پوچھنا چاہتی تھی۔ لیکن پولیس اسٹیشن سے جواب ملا کہ راجن
وہاں موجود نہیں ہے اس نے سلسلہ منقطع کردیا اور اس قلی کی طرف متوجہ ہو گئی، جو سماور سے
کیتلی میں پانی لے رہا تھا۔ یہ ادھیڑ عمر کا ایک مسکین صورت آدمی تھا۔

"آج سردی پھر بڑھ گئی ہے میم صاحب!" اُس نے کیتلی میں چائے کی پتی ڈالتے ہوئے کہا۔

"لیکن اسکے باوجود بھی تم ایک ہلکی سی قمیض میں نظر آرہے ہو۔ جرسی ہی نکال لی ہوتی۔"

"جرسی۔" قلی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "بڑھیا بیچاری مجھ سے زیادہ کمزور ہے میم
صاحب! میں تو کسی نہ کسی طرح نکال ہی لے جاؤں گا۔"

"اوہ.... دیکھو.... میں اس کے لئے سوئیٹر نکالوں گی.... تم جرسی اُس سے لے کر خود
استعمال کرو۔ اب بوڑھے ہونے کو آئے سردی سے بچنا ہی چاہئے۔"

قلی کچھ نہ بولا۔ وہ کیتلی میں چائے ڈال چکا تھا.... اور اب الماری سے پیالی نکال رہا تھا۔

"میں بوڑھیا کے لئے کچھ اور چیزیں بھی دوں گی۔" شیلا نے کہا۔

"بہت خوش ہو گی۔ بہت دعائیں دے گی میم صاحب۔ وہ کسی دن آئے گی آپ کے پاس
مجھ سے کہہ رہی تھی۔"

"ارے.... ہاں کریم۔ میں نے سنا ہے آج کل شہر میں بڑی سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔"

"جی میم صاحب....!"

"کیا یہ سچ ہے کہ جنگل کی طرف سے پچھلی رات فائروں کی آوازیں آئی تھیں!"

"سچ ہے میم صاحب، سننے والوں کا بیان ہے کہ آدھے گھنٹے تک گولیاں چلتی رہی تھیں اور یہ
پہلی بار ہوا ہے ورنہ اس سے پہلے تو کبھی شکاریوں کی بندوقوں کی آوازیں بھی نہیں سنی گئیں۔
جنگل میں گھسنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی کسی کی!"

"تب تو آدھے گھنٹے تک فائرنگ ہونا یقیناً تشویش ناک ہے۔"

"ابھی کچھ بھی تشویش ناک نہیں ہے میم صاحب۔ ابھی دیکھئے اور کیا ہوتا ہے۔"

"اوہ کیا ہوگا....؟" شیلا مسکرائی۔

"سانس لینا مشکل ہو جائے گا میم صاحب! آزادی ملی ہے ہمیں! آزادی سے پہلے ایسے
اندھیر دیکھنے میں نہیں آئے تھے؟"

"اوہ.... تم یہ سب کچھ مت سوچا کرو۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ یہ آزادی کا قصور
نہیں ہے۔"

"مجھ سے زیادہ آپ بھی نہیں سمجھ سکتی میم صاحب۔" کریم نے زہریلی سی ہنسی کے ساتھ
کہا۔ "کیونکہ مجھے اکثر بھوکا بھی سونا پڑتا ہے۔ آزادی سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ میں
آپ کی طرح بہت زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں میم صاحب مگر معدے کی زبان سمجھنے کے لئے زیادہ
پڑھا لکھا ہونا ضروری نہیں ہے۔"

شیلا اس جملے پر اس طرح چونک پڑی جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔

"بڑی اونچی بات کہہ دی تم نے....؟" اُس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"اپنی زبان میں ارسطو کو بھی حکمت سکھانے کا دعویٰ رکھتا ہوں میم صاحب۔" کریم نے
ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن انگریزی مجھے نہیں آتی اسی لئے اس طرح پیٹ پالنا پڑتا ہے اور
آپ یہ جانتی ہی ہیں کہ انگریزی اُن لوگوں کی زبان تھی جن کے نیچے سے ہمیں رہائی مل چکی
ہے.... یعنی ہم آزاد ہیں۔"

وہ چند لمحے خاموش رہا پھر ایک ہذیانی قہقہہ لگا کر بولا۔ "نہیں میم صاحب۔ میں بالکل
گدھوں کی سی باتیں کر رہا تھا.... آزادی ملی ہے یقیناً ملی ہے۔ انہیں ملی ہے جنہوں نے آزادی
کے لئے قربانیاں دی تھیں۔ اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیئے تھے۔ بہت بڑی بات ہے میم

صاحب۔ گرہ سے ایک پیسہ نکالنا بھی مشکل ہو جاتا ہے لیکن وہاں تجوریوں کے منہ کھل گئے تھے۔ اب بھی ان تجوریوں سے صدائیں آتی رہتی ہیں کہ ہمارا احسان کبھی نہ بھولنا ورنہ آئندہ الیکشن کے موقع پر تم سے سمجھ لیا جائے گا.... اور میم صاحب۔" وہ یک بیک خاموش ہو گیا۔ کیونکہ ٹھیک اُسی وقت انسپکٹر راجن کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اُس نے کریم پر یونہی سرسری سی نظر ڈالی تھی لیکن اس سے پہلے ہی کریم کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

"اوہو! میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" شیلا نے کہا۔

"بھئی.... آج کل میں بڑی الجھنوں میں ہوں۔" راجن بیٹھتا ہوا بولا۔ پھر اُس کی نظر سماور کی طرف اٹھ گئی اور اس نے کہا۔ "یہ ایک نیک کام ہوگا۔"

"ارے.... ہاں کریم.... ایک کپ اور مزید نکال لو۔" شیلا نے کریم سے کہا اور کریم نے دوسرا کپ نکالنے کے سلسلے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ مگر وہ اب بھی نہ جانے کیوں رہ رہ کر راجن کو کنکھیوں سے دیکھنے لگتا تھا۔ شاید اُسے خوف تھا کہ کہیں راجن نے اُس کی گفتگو سن نہ لی ہو۔

اُس نے دو کپ میز پر رکھ دیئے اور پھر کیتلی سے اُن میں چائے انڈیلنے لگا۔ "بس اب تم جاسکتے ہو۔" شیلا نے کچھ دیر بعد کریم سے کہا۔

اور وہ بالکل ایسے ہی انداز میں وہاں سے رخصت ہوا جیسے ستا چھوٹا ہو۔

"یہ کافی پڑھا لکھا آدمی ہے۔" شیلا نے راجن سے کہا جو کسی خیال میں ڈوبا ہوا چسکیاں لے رہا تھا۔

"کون....؟" اُس نے چونک کر پوچھا۔

"یہی قلی.... کریم بیچارے کو انگریزی نہیں آتی۔"

"بہتیرے ایسے ہیں۔" راجن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تم کس سوچ میں ہو۔"

"اوہ.... کیا تمہیں نہیں معلوم کہ پچھلی رات جنگل میں تقریباً آدھے گھنٹے تک فائرنگ ہوتی رہی تھی۔"

"ہاں.... میں نے سنا تھا۔" شیلا نے لاپروائی سے کہا۔

"ارے... تم تو اس انداز میں کہہ رہی ہو جیسے تمہاری نظروں میں اسکی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔"

"میری نظروں میں کسی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔" شیلا مسکرائی۔

"اکثر تم مجھے کہانیوں کے کردار معلوم ہونے لگتی ہو۔"

"یہ بھی غلط نہیں ہے! خود مجھ میں کہانی بننے کی صلاحیت موجود ہے۔"

"کہانیوں کی زبان بعض اوقات میری سمجھ میں نہیں آتی! میں تو دو اور دو چار والا آدمی ہوں۔"

شیلا کچھ نہ بولی۔ راجن کہتا رہا۔ "تم بعض اوقات مجھے پُراسرار بھی معلوم ہونے لگتی ہو۔"

"جاسوسی کہانی۔" شیلا پلکیں جھکا کر مسکرائی۔

"مجھے جاسوسی کہانیوں بہت پسند ہیں۔"

"تمہاری لائین کی چیز ہے۔ میرا خیال ہے کہ جاسوسی کہانیاں تباہ کن ہوتی ہیں۔"

"کیوں....؟"

"ان سے جرائم پھیلتے ہیں۔"

"میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا؟" راجن نے سر ہلا کر کہا۔ "ہمارے یہاں کے زیادہ تر جرائم پیشہ لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ پچانوے فیصد جاہل ہوتے ہیں۔ جرائم کی جڑیں دراصل مایوسی میں ملتی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"جس معاشرے کے افراد مستقبل کی طرف سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ وہیں جرائم کی گرم بازاری بھی ہو جاتی ہے۔"

"تو کیا ہمارے یہاں کے لوگ مستقبل سے مایوس ہیں۔"

"یقیناً ہیں! مستقبل سے مایوس ہیں اور یہ چیز اُن کے ذہنوں میں جڑیں پکڑ چکی ہے کہ ان کے ساتھ انصاف نہیں ہو سکے گا....!"

"ختم کرو.... آج سردی بہت ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس بوڑھے نے بھی مجھے بور کرنا چاہا تھا.... لیکن مجھے ایسی باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے.... وہ تو میں نے یونہی کہہ دیا تھا کہ جاسوسی کہانیوں سے جرائم پھیلتے ہیں۔"

"ہاں.... یہ بتاؤ کہ تم اُن فائروں کے سلسلے میں پریشان کیوں ہو۔"

"کیونکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"تمہارا ان فائروں کے متعلق کیا خیال ہے....!"

"اگر یہ ڈاکو تھے اور کسی سے ان کی جھڑپ ہوئی تھی تو وہ اس کی اطلاع پولیس کو ضرور دیتا۔"

"ممکن ہے وہ اطلاع دینے کے قابل ہی نہ رہ گیا ہو۔"

راجن کچھ نہ بولا.... تھوڑی دیر بعد شیلا نے کہا۔ "کیا آج صبح تم جنگلوں میں گھسے تھے۔"

"ہاں.... جتنی دور جاسکا تھا گیا تھا.... لیکن کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"کیا یہ جنگل حقیقتاً دشوار گذار ہیں۔"

"بہت زیادہ۔"

"انہیں ٹھیکے پر کیوں نہیں اٹھادیا گیا۔"

"اٹھا ہی دیا جاتا مگر یہاں سے اندرون ملک لکڑی لے جانے میں بہت زیادہ مصارف ہوں گے.... اس لئے کوئی اِدھر کا رخ ہی نہیں کرتا۔"

شیلا کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ یک بیک وہ اٹھ کر پلیٹ فارم کی طرف بھاگی۔

"کیوں کیا ہے!" راجن اُس کے پیچھے جھپٹا۔

شیلا پلیٹ فارم پر رک گئی وہ وہاں تنہا نہیں تھی بلکہ اسٹیشن کے عملہ کے کئی آدمی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جنوب کی طرف دیکھ رہے تھے راجن کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔

"کیا بات ہے.... کیا معاملہ ہے۔" راجن نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اوہ.... راجن آؤ.... ابھی بتاتی ہوں۔" اس نے کہا اور پھر دوڑتی ہوئی آفس میں آئی اُس کے پیچھے پیچھے راجن بھی آیا۔

پھر کمرے میں اُس سے کچھ اس قسم کی حرکتیں سرزد ہونے لگیں جیسے اُس کی سمجھ ہی میں نہ آرہا ہو کہ اُسے کیا کرنا چاہئے اور راجن بھی اندازہ نہ کرسکا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔

"کچھ بتاؤ بھی تو کیا بات ہے۔"

"اوہ.... راجن .... ہاں.... ہاں ٹھیک ہے۔ مجھے پچھلے اسٹیشن پر فون کرنا چاہئے.... راجن ایک منٹ۔"

وہ فون کی طرف جھپٹی! ریسیور اٹھایا ہی تھا کہ راجن نے اُس کا بازو پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا اور ساتھ ہی اس کے ریوالور سے ایک شعلہ بھی نکلا.... روشندان کا شیشہ چور چور ہوگیا۔ پھر راجن شیلا کو فرش ہی پر پڑا چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

شیلا فرش پر چت پڑی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی اور پلیٹ فارم پر

ہونے والے شور کے درمیان فائروں کی آوازیں اس کے کان کے پردوں پر ہتھوڑے کی طرح پڑ رہی تھیں اور وہ ان آوازوں کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھی۔

وہ سمجھ ہی نہیں سکی تھی کہ راجن نے فون کرتے وقت اُسے کیوں کھینچا تھا....؟

چند لمحوں کے بعد وہ اچھل کر بیٹھ گئی اور پھر فون کی طرف جھپٹی لیکن پھر ایسا معلوم ہوا جیسے الیکٹرک شاک لگا ہو۔ وہ جہاں تھی وہیں ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔

فون کے قریب ہی میز پر ایک بڑا سا خنجر پیوست تھا۔ ایک بار پھر اُس کا سر چکرا گیا۔ پلیٹ فارم پر بدستور شور ہو رہا تھا اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے فائروں کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔

"تو کیا....؟" شیلا نے سوچا۔ راجن نے اس خنجر سے بچانے کے لئے اُسے پیچھے کھینچا تھا.... اُس نے ٹوٹے ہوئے روشندان کی طرف دیکھا۔ خنجر اُسی راستے سے آیا تھا....اور دوسرے حصے کا شیشہ شاید راجن کی گولی سے ٹوٹا تھا۔

وہ ایک نڈر لڑکی تھی اور اب اپنے اعصاب پر قابو پاچکی تھی۔ اُس نے میز کے نیچے جھولتے ہوئے ریسیور کو سنبھالا اور نمبر ڈائیل کرنے لگی۔ شور جاری تھا۔ لیکن فائروں کی آوازیں آنی بند ہوگئی تھیں۔

"ہپلٹی کے اسٹیشن ماسٹر کو.... اوہ.... راجن تھرٹین اپ جو کچھ دیر پہلے یہاں سے گذری ہے اُسے یقیناً کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔"

"کیوں؟ تم باہر کیوں بھاگی تھیں!"

"ایک ڈبہ.... لائین پر دوڑ رہا تھا۔ غالباً وہ گارڈ کا ڈبہ تھا۔ بوگی نہیں تھی۔ میں فون پر اسی کی اطلاع پچھلے اسٹیشن کو دینا چاہتی تھی۔ وہ یقیناً تھرٹین اپ ہی کا ڈبہ تھا....!"

"لیکن کسی نے تمہیں فون کرنے سے باز رکھنا چاہا تھا۔" راجن نے کہا اور اُس خنجر کی طرف دیکھنے لگا، جواب بھی میز پر پیوست تھا۔

"یہ خنجر کس نے پھینکا تھا۔"

"اگر میں نے تمہیں کھینچ نہ لیا ہوتا تو یہ تمہاری گردن پر پڑا ہوتا۔"

"اب میں کیا کروں۔ لائین ہی خراب ہوگئی ہے۔ ہپلٹی کے اسٹیشن پر فون کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اسے سائیڈنگ میں لے لیں ورنہ کسی دوسری گاڑی سے ٹکرا کر.... میرے خدا میں کیا کروں۔"

"ٹھہرو....!" راجن نے کہا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

شیلا کرسی میں پڑی ہانپتی رہی تھوڑی دیر میں راجن واپس آ گیا۔

"فون کے تار کاٹ دیئے گئے ہیں۔ تم جس وقت فون کرنے جا رہی تھیں اس وقت شاید
کاٹنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ خنجر پھینک کر تمہیں فون کرنے سے روکا گیا۔ پھر میں باہر نکلا
انہوں نے فائرنگ شروع کر دی اور اس وقت تک کرتے رہے جب تک کہ تار نہیں کٹ گئے
پھر وہ بھاگ نکلے۔"

"تم نے تعاقب نہیں کیا۔"

"کیا تھا.... لیکن یہ جنگل.... میرا بس چلے تو اس میں آگ لگوا دوں۔"

"لیکن مجھے فون کرنے سے روکنے کا کیا مقصد تھا....؟"

"خدا جانے....!" راجن نے کہا اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"وہاں اطلاع پہنچنی ضروری ہے۔ بتاؤ میں کیا کروں۔"

"میں نے گاڑی بھی واپس بھیج دی۔ تھانے سے پانچ مسلح کانسٹیبل بلوائے ہیں میں اس وقت
جنگل میں گھسوں گا۔"

"پیلپٹی اطلاع پہنچنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے ورنہ کوئی دوسری ٹرین حادثے کا شکار ہو جائے
گی۔ ویسے پیلپٹی سے اِدھر اس کا رکنا محال ہی ہے کیونکہ پیلپٹی کافی نشیب میں ہے۔"

"یہاں اس وقت کوئی لائٹ انجن موجود ہے۔"

"نہیں....!" شیلا نے طویل سانس کے ساتھ کہا۔

"تب تو مشکل ہی ہے اب تو گاڑی واپس آ جانے کے بعد ہی کچھ ہو سکے گا۔"

دو بہرے

حمید نے کھڑکی کے باہر سر نکال کر دیکھا اور پھر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ٹرین چڑھائی پر جا رہی
تھی اس لئے اس کی رفتار بہت کم ہو گئی تھی۔

حمید کے چہرے پر اکتاہٹ اور بیزاری کے آثار تھے اور وہ کمپارٹمنٹ میں بیٹھے ہوئے لوگوں

کو اس طرح گھورنے لگتا تھا جیسے ان میں سے کسی کو نیچے پھینک دینے کے لئے منتخب کر رہا ہو۔

موڈ صرف ایک آدمی نے خراب کیا تھا لیکن اُسے غصہ سارے ہم سفروں پر آ رہا تھا۔ جس
نے موڈ خراب کیا تھا وہ سامنے ہی والی برتھ پر تھا اور ہر دس منٹ کے بعد موڈ کی خرابی کی تجدید
کر سکتا تھا۔ اگر وہ کوئی معمر آدمی نہ ہوتا تو حمید نے اُسے جی کھول کر رگڑا ہوتا۔ وہ بوڑھا ہونے
کے ساتھ ہی ساتھ بہرا بھی تھا۔

ویسے اُس کا بہرا پن ہی بوریت کا سبب بنا تھا۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد حمید کو مخاطب کرتا
کچھ پوچھتا اور جواب کچھ کا کچھ سن کر حمید کو اور زیادہ بور کرتا۔

مثلاً.... "کیا وقت ہوا جناب۔"

"بارہ....!" حمید نے جواب دیا۔

"کمال ہے....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں نے وقت پوچھا ہے غبارہ سے مجھے کیا سروکار۔"

"غبارہ نہیں.... بارہ....!" حمید نے چیخ کر کہا۔

"ارے تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔" جواب ملا۔

حمید نے پاؤچ سے تمباکو نکال کر پائپ بھرا اور اُسے دیا سلائی دکھا کر دو تین لمبے لمبے کش لئے۔

"کون سا تمباکو پیتے ہیں آپ....!" بوڑھے نے پوچھا۔

"پرنس ہنری....!"

"ہری تمباکو چل ہی نہیں سکتی پائپ میں! مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش نہ کیجئے۔"

"ہری نہیں پرنس ہنری۔"

"واہ یہ بھی کوئی نام ہوا.... پرنس ہنری.... ہونہہ۔"

"تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔" حمید چڑھ گیا۔

"اگر بولیں بھی تو میرا کیا بگڑے گا۔" بوڑھے نے بُرا سا منہ بنا کر خشک لہجے میں کہا۔

حمید خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اگر کمپارٹمنٹ میں کوئی لڑکی بھی موجود ہوتی تو وہ یقینی
طور پر اُس بوڑھے سے چمٹ گیا ہوتا۔

"کہاں تشریف لے جائیں گے!" بوڑھے نے پھر کچھ دیر بعد پوچھا۔

"جہنم میں....!"

"اچھا....!" بوڑھے نے اس بار بڑی سنجیدگی سے سر ہلایا تھا۔

"آپ کہاں تشریف لے جائیں گے!" حمید نے نتھنے پھلا کر پوچھا۔

"پیلپٹی....!" بوڑھے نے جواب دیا۔

"مگر اس لائن پر چرٹی کا کوئی اسٹیشن نہیں ہے۔"

"نہ ہوگا....!" اس نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن ہو یا نہ ہو مجھے تو وہیں اترنا ہے۔"

"اگر وہیں مرنا ہے تو میں کیا کروں....؟" حمید نے چیخ کر کہا اور کمپارٹمنٹ کے دوسرے لوگ ہنسنے لگے۔ بوڑھا اس طرح ایک ایک کا منہ دیکھ رہا تھا جیسے سبھوں کو پاگل سمجھتا ہو۔

"کیوں ہنس رہے ہیں یہ لوگ....!" اُس نے آگے جھک کر آہستہ سے پوچھا۔

"یہ لوگ اس لئے ہنس رہے ہیں کہ کالی نوس کا منجن استعمال کرتے ہیں۔"

"اماں.... تم خود ہوگے جالینوس....!" وہ تن کر بیٹھتا ہوا بولا۔ "پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتے ہو۔ کوئی لونڈا سمجھ لیا ہے مجھے! میں بھی ریٹائرڈ صوبیدار میجر ہوں۔"

"تحصیلدار میجر یہ عہدہ میرے لئے بالکل نیا ہے۔"

"بہرے ہو تم....!" وہ حلق کے بل چیخا۔ "صوبیدار میجر....!"

"تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔" حمید بھی اُسی طرح حلق پھاڑ کر چیخا مگر اُسے کھانسی آنے لگی۔

"اچھا ہے.... اچھا ہے....!" بوڑھا سر ہلا کر بولا۔ "بڑوں سے بدتمیزی کرو گے تو اسی طرح کھانس کھانس کر مر جاؤ گے۔"

"شکریہ! طریفل کشنیزی بہت استعمال کر چکا ہوں۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔"

بوڑھا بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ حمید نے سچ مچ بہروں ہی کی سی ایکٹنگ شروع کر دی۔

کمپارٹمنٹ کے دوسرے لوگ بھی اُسے بہرا ہی سمجھ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ اُن کے لئے خاصی دلچسپی کا سامان تھا۔

دو بہرے اور دونوں ہی ایک دوسرے کو غلط سمجھنے پر مصر! پھر یہ بھی ضروری کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک دوسرے سے مخاطب ہوں۔

سارے ہم سفر اُن کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

ابھی تک یہ سفر حمید کے لئے اکتا دینے والا ہی ثابت ہوا تھا۔ لیکن سفر کے اختتام پر بوریت رفع ہو جانے کی توقع بھی تھی۔

یہ سفر تفریحی نہیں تھا بلکہ اس کی نوعیت خالص سرکاری تھی۔ ان دنوں ایک کیس فریدی کے سپرد کیا گیا تھا اور فریدی نے اس کا فائیل حمید کے سپرد کر دیا تھا۔

یہ تھرٹین اپ ٹرین کا کیس تھا، جو لونی ہاٹ اسٹیشن سے گذرنے کے بعد حیرت انگیز طور پر گارڈ کے ڈبے سے محروم ہو گئی تھی اور اس کا انکشاف اس وقت ہوا تھا جب وہ لونی ہاٹ کے آگے والے اسٹیشن پر رکی تھی!

پچھلی بوگی کے معائنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا گیا وہ حیرت انگیز تھا۔ بلکہ ناقابل یقین بھی.... لیکن کسی حقیقت کو جھٹلا دینا بھی آسان کام نہیں ہے۔

ماہرین کی رپورٹ بھی ٹرین ایگزامنر کی رپورٹ سے مختلف نہیں تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ آخری بوگی سے گارڈ کے ڈبے کی علیحدگی بوگیاں جوڑنے والوں کی لاپروائی کا نتیجہ نہیں تھی یا وہ زنجیر کمزور نہیں تھی جس سے ڈبہ جوڑا گیا تھا بلکہ وہاں تو ایسے نشانات ملے تھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ زنجیر پگھل جانے کی وجہ سے ڈبہ علیحدہ ہوا ہوگا۔ مگر زنجیر کا پگھلنا بجائے خود ایک چکرا دینے والا سوال تھا؟

اس کے بعد کی کہانی اور زیادہ حیرت انگیز تھی۔

لونی ہاٹ کی بکنگ کلرک شیلا نے ایک ڈبہ جنوب کی طرف نشیب میں دوڑتے دیکھ کر سوچا تھا کہ شاید تھرٹین اپ کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہے۔

اس ڈبے کے متعلق پچھلے اسٹیشن پیلپٹی کے اے ایس ایم کو آگاہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ کسی نامعلوم آدمی نے اس پر خنجر پھینکا۔

اس کے بعد لونی ہاٹ کے سب انسپکٹر پولیس راجن کی رپورٹ تھی جس نے خنجر پھینکنے والے کا تعاقب کیا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے باقاعدہ فائرنگ شروع ہو گئی۔ پھر کچھ دیر بعد فائرنگ کرنے والے پہاڑی بھول بھلیوں میں گم ہو گئے اور راجن اُن میں سے ایک کو بھی نہ پکڑ سکا۔ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ وہ نامعلوم آدمی جنہوں نے فائرنگ

کی تھی اور شیلا پر خنجر پھینکا تھا در اصل یہ نہیں چاہتے تھے کہ اس ڈبے کے متعلق پچھلے اسٹیشن کو کوئی اطلاع دی جائے۔ لہٰذا انہوں نے لونی ہاٹ اسٹیشن کے فون کے تار ہی کاٹ دیئے تھے۔

پپلٹی اسٹیشن نشیب میں تھا اس لئے وہ ڈبہ وہاں بھی نہیں رکا تھا۔ لیکن وہاں بھی اُسے دیکھ... سراسیمگی پھیل گئی تھی اور اس کی اطلاع اس کے بعد والے اسٹیشن کو دے دی گئی تھی۔

پھر وہ ڈبہ تیسرے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے ہی رک گیا تھا.... لہٰذا تیسرے اسٹیشن سے ا... لائٹ انجن روانہ ہوا جو اُسے تیسرے اسٹیشن پر لایا۔ ڈبے سے گارڈ غائب تھا اور آج تک اس کا... نہیں مل سکا تھا اور نہ ہی معلوم ہو سکا تھا کہ بعض نامعلوم آدمیوں کی اس حرکت کا مقصد کیا تھا۔

حمید کو اس سلسلے میں چار اسٹیشنوں سے معلومات فراہم کرنی تھی.... سکلٹا جہاں گارڈ... ڈبے کے غائب ہو جانے کا انکشاف ہوا تھا۔ لونی ہاٹ جہاں ٹیلی فون کے تار کاٹے گئے تھے، پپ... جہاں سے پچھلے اسٹیشن تارالنگی کو اس ڈبے کے متعلق اطلاع دی گئی تھی۔

مگر حمید کو ان میں سے صرف لونی ہاٹ کا اسٹیشن زیادہ اہم معلوم ہو رہا تھا۔ ویسے ہو سکتا... اس اہمیت کی وجہ وہاں کی لیڈی بکنگ کلرک شیلا ہی رہی ہو۔

بہر حال حمید نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ سب سے پہلے لونی ہاٹ ہی جائے گا۔ وہ اُسی ٹرین تھرڈ... ا... ہی سے سفر کر رہا تھا جسے عجیب و غریب حادثہ پیش آیا تھا۔

حمید اس وقت صرف اسی کیس کے متعلق سوچنا چاہتا تھا مگر وہ بہرا بوڑھا تو جان کو آگیا... اور اب تو ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے وہ سچ مچ حمید کو چڑھا ہی رہا ہو۔

"تعلیم کہاں تک ہے تمہاری۔" اس نے حمید سے پوچھا۔

"تسلیم.... تسلیم....!" حمید نے جھک کر خالص لکھنوی انداز میں اُسے سلام کیا۔

"تسلیم نہیں....!" بوڑھا چیخ کر بولا۔

"ارے تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے؟" حمید نے اُسی کے لہجے کی نقل اتاری۔

"جدا ہونا ہی پڑے گا۔" بوڑھے نے سر ہلا کر کہا۔ "اور نہیں تو کیا میں تمہیں اپنی قبر میں... جاؤں گا۔"

لوگ بے ساختہ ہنسنے لگے اور حمید انہیں غصیلی نظروں سے گھور کر بوڑھے سے بولا۔ "... اس وقت بہت اُداس ہوں اس لئے براہ کرم خاموش رہیے۔"

"میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تمہارا نام دیوداس ہی ہوگا۔ صورت سے ظاہر ہے!" بوڑھے نے کہا۔

"آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔" حمید غصیلے لہجے میں بولا۔ "میں سفر میں بے تکلفی کا قائل نہیں ہوں۔"

"قبائل کے متعلق تم مجھ سے زیادہ نہیں جان سکتے۔ میں نے اپنی زندگی کے پندرہ سال قبائلیوں کے ساتھ گذارے ہیں۔"

"خدا آپ کو غارت کردے۔"

"ہاں.... وزارت کا بھی شوق ہے۔ مگر وقت نہیں ملتا۔" بوڑھے نے سر ہلا کر جواب دیا۔

حمید نے سوچا اب خاموش ہی رہنا چاہئے ورنہ یہ بوڑھا دماغ چاٹ جائے گا۔ پہلے اُس نے سوچا تھا کہ ممکن ہے اُس کی الٹی سیدھی باتیں اُسے خاموش ہی کر دیں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہ بھی کوئی بکواسی ہی تھا۔

حمید نے دوبارہ پائپ میں تمباکو بھری اور اُسے سلگا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

دھندلکا پھیلنے لگا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر شفق کے لہریئے غبار آمیز ہوتے جا رہے تھے۔

سردی بھی بڑھ رہی تھی۔ حمید نے چمڑے کا جیکٹ سرہانے سے اٹھا کر پہن لیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ رات اُسے لونی ہاٹ کے ویٹنگ روم ہی میں گذارنی پڑے گی۔ پھر صبح وہ کہیں قیام کا انتظام کرے گا۔ ویسے اسے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ لونی ہاٹ شہر میں دو ایک ہوٹل بھی ہیں ایک اسٹیشن سے دو ڈھائی فرلانگ ہی کے فاصلے پر تھا۔

اندھیرا پھیلتے ہی ٹرین پپلٹی کے اسٹیشن پر رکی۔ بوڑھا اپنا سامان پہلے ہی سمیٹ چکا تھا۔ حمید نے اسے اترتے دیکھا.... قلی اُس کا سامان اٹھا رہا تھا اور پھر حمید کا دل چاہا کہ وہ بھی اُسی کے ساتھ یہیں اتر جائے کیونکہ ایک بڑی خوبصورت لڑکی اُسے ریسیور کرنے آئی تھی.... اب اُسے افسوس ہونے لگا کہ اُس نے بوڑھے سے جان پہچان کیوں نہ بڑھائی۔ اُس کے امکانات تھے۔

ٹرین پپلٹی سے بھی روانہ ہوگئی۔ اب اگلا اسٹیشن لونی ہاٹ ہی تھا۔ وہ اٹھ کر اپنا ہولڈال سنبھالنے لگا۔

اُس کے پاس لونی ہاٹ سے آگے والے اسٹیشن کا ٹکٹ تھا۔ لیکن وہ لونی ہاٹ ہی میں اترنا چاہتا تھا اس کا فیصلہ اُس نے ٹرین پر بیٹھ جانے کے بعد کیا تھا۔ حمید لونی ہاٹ کے اسٹیشن پر اتر گیا اور اُس

وقت تک پلیٹ فارم ہی پر کھڑا رہا جب تک کہ ٹرین وہاں سے روانہ نہیں ہو گئی۔

اور جب گاڑی آؤٹر سگنل کے قریب سے بھی گذر گئی تو اُس نے اُس بورڈ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنا شروع کر دیا جس پر اسٹیشن کا نام لکھا ہوا تھا۔

"خدا غارت کرے ان پہاڑی اسٹیشنوں کو.... میں کہاں اتر پڑا۔" اُس کے قریب ہی کھڑے ہوئے ایک خوش پوش اور قوی ہیکل جوان نے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر پوچھا "کیا آپ کو کہاں اترنا تھا۔"

"میں دارالحکومت سے آرہا ہوں۔" حمید نے جواب دیا۔

"میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ آپ کو کہاں اترنا تھا۔"

"جی....!" حمید کان پر ہاتھ لگا کر اس کی طرف جھکا۔

"آپ کو کہاں اترنا تھا۔" اس نے بلند آواز میں پوچھا۔

"سکلٹا.... مگر یہ کم بخت.... اسٹیشن ایک ہی جیسے بنے ہوئے ہیں۔ اور ایک گدھے نے مجھے بتایا تھا کہ سکلٹا پپلٹی کے بعد ہی پڑے گا۔"

"سکلٹا.... اگلا اسٹیشن ہے....!" اُس نے کہا۔

"پھر اب میں کیا کروں۔"

"دوسری ٹرین آپ کو چار گھنٹے سے پہلے نہ ملے گی۔"

"جی....!" حمید پھر کان پر ہاتھ رکھ کر اُس کی طرف جھکا۔

نوجوان نے اپنا جملہ پھر دہرایا اور حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "چار گھنٹے میرے خدا.... یہ کس طرح گذریں گے۔"

"کیا آپ پہلی بار ان اطراف میں آئے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں....!" حمید نے جواب دیا۔ "شاید آپ کو تھرٹین اپ والے حادثے کا علم ہو۔"

"جی ہاں.... کیوں....!" وہ حمید کو شبہ آمیز نظروں سے گھورنے لگا۔

"میں گارڈ گومز کا بھتیجا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"اوہ.... کیا وہ گھر پہنچ گئے ہیں۔" نوجوان نے سوال کیا۔

"جی نہیں.... گھر پہنچ گئے ہوتے تو میں یہاں جھک مارنے آتا۔"

"اوہ.... اچھا.... آیئے آیئے آپ یہاں کب تک کھڑے رہیں گے۔ چلئے میں ویٹنگ روم کھلوا دوں۔ آج شدید سردی ہے۔"

"جی....!" حمید کان پر ہاتھ رکھ کر اُس کی طرف جھکا۔

اس نے پھر اپنا جملہ دہرا کر قلی کو سامان اٹھانے کا اشارہ کیا۔

چند لمحوں کے بعد حمید اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ ویٹنگ روم میں آئے قلی نے سامان رکھ دیا اور نوجوان نے حمید سے کہا۔ "ٹھہریئے! میں آپ کے لئے چائے وغیرہ کا انتظام کرتا ہوں۔"

"کس بات کا انتقام لیں گے آپ مجھ سے۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"انتقام نہیں انتظام.... چائے کا انتظام۔" اس نے اونچی آواز میں کہا۔

"ارے کہاں.... تکلیف کیجئے گا۔ معاف فرمایئے میں اونچا سنتا ہوں۔" حمید نے مغموم لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے!" نوجوان نے کہا اور باہر نکل گیا۔

حمید نے ایک طویل سانس لی اور وہ اس آدمی کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ آخر وہ کون ہے اور اس میں اتنی شدت سے دلچسپی کیوں لے رہا ہے۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آگیا۔ لیکن چائے کے ساتھ ہی حمید کی روحانی غذا بھی لایا تھا.... یعنی ایک لڑکی.... جو تھی تو دیسی ہی لیکن مغربی لباس میں تھی اور اچھی بھی لگتی تھی اس لباس میں۔

کیا یہ وہی بکنگ کلرک شیلا ہے؟ حمید نے سوچا ویسے وہ لڑکی کی آمد پر احتراماً کھڑا ہو گیا تھا.... اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ تھوڑا بہت بوکھلا بھی گیا ہو۔

"بیٹھئے بیٹھئے جناب....!" نوجوان نے کہا اور قلی نے چائے کی ٹرے ٹی پائی پر رکھ دی۔

حمید بیٹھ گیا۔ لڑکی اُس کے سامنے والی کرسی پر تھی اور نوجوان بائیں جانب.... لڑکی چائے انڈیلنے لگی اور نوجوان نے حمید سے کہا۔ "مسٹر گومز نے گھر کوئی اطلاع تو بھجوائی ہی ہو گی۔"

"جی....!" حمید کان پر ہاتھ رکھ کر آگے جھکا۔

"آپ آلہ سماعت کیوں نہیں استعمال کرتے۔" نوجوان نے بلند آواز میں کہا۔

"اسی لئے تو میں اس سفر پر لعنت بھیج رہا ہوں۔" حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔ "وہ اسی وقت کہیں گم ہو گیا جب میں نے نصیر آباد میں ٹرین بدلی تھی۔"

"میں یہ پوچھ رہا تھا کہ گومز نے گھر کوئی اطلاع بھجوائی ہے یا نہیں۔"

"کوئی اطلاع نہیں جناب۔"

"پھر آپ یہاں کس مقصد سے تشریف لائے ہیں۔"

"مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے۔" حمید نے اس سوال پر بُرا مان کر کہا۔

"میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"اوہو.... آپ غلط سمجھے۔" نوجوان بولا۔ "لیجئے چائے لیجئے۔ آپ نے دراصل اس انداز میں مسٹر گومز کا تذکرہ کیا تھا جیسے اُنکے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے تشریف لائے ہوں۔"

"اگر ان کے متعلق کچھ معلومات بھی حاصل ہو جائیں تو کیا حرج ہے؟" حمید نے چڑھ جانے والے انداز میں کہا۔

"ٹھہریئے۔" آپ کو شاید کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ نوجوان نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر حمید کی طرف بڑھا دیا۔

حمید نے کارڈ دیکھا۔ یہ راجن تھا۔ لونی ہاٹ پولیس اسٹیشن کا انچارج۔

"میں دراصل اس سلسلے میں تفتیش کر رہا ہوں۔" اس نے کہا۔ "اس لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ میری مدد کریں۔"

"ضرور کروں گا۔ میں تو یہاں کی پولیس سے یہ بھی پوچھنے کیلئے آیا ہوں کہ میرے چچا اب کیسے مل سکیں گے۔ کیوں جناب کیا پولیس کا فرض نہیں ہے کہ وہ ہر معاملے میں اپنی آنکھیں کھلی رکھے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"آخر ڈبہ چلتی گاڑی سے کیسے الگ ہو گیا.... اور اگر وہ الگ ہوا تو انکل کہاں غائب ہو گئے۔"

"میرا خیال ہے کہ انہیں اغوا کیا گیا ہے۔" راجن نے کہا اور حمید منہ دبا کر ہنسنے لگا۔

"کیوں آپ ہنس کیوں رہے ہیں۔" راجن نے کچھ بُرا مان کر پوچھا۔

"عورتوں کا اغواء میں نے سنا تھا لیکن بوڑھے مردوں کا.... ہاہاہا....!"

شیلا مسکرائی۔ وہ ابھی تک کچھ نہیں بولی تھی۔

"آپ کا اغواء بھی ممکن ہے۔" اس نے اونچی آواز میں کہا۔

"بس ختم کیجئے۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "پتہ نہیں آپ لوگ کون ہیں اور مجھے کیوں بو

کر رہے ہیں۔"

راہ کا پتھر

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر یک بیک راجن نے کہا۔

"کیا آپ مجھے اپنا ٹکٹ دکھا سکیں گے۔"

"ضرور دیکھئے....!" حمید نے کہا اور ٹکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

راجن نے ٹکٹ پر نظر ڈالی اور پھر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ لونی ہاٹ کیوں اترے ہیں۔"

"مکھیاں مارنے کے لئے۔ مگر پھر غلطی کا احساس ہوا.... رات میں مکھیاں کہاں ملیں گی۔"

"اگر آپ سنجیدگی سے گفتگو کریں تو بہتر ہے۔"

"مجھ سے زیادہ رنجیدہ اور کون ہو گا.... کیونکہ میرے انکل....!"

"رنجیدگی نہیں.... سنجیدگی۔" راجن غصیلی آواز میں چیخا۔

"ارے تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔" حمید نے کچھ اس انداز میں کہا کہ شیلا بے ساختہ ہنس پڑی۔ اس پر راجن اور زیادہ چڑ گیا۔

"مجھے اس میں شبہ ہے کہ آپ بہرے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"شبہ بہت بُری چیز ہے۔ اکثر لوگ اپنے متعلق بھی شبے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس سے دنیا کے جغرافیہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ پولیس کو اس کی پروا نہیں ہوتی کہ گردو پیش کیا ہو رہا ہے۔ اب مثلاً آپ اپنے ہی متعلق سوچئے۔ آپ نے اس سلسلے میں اب تک کیا کیا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب کچھ نہ کچھ ضرور کر گذروں گا.... آپ لونی ہاٹ میں کسی کو جانتے ہیں یا نہیں۔"

"اگر کہئے تو جان پہچان پیدا کرنے کے لئے یہیں رک جاؤں۔ آپ انسپکٹر راجن ہیں مجھے زیتو گومز کہتے ہیں اور آپ کی تعریف....!"

حمید شیلا کی طرف دیکھنے لگا۔

"اگر آپ نے مجھے اپنے متعلق مطمئن نہ کیا تو میں آپ کو حراست میں لے لوں گا۔" راجن نے عصیلی آواز میں کہا۔

"میں خود بھی اپنے متعلق مطمئن نہیں ہوں۔ آپ کو کیا کروں گا۔"

"مجھے اپنا پتہ بتایئے۔ میں آپ کے متعلق دارالحکومت سے معلومات حاصل کروں گا۔"

"بالکل ٹھیک میں آپ کو ایسا پتہ بتاؤں گا کہ آپ کو معلومات حاصل کرنے میں دشواری پیش نہ آئے گی.... کوتوالی انچارج مسٹر جگدیش سے ڈاکٹر زیتو کے متعلق پوچھ لیجئے۔ میرے پڑوسی ہیں اور ان کی بیوی صاحبہ میرا بہت خیال رکھتی ہیں۔ جب بھی پکوڑے تلتی ہیں مجھے ضرور بھجواتی ہیں۔ بیسن کے پکوڑے.... ہاہا.... بینگن کے قتلے پڑے ہوئے.... واہ...."

حمید خاموش ہو کر منہ چلانے لگا۔

"اگر.... آپ کا دیا ہوا حوالہ درست ثابت نہ ہوا تو۔"

"تو میں اُسے درست ثابت کرنے کے لئے جیو میٹری کی انیسویں تھیورم کا بھی زور لگاؤں گا۔ مگر پہلے آپ کوشش کیجئے.... جی ہاں.... کیوں محترمہ۔"

شیلا صرف مسکرا دی۔ لیکن وہ اس بہرے آدمی میں کافی دلچسپی لے رہی تھی۔ دفعتاً حمید پھر راجن کو اُس وقت مخاطب کیا جب وہ خود ہی کچھ کہنے والا تھا۔

"کیوں جناب.... اگر آپ کو مجھ پر شبہ ہو تو آپ مجھے پکڑ کر بند کر دیں لیکن اگر مجھے آپ پر شبہ ہو تو میں کس سے فریاد کروں گا۔ کون میری سنے گا۔ مجھے شبہ ہے کہ آپ میرے انکل کو اغواء کرنے والوں سے بخوبی واقف ہیں اور ان کا بچاؤ کر رہے ہیں۔"

"آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں۔" راجن کو سچ مچ غصہ آ گیا۔

"ایک پولیس آفیسر یہاں موجود تھا اور وہ لوگ ٹیلی فون کا تار کاٹ کر نکل گئے۔ مسٹر راجن یہاں کی رتی رتی کہانی دارالحکومت کے اخبارات میں آ چکی ہے۔ وہ لوگ یہی چاہتے تھے کہ اسٹیشن والوں کو اس کی اطلاع نہ ہو سکے۔ اپنی اسکیم کے مطابق وہ اس میں کامیاب ہو گئے۔ مقصد یہ تھا کہ ڈبہ اُس مقام سے پہلے روکا ہی نہ جا سکے جہاں وہ اسے روکنا چاہتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ لونی ہاٹ سے پبلٹی اطلاع دے دی گئی تو وہاں اس دوڑتے ہوئے ڈبے کو سائیڈنگ پر لے لیا جائے گا اور وہ میرے انکل کو اغواء نہ کر سکیں گے۔ جو اُس وقت اُسی کٹے ہوئے ڈبے میں موجود تھے.... اُن کے آدمی تارا لنگی سے کچھ فاصلے پر موجود تھے وہ جانتے تھے کہ وہاں سے تارا لنگی تک پھر چڑھائی آ جاتی ہے۔ اس لئے سکلٹا سے ڈھلان پر دوڑنے والا ڈبہ وہاں خود بخود رک جائے گا۔"

راجن نے ایک طویل سانس لی اور حمید پھر بولا۔ "اب رفع کیجئے میرا شبہ۔"

"راجن خواہ مخواہ بات نہ بڑھاؤ۔" لڑکی بولی۔ "اگر تمہیں ان پر شبہ ہے تو اُن کے بتائے ہوئے پتہ پر پوچھ گچھ کر لو۔"

"اچھی بات ہے۔" راجن اٹھ گیا۔ لیکن شیلا وہیں بیٹھی رہی۔

"اور چائے دوں۔ آپ کو جناب۔" شیلا نے حمید سے پوچھا۔

"یقیناً.... میں بہت تھک گیا ہوں۔ محترمہ.... شاید آپ شیلا ہیں۔ میں نے آپ کے متعلق بھی اخبارات ہی میں پڑھا تھا۔ آپ فون کرنے جا رہی تھیں.... لیکن ایک خنجر نے آپ کو اس سے باز رکھا تھا۔ پھر ان راجن صاحب کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی۔"

"دیکھئے۔ اگر آپ یہاں ہوتے تو آپ بھی بوکھلا جاتے۔ سچویشن ہی ایسی تھی اچانک یہ سب کچھ ہوا تھا۔"

"اس کے بعد ہی مسٹر راجن کو چاہئے تھا کہ شہر جا کر کہیں سے پبلٹی کے لئے فون کرتے۔"

"بس یہی ایک غلطی ہو گئی تھی۔"

"اس غلطی کی بناء پر ان حضرت کو مشتبہ کیوں نہ سمجھا جائے۔"

"آپ کون ہوتے ہیں مشتبہ سمجھنے والے۔"

"چچا کا بھتیجا۔" حمید نے لاپروائی سے جواب دیا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "میں اس چائے کے لئے بے حد مشکور ہوں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک پولیس آفیسر سے ٹکرانے کے خبط میں آپ کیوں مبتلا ہو گئے ہیں۔"

"پولیس آفیسروں کو چھیڑنے میں مجھے خاص لطف آتا ہے۔ اگر یہ حضرت مجھے بند بھی کر دیں تو انہیں پچھتانا پڑے گا.... کیونکہ کرمنالوجی کے ماہر ڈاکٹر زیتو کو کون نہیں جانتا.... ہمارے خود پرائم منسٹر تک.... خیر.... ہٹایئے....!"

"اوہ.... تو آپ اس سلسلے میں چھان بین کرنے آئے ہیں۔"

"ہاں چھان بین بھی کرنی ہے.... اور چند جڑی بوٹیاں بھی تلاش کرنی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ لونی گھاٹ کے جنگلوں میں سونی بوٹی بھی پائی جاتی ہے۔"

"سونی بوٹی۔" شیلا ہنس پڑی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔"

"میں نے بھی سنا ہے کہ سونی بوٹی سے سونا بن جاتا ہے۔"

"غلط سنا ہے آپ نے.... یہ سب بکواس ہے.... لیکن یہ حقیقت ہے کہ سونی بوٹی کا عرق بہرے پن کا واحد علاج ہے۔"

"یہاں ایک صاحب اور بھی ہیں۔ وہ بھی اتفاق سے بہرے ہی ہیں اور انہیں بھی جڑی بوٹیوں کا شوق ہے۔ انہوں نے تو باقاعدہ طور پر ایک تجربہ گاہ بنا رکھی ہے.... جڑی بوٹیوں کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن وہ آج بھی بہرے ہی ہیں۔"

"ممکن ہے وہ جانتے ہی نہ ہوں کہ سونی بوٹی بہرے پن کا علاج ہے۔ ویسے جڑی بوٹیوں کی پہچان بہت مشکل ہے۔ مجھے ان صاحب کی پہچان بتایئے۔ میں اُن سے ضرور ملوں گا۔"

"اُن کا بنگلہ پپلٹی میں ہے۔ لیکن انہوں نے یہاں جنگل کے قریب تجربہ گاہ بنا رکھی ہے۔ پپلٹی سے یہاں اکثر آیا کرتے ہیں۔"

"بوڑھے آدمی ہیں۔"

"جی ہاں....!"

حمید کو وہ بہرا بوڑھا یاد آگیا جو پپلٹی کے اسٹیشن پر اترا تھا اور جسے ایک خوبصورت سی لڑکی ریسیو کرنے آئی تھی۔

"اُن صاحب کا نام کیا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"پروفیسر منہاج کہلاتے ہیں.... بہت مشہور آدمی ہیں۔"

"اُن کی پیشانی پر بائیں جانب زخم کا لمبا نشان ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں.... ہے....!"

"میرا خیال ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ خیر اب میں سکلٹا نہیں جاؤں گا۔

یہیں رک جاؤں گا۔"

شیلا کچھ نہ بولی.... حمید بھی خاموشی سے چائے پینے لگا۔

پھر تھوڑی دیر بعد راجن ویٹنگ روم میں داخل ہوا۔

"مجھے غلط فہمی پر افسوس ہے ڈاکٹر صاحب۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"جگدیش نے کیا کہا؟"

"وہ آپ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ ایک معزز آدمی ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ مسٹر گومز آپ کے چچا تھے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ لوگ میرے سارے خاندان سے بھی واقف ہوں۔"

"آپ کرمنالوجی کے ماہر بھی ہیں۔" شیلا نے کہا۔

"مسٹر جگدیش نے یہ نہیں بتایا۔" راجن بولا۔

"نہ بتایا ہوگا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"آپ کرمنالوجی کے ماہر ہیں۔" راجن نے کچھ دیر بعد طویل سانس لے کر کہا۔ "میری بھی کچھ مدد کیجئے۔ میرا خیال ہے کہ جگدیش صاحب وغیرہ آپ سے یقینی طور پر مدد لیتے ہوں گے۔"

"بالکل.... بالکل میں آپ کی بھی مدد کر سکتا ہوں۔ مگر دشواری یہ ہے کہ میں آلہ سماعت کھو بیٹھا ہوں۔"

"یہ شاید یہاں بھی مل جائے۔ میں تلاش کروں گا آپ کے لئے....!"

"بہت بہت شکریہ.... میں نے بھی سکلٹا جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔ کیونکہ میں یہاں جڑی بوٹیوں کے ماہر سے ملاقات کروں گا۔"

راجن شیلا کی طرف دیکھنے لگا اور شیلا نے اُسے بتایا کہ ڈاکٹر زیتو صاحب دراصل سونی بوٹی کی تلاش میں یہاں آئے ہیں۔ لگے ہاتھوں اپنے چچا کا معاملہ بھی دیکھیں گے۔

"مجھے بھی جڑی بوٹیوں سے دلچسپی ہے اور میں اکثر پروفیسر منہاج سے ملتا رہتا ہوں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ وہ بھی اونچا سنتے ہیں۔"

"یہ ہم لوگوں کی خوش نصیبی ہے کہ غیر ضروری باتیں ہمارے کانوں میں نہیں پڑتیں۔" حمید نے کہا۔ "اب یہ بتایئے مسٹر راجن کہ قریب کوئی ہوٹل بھی ہے۔"

"جی ہاں.... نزدیک ہی ہے اور وہاں آپ کو آرام بھی ملے گا۔"

"تو پھر چلوں۔"

"چلئے باہر پولیس کار موجود ہے۔ میں آپ کو پہنچادوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ....!" حمید اٹھ گیا۔

قلی نے سامان اٹھایا اور شیلا بھی ان کے ساتھ گیٹ تک آئی۔

وہ کار میں بیٹھ گئے۔ حمید آگے ہی بیٹھا تھا۔ پچھلی نشست پر سامان رکھ دیا گیا تھا۔ راجن ڈرائیو کرنے لگا۔ سڑک کی دونوں جانب اونچی اونچی چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ چونکہ کار چڑھائی پر جارہی تھی اس لئے اس کی رفتار بھی کم تھی۔

"لونی ہاٹ بڑی پرامن جگہ تھی ڈاکٹر....!" راجن نے کہا۔ "مگر اب یہاں ان واقعات کی بناء پر بڑا ہراس پھیل رہا ہے۔ تقریباً ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے کہ اُدھر جنگلوں میں کوئی آدھے گھنٹے تک فائرنگ ہوتی رہی تھی لیکن یہ آج تک نہ معلوم ہوسکا کہ فائر کرنے والے کون تھے اور ان کا مقصد کیا تھا۔"

"انکل گومز والے حادثے سے پہلے کی بات ہے یا بعد کی۔" حمید نے پوچھا۔

"بس ایک رات پہلے کی بات ہے۔" راجن نے جواب دیا۔

"اوہ....!" حمید کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "تو کیا وہ فائرنگ ان اطراف کیلئے نئی بات بھی تھی۔"

"قطعی ڈاکٹر.... غیر متوقع اس سے پہلے شاید شکاریوں کی بندوقوں کی آوازیں بھی وہاں نہیں سنی گئیں۔ کیونکہ جنگل گھنے اور دشوار گذار ہیں۔ کوئی اُدھر جاتا ہی نہیں۔"

"جن لوگوں سے آپ کا مقابلہ ہوا تھا۔ وہ بھی جنگل ہی کی طرف بھاگے تھے۔"

"جی ہاں! اُن کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ وہ فائرنگ کر کے مجھے اس وقت تک روکے رکھیں جب تک کہ ٹیلی فون کے تار نہ کٹ جائیں۔"

"یہی بات رہی ہو گی.... خیر تو پھر وہ جنگل ہی کی طرف فرار ہوئے ہوں گے۔"

"جی ہاں....!"

"آپ نے تعاقب نہیں کیا تھا۔"

"اگر میرے ساتھ اور آدمی بھی ہوتے تو یقینی طور پر تعاقب کرتا۔ دوسرے دن جنگل میں

کھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہم لوگ راہ بھٹک گئے۔ بڑی مشکل سے واپسی ہوئی۔ جنگل کیا بھول بھلیاں ہے....!"

"کیا کبھی شکار کی غرض سے بھی لوگ وہاں نہیں جاتے۔"

"میں نے تو کبھی نہیں سنا کہ کوئی گیا ہو۔"

اچانک کار ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ اگر نہ رکی ہوتی تو اُس کا اُس بڑے پتھر سے ٹکرا جانا یقینی تھا، جو بیچ میں سڑک پر راستہ روکے پڑا تھا۔

حمید نے بڑی پھرتی سے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے اُتر کر کسی تیز رفتار سانپ کی طرح نشیب میں رینگتا چلا گیا۔

اوپر تین نقاب پوشوں نے پولیس کار گھیر لی۔ اُن کے ہاتھوں میں ریوالور تھے جن کی نالیں راجن کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

"وہ کہاں ہے۔" ایک نے گرج کر راجن سے پوچھا۔

"پتہ نہیں.... ابھی تو یہیں تھا۔" راجن نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"گاڑی دیکھو۔" اس نے راجن کے سینے پر ریوالور رکھ کر دوسروں سے کہا۔

وہ کار میں پچھلی نشست پر دونوں ہاتھوں سے ٹٹولنے لگا۔

"یہ دیکھو۔" راجن بولا۔ "بائیں جانب کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ بریک لگتے ہی اُتر گیا تھا.... مگر تم کون ہو.... اور اس حرکت کو کیسے برداشت کر لیا جائے۔"

"جب تک تمہارے سینے پر ریوالور ہے تمہیں برداشت کرنا ہی پڑے گا۔" نقاب پوش نے کہا۔ "ویسے ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتے! اُس آدمی کو ہمارے حوالے کردو۔"

"تلاش کرلو۔ میں نے اُسے جیب میں تو نہیں رکھ لیا۔"

"انسپکٹر صاحب کی جیب سے ریوالور نکال لو۔" اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور دوسرے ہی لمحے میں راجن بالکل نہتا رہ گیا۔

"تم اچھا نہیں کر رہے۔" راجن غرایا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر راجن۔ تم بہت نیک آدمی ہو۔ لیکن ہم لونی ہاٹ میں کسی اجنبی کا وجود نہیں برداشت کرسکتے۔"

"تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ غالباً گومز کا اغواء....!"

"کیا یہ ضروری ہے کہ اس موقعہ پر اس کا بھی تذکرہ کیا جائے۔" نقاب پوش نے کہا اور اپنے آدمیوں سے بولا۔

"نیچے جا کر تلاش کرو۔"

وہ دونوں بائیں جانب والی ڈھلوان میں اتر گئے۔

"میرا ریوالور چھین کر تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔" راجن نے کہا۔

"اُسے ہم واپس کر دیں گے مسٹر راجن۔"

"آخر تم لوگ یہاں کی پُر امن فضا کیوں مکدر کر رہے ہو۔"

"وقتی ہنگامے ہیں مسٹر راجن۔ پھر سکون ہو جائے گا۔"

"آخر اس کا مقصد کیا ہے۔"

"کیا تم دوستانہ فضا میں بات کرنا چاہتے ہو۔"

"دوستانہ....!" راجن نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں.... کیوں؟ کیا ہوا.... تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے۔ تم سے پہلے والا انچارج تم سے زیادہ عقلمند تھا۔ اس لئے ایک بہت بڑی جائیداد کا مالک بن گیا۔"

"اوہ.... مجھے ایسی جائیداد سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"چھوٹی طبیعت کے لوگ معمولی ہی قسم کی رشوتوں پر قناعت کر لیتے ہیں۔" نقاب پوش نے کہا۔

"میں ہر قسم کی رشوت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میرا عملہ بھی بالکل نیا ہے۔ میں نے پرانے آدمیوں میں سے ایک کو بھی یہاں نہیں ٹکنے دیا۔ رپورٹیں درج کرانے کے نذرانے تک میں نے بند کرا دیئے ہیں۔"

"اور جب تم مرو گے تو کریا کرم کے لئے بھی سرمایہ نہ ہوگا تمہارے گھر میں۔"

"بڑی شاندار موت ہوگی دوست.... دوسروں کے لئے بہترین مثال۔"

اچانک بائیں جانب والے نشیب سے فائروں کی آوازیں آنے لگیں۔

"یہ کیا لغویت شروع ہو گئی۔" نقاب پوش بڑبڑایا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ اجنبی آسانی سے قابو میں نہیں آئے گا۔" راجن نے ہنس کر کہا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ نقاب پوش بھی بائیں طرف کی ڈھلان میں اتر گیا۔ راجن نے ایک طویل سانس لی۔

اور اب وہ کار کو بیک کر رہا تھا۔ یہاں اس جگہ موڑنا خطرے سے خالی نہیں تھا کیونکہ سڑک کی دونوں جانب ڈھلانیں تھیں۔ جب وہ قد آدم اونچی چٹانوں کے درمیان پہنچ گیا تو پھر کار اسٹیشن کی جانب موڑ دی دراصل اسٹیشن سے کم از کم دو مسلح کانسٹیبل اپنے ساتھ لانا چاہتا تھا۔

جب سے اسٹیشن پر فائرنگ ہوئی تھی ہر وقت چار مسلح کانسٹیبلوں کی ڈیوٹی وہاں رہتی تھی۔

وہ جلد ہی اسٹیشن پہنچ گیا کیونکہ واپسی میں ڈھلان ہی ڈھلان تھی۔ اور پھر وہ کار کو خاصی تیز رفتار سے بھی لایا تھا۔

دو مسلح کانسٹیبلوں کو ساتھ لے کر وہ پھر اسی جگہ واپس آیا۔ مگر اب وہاں سناٹا تھا۔ نزدیک و دور سے جھینگروں کی جھائیں جھائیں کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں آ رہی تھی البتہ کبھی کبھی گیدڑ چیخ اٹھتے تھے۔ بائیں جانب کی ڈھلان میں دور دور تک ٹارچ کی روشنی رینگتی رہی.... مگر لاحاصل نہ کہیں ڈاکٹر زیتو کا پتہ تھا اور نہ نقاب پوش ہی نظر آئے۔ پھر تینوں نے بڑی مشکل سے وہ پتھر ہٹایا جو راہ میں حائل تھا۔

بیہوش لڑکی

حمید ڈھلان میں اُترتا چلا گیا تھا۔

اور پھر ایک جگہ رک کر دوبارہ اوپر کی طرف پلٹا تھا۔ لیکن بہت احتیاط سے! بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ زمین ہی پر رینگنے والا کوئی جانور ہو۔

لیکن ابھی آدھا ہی راستہ طے کیا تھا کہ دو سائے نیچے کی طرف جھپٹتے ہوئے دکھائی دیئے۔

حمید جہاں تھا وہیں رک گیا۔ لیکن وہ کم از کم اتنی اونچائی پر تو پہنچ ہی گیا تھا کہ راجن کی آواز اُسے صاف سنائی دے رہی تھی۔

اُسے اس کا علم نہیں تھا کہ اوپر کتنے آدمی ہیں۔

"ارے.... وہ رہا....؟" اس نے کسی کو کہتے سنا اور ساتھ ہی ایک فائر بھی ہوا۔ گولی اُس
کے قریب ایک پتھر سے ٹکرائی اور وہ پھر بڑی تیزی سے نشیب میں اترنے لگا۔

پھر فائر ہوا.... لیکن اب اُسے اطمینان تھا کہ آسانی سے نہ مارا جا سکے گا کیونکہ اب اُسے بھی ایک بڑے پتھر کی آڑ مل گئی تھی۔ اُس نے بھی اسی سمت فائر کیا جدھر سے فائر ہوا تھا پھر باقاعدہ طور پر ٹھن گئی۔ اندھیرے میں گولیاں برباد ہوتی رہیں۔

ویسے حمید فائر کرتا ہوا آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہا تھا.... مگر وہ جاتا کہاں۔ یہ علاقہ اُس کے لئے بالکل نیا تھا اور اب اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اُس نے سوچا کہ خود اُسے تو فائر کرنا ہی نہ چاہئے تھا۔ چپ چاپ کسی طرف نکل جانے کی کوشش کرتا۔ ویسے اگر یہ علاقہ جانا بوجھا ہوتا تو خیر کوئی بات نہ تھی۔ اب وہ کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح اسٹیشن ہی کی راہ پر لگ جائے۔

وہ پیچھے کھسکتا رہا۔ اُس کا خیال تھا کہ اُس سمت چل کر وہ اسٹیشن ہی پر پہنچے گا۔

فائر اب نہیں ہو رہے تھے۔ حمید نے سڑک پر پہنچنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اندازے سے نیچے ہی نیچے چلتا رہا۔

وہ راجن کے متعلق سوچ رہا تھا کہ نہ جانے اس پر کیا گذری ہو.....! اس کا خیال تھا کہ وہ اسٹیشن پہنچ کر اُن چاروں مسلح کانسٹیبلوں کو اُس جگہ لائے گا جہاں کار روکی گئی تھی۔

لیکن بیچارا اسے کیا کرتا کہ متواتر ایک گھنٹہ چلتے رہنے کے باوجود بھی اسٹیشن پر نہ پہنچ سکا۔ اب اسے تشویش ہوئی اور اوپر چڑھنے لگا لیکن اوپر پہنچا تو سڑک ہی ندارد پائی۔ پتہ نہیں وہ کہاں نکل آیا تھا۔ جسے وہ سڑک سمجھا تھا وہ تو مسطح چٹانوں کا ایک سلسلہ تھا، جو دور تک پھیلا ہوا تھا۔

پتلون کی جیب میں اتفاق سے وہ چھوٹی سی ٹارچ پڑی ہوئی تھی جسے اکثر خانہ تلاشیوں کے موقع پر استعمال کیا جاتا تھا۔ مگر اس کی روشنی ایک ننھے سے دائرے ہی تک محدود رہتی تھی۔ حمید جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا۔

اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ یہ بھی اپنی قسم کی واحد ٹریجڈی تھی۔ سفر کی تکان بھی نہیں دور ہونے پائی تھی کہ نئی افتاد۔

آنتیں بھوک کے مارے اینٹھنے لگی تھیں۔ لیکن اُس وقت وہ ڈھائی ہزار کے نوٹ بھی اُس کا پیٹ نہیں بھر سکتے تھے جنہیں اُس نے بڑی احتیاط سے جیکٹ کی اندرونی جیب میں رکھ چھوڑا تھا۔

کچھ دیر ستانے کے بعد وہ پھر نشیب میں اترنے لگا۔

بھوک کے مارے اب چلنے کی بھی سکت نہیں رہ گئی تھی، اس لئے اب وہ کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں چپ چاپ جا پڑے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کیا لونی ہاٹ میں اُتر کر اُس نے غلطی کی تھی۔ مگر پیٹ خالی ہونے کی وجہ سے اُس سوال کا کوئی معقول جواب اُس کی سمجھ میں نہ آسکا اور اس نے اس کے متعلق سوچنا ہی چھوڑ دیا۔ جلد ہی اسے ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں وہ رات بسر کر سکتا تھا۔

یہ ایک چھوٹے دہانے کا غار تھا مگر اس کا اندرونی حصہ کافی کشادہ تھا۔ اُس میں اترتے ہی اُس نے محسوس کیا جیسے کسی ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں داخل ہو گیا ہو۔

تھوڑی ہی دیر بعد اُس کے یخ بستہ کان گرما گئے اور وہ لیٹ گیا۔ تھکن ایسی ہی تھی کہ نیند اور بیہوشی میں فرق کرنا مشکل تھا۔ بہر حال وہ گھوڑے بیچ کر سویا۔

آنکھ کھلی تو غار میں بھی روشنی پھیل چکی تھی۔ وہ کچھ دیر تک وہیں بیٹھا رہا پھر باہر نکلا چٹانوں پر دھوپ بکھری ہوئی تھی۔ مگر وہ چکرا کر رہ گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آسکا کہ رات کس سمت سے کدھر نکل آیا تھا۔ یعنی جدھر سے یہاں تک آیا تھا اُسی سمت کا اندازہ کرنا اس وقت دشوار ہی معلوم ہو رہا تھا۔

وہ تھوڑی دیر اُس جگہ کھڑا فیصلہ کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ کس سمت چل کر وہ اسٹیشن تک پہنچ سکے گا۔ لیکن فیصلے کی بجائے اس کے ذہن میں ایک گندی سی گالی گونجی جسے اس نے اپنی ہی ذات سے منسوب کرنا زیادہ مناسب سمجھا اور پھر ایک طرف چل پڑا.... چلتا ہی رہا لیکن ویرانے کا سلسلہ کسی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

آخر کچھ دیر بعد اُسے سامنے والی چڑھائی کے اختتام پر دھواں سا اٹھتا ہوا معلوم ہوا اور اُس کی رفتار تیز ہو گئی۔

پھر یہ چڑھائی سفر آخرت کا نمونہ بن گئی۔ شاید جانکنی بھی حمید کے لئے اتنی تکلیف دہ نہ ثابت ہوتی جتنی وہ چڑھائی بن گئی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ نشیب میں چھلانگ لگا کر اس سفر ہی کا خاتمہ کر دے۔ لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ ہر معاملے میں دل کی صدا پر لبیک کہی جائے۔

خدا خدا کر کے وہ اوپر پہنچا اور پھر اس کی باچھیں بیچ بیچ کھل گئیں۔ کیونکہ سامنے ہی بستی نظر

آ رہی تھی۔ شدید ترین تھکن کے باوجود بھی اس کی رفتار تیز ہوگئی۔ اب وہ بالکل اسی انداز پر
چل رہا تھا کہ خود اس کا ہی ذہن "ہٹو بچو" کی صدائیں دینے لگا۔

سب سے پہلے آدمی پر نظر پڑتے ہی اُس نے کہا۔ "بھائی ذرا تھانے کا راستہ تو بتانا۔"

"تھانہ....!" اُس آدمی نے اُسے نیچے سے اوپر تک گھورتے ہوئے کہا "تھانہ تو لونی ہاٹ پر
ہے جناب۔"

"ارے تو پھر یہ کون سی بستی ہے۔"

"پپلٹی.... آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔"

حمید نے ایک طویل سانس لی اور بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کوئی ہوٹل بھی ہے یہاں۔"

"جی ہاں.... سیدھے چلے جایئے۔ آگے بائیں جانب ایک زرد رنگ کی عمارت ہے۔"

وہ آدمی اپنی راہ پر ہو لیا اور حمید سوچنے لگا کہ اس ٹریجڈی کو کیا کہیں گے اور پھر وہ راجن کے
متعلق تو رات ہی سے الجھن میں پڑا ہوا تھا۔ گو اُس نے اس کی گفتگو کا کچھ حصہ سنا تھا۔ لیکن اُس کی
بناء پر وہ اس کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔

راہ گیر کی بتائی ہوئی راہ پر کچھ دور چلنے کے بعد حمید زرد رنگ کی عمارت کے سامنے پہنچ گیا۔
ایک چھوٹا سا صاف ستھرا ہوٹل تھا۔

اُس نے پیٹ بھر کر ناشتہ کیا.... اور پھر کچھ دیر بعد اُس میں کرسی سے اٹھنے کی بھی سکت نہ
رہ گئی اور اُس نے تمباکو پینے کا ارادہ فی الحال قطعی ترک کر دیا۔ اُس نے سوچا کہ اگر پائپ کے دو چار
گہرے کش لگ گئے تو چانڈو کا مزہ آ جائے گا۔

اُس نے کرسی کی پشت سے ٹک کر آنکھیں بند کر لیں۔ فی الحال اُس کے ذہن میں کوئی اُلجھن
نہیں تھی.... وہ راجن کے بارے میں سوچنے لگا کہ اُسے اپنے متعلق اطلاع دے یا نہ دے۔

دفعتاً اُسے پروفیسر منہاج یاد آ گیا جس کے متعلق اُس نے اتنی معلومات تو فراہم ہی کر لی
تھیں جنہیں کسی نہ کسی طرح کام میں لایا جا سکتا تھا.... اس نے سوچا کہ کیوں نہ کچھ تھوڑا وقت
تفریح ہی میں گذارا جائے۔ ہوٹل سے نکل کر وہ ایک ہیئر کٹنگ سیلون میں آیا اور یہاں کسی حد
تک آدمی بننے کے بعد پروفیسر منہاج کے بنگلے کے لئے روانہ ہو گیا۔ پتہ اُس نے سیلون ہی سے
معلوم کر لیا تھا اور اسکے اندازے کے مطابق بنگلہ یہاں سے دور بھی نہیں تھا۔ وہ جلد ہی وہاں پہنچ

گیا۔ عمارت تو چھوٹی ہی سی تھی، مگر اس کی تعمیر میں بڑی نفاست اور عرق ریزی سے کام لیا گیا
تھا۔ وہ ایک خوبصورت سے باغ کے وسط میں واقع تھی لیکن باغ کے گرد چہار دیواری نہیں تھی۔

وہ باغ میں گھستا چلا گیا۔ تھوڑی ہی دور چلنے پر اُسے وہ لڑکی نظر آئی جسے پچھلی رات پپلٹی کے
اسٹیشن پر دیکھا تھا۔ وہ خوبانی کے درخت کے نیچے ایک مسطح پتھر پر بیٹھی نٹنگ کر رہی تھی۔

اس نے حمید پر ایک اچٹتی نظر ڈالی اور پھر سر جھکا کر اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔ وہ نیلے
غرارے اور فاختئی رنگ کے لمبے کوٹ میں تھی۔

حمید ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر اُس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اُسے اپنی جانب آتے دیکھ کر
وہ کھڑی ہو گئی۔

"کیا پروفیسر منہاج یہیں رہتے ہیں۔"

"جی ہاں....!"

"جی....!" حمید کان پر ہاتھ رکھ کر اس کی طرف جھکا اور لڑکی پیچھے ہٹ گئی وہ غصیلے انداز
میں اُسے گھور رہی تھی۔

"آپ ڈیڈی کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔" اس نے گرم ہو کر کہا۔

"ڈیڈی فاختہ اڑا رہے ہیں....!" حمید نے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا؟

"آپ بدتمیز ہیں۔" لڑکی کی آواز بلند ہو گئی۔

"میرا نام حفیظ نہیں.... زیٹو گومز ہے.... ڈاکٹر زیٹو گومز....!"

"چلے جایئے یہاں سے.... میں سب سمجھتی ہوں۔ آپ تارا لنگی کالج کے اسٹوڈنٹ ہیں۔
ذرا تمیز نہیں۔ خود ہی تقریر کرنے کے لئے ڈیڈی کو بلوایا اور پھر اُن کا مضحکہ بھی اڑایا....
جایئے.... یہ پپلٹی ہے۔ یہاں ایک ایک کی کھال کھنچوالوں گی ذلیل کہیں کے.... کتے....
ٹائیگر.... ٹائیگر....!"

اُس نے غالباً کسی کتے کو آواز دی اور حمید کی روح فنا ہو کر رہ گئی۔ پتہ نہیں یہ ٹائیگر کس قماش
کا کتا ہو.... نام اور پتہ پوچھے بغیر ہی چڑھ بیٹھا تو کیا ہو گا۔

لیکن اُس نے اپنی حالت میں کوئی جذباتی تغیر نہیں ہونے دیا۔ بلکہ متحیرانہ انداز میں پلکیں
جھپکاتا رہا۔

دفعتاً ایک بہت بڑا گرے ہاؤنڈ برآمدے سے نکل کر اُس کی طرف بڑھا۔ لیکن اس کی ر
چہل قدمی کی سی تھی۔ وہ بہت بوڑھا تھا اور انداز سے کاہل بھی معلوم ہوتا تھا۔

وہ حمید سے پانچ یا چھ قدم کے فاصلے پر رک گیا اور پہلے اُسے صرف ایک آنکھ سے دیکھتا
پھر دونوں آنکھیں بند کرلیں۔ حمید نے سمجھ لیا کہ وہ قطعی بے ضرر ہے۔ ہوسکتا ہے رات کو ا
آدھ گونجیلی قسم کی آواز نکال کر کسی اجنبی راہ گیر کو دہلا دیتا ہو.... اور بس۔

"اور اب میں کیا اتنا گدھا ہوں کہ آدمی اور کتے میں فرق نہ کرسکوں۔ میں پروفیسر منہ
کے متعلق پوچھ رہا تھا۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ.... جاؤ.... ورنہ میں تم پر پتھراؤ کروں گی۔" وہ دانت پیس کر چیخی۔

اور ٹھیک اسی وقت وہ بوڑھا بھی برآمدے میں نظر آیا جس سے پچھلے دن ٹرین میں حمید
جھڑپیں ہوچکی تھیں۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف آیا۔

"آہا.... آپ ہیں جناب۔" اُس نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"آپ....!" حمید بھی حیرت سے منہ پھاڑے کھڑا رہ گیا۔ پھر ہنس کر بولا۔ "یہ صاحبزا
خواہ مخواہ مجھ پر خفا ہو رہی تھیں۔"

"یہ آپ کا مضحکہ اڑا رہے تھے....!" لڑکی نے چیخ کر کہا۔

"کیا مضحکہ اڑا رہے تھے....!" بوڑھے نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ کی نقل کررہے تھے.... اونچا سننے کی۔"

"ارے.... واہ.... ہاہاہا....!" بوڑھا دل کھول کر ہنسا پھر بولا۔ "نقل نہیں کررہے
بلکہ یہ بھی میری ہی طرح اونچا سنتے ہیں۔ میں نے تمہیں وہ دلچسپ واقعہ بتایا تھا نا.... ٹرین میں
تھے اور ہم دونوں کافی دیر تک یہی سمجھتے رہے تھے کہ ایک دوسرے کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔"

لڑکی کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا تھا اور اب اُس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"کہئے کیسے تکلیف فرمائی جناب۔" بوڑھے نے حمید سے پوچھا۔

"عجیب اتفاق ہے.... یعنی آپ ہی سے ملنے کے لئے میں نے دارالحکومت سے یہاں تک
سفر کیا تھا۔ نصیر آباد سے آپ کا ساتھ ہوا۔ پپلٹی تک ساتھ رہے لیکن اجنبیوں کی طرح مجھے

گیا تھا کہ آپ لونی ہاٹ میں رہتے ہیں! وہاں اترا تو معلوم ہوا کہ رہائش پپلٹی میں ہے.... رات بھر
ایک ہوٹل میں مچھروں سے نبرد آزمائی کرتا رہا.... ان مچھروں کے پاس شاید آلہ سماعت بھی
ہوتا ہے کہ بہرے بھی اُن کے ہوشربا نغموں سے محروم نہ رہ سکیں۔ پہلے کان میں آلہ لگا دیا پھر
گانے لگے.... پروفیسر یہ بات آج تک سمجھ میں نہ آسکی کہ اونچی سے اونچی آواز بعض اوقات
کانوں میں نہیں پہنچتی لیکن مچھروں کے نغمے بہ آسانی سن لیتے ہیں۔"

حمید کھانسنے لگا وہ بہت اونچی آواز میں بول رہا تھا۔

"ہاں ہوتا ہے۔" بوڑھے نے سر ہلا کر کہا۔ "مگر آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔ چلئے اندر بیٹھئے۔"

وہ اُسے ایک کمرے میں لایا جو بہت سلیقے سے سجایا گیا تھا۔

"تشریف رکھئے جناب۔" اُس نے کہا اور حمید ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُن کے پیچھے پیچھے لڑکی
بھی آئی تھی۔

"فرمایئے! مجھ سے آپ کو کیا کام تھا۔" بوڑھے نے پوچھا۔

"زکام تھا نہیں بلکہ اب بھی ہے۔" حمید نے ناک سے شوں شوں کرتے ہوئے کہا۔ "مگر
میں زکام کیلئے نہیں آیا کیونکہ زکامی جڑی بوٹیاں تو عام طور پر عطاروں کے یہاں مل جاتی ہیں۔"

"اُہے.... زکام نہیں۔" وہ جھلا کر بولا۔ "میں نے پوچھا تھا کہ مجھ سے کیا کام ہے۔"

"اچھا....!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "ٹھہریئے بتاتا ہوں۔ مجھے ان صاحب کا نام یاد نہیں جنہوں
نے آپ کے متعلق بتایا تھا۔"

"میرے متعلق کیا بتایا تھا۔"

"یہی کہ آپ جڑی بوٹیوں کے ماہر ہیں۔"

"ہاں! عام طور پر لوگوں کا یہی خیال ہے۔" بوڑھے نے لاپروائی سے کہا۔ "مگر اس سے آپ
کو کیا غرض۔"

"غرض نہ ہوتی تو میں دھکے کیوں کھاتا پھرتا۔" حمید نے برا مان جانے کی ایکٹنگ کی.... پھر
تھوڑی دیر بعد بولا۔

"مجھے سونی بوٹی کی تلاش ہے شاید اُسے برہمی بوٹی بھی کہتے ہیں، پورے پودے میں صرف
تین پتیاں ہوتی ہیں.... یہی اُس کی سب سے بڑی پہچان ہے، مجھے یہی بتایا گیا ہے۔"

"پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکوں گا۔"

"مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ بوٹی انہیں اطراف میں ملتی ہے۔"

"کس لئے آپ کو اس کی تلاش ہے۔" بوڑھے نے پوچھا۔

"وہ بہرے پن کا تیر بہدف علاج ہے۔ اُس بوٹی کا عرق صرف ایک بار کانوں میں ڈالنے سے بہرہ پن رفع ہو جاتا ہے۔"

"جڑی بوٹیوں ہی کے چکر میں میری عمر گذری ہے۔ لیکن سونی بوٹی یا برہمی بوٹی کا یہ مصرف مجھے پہلی ہی بار معلوم ہوا ہے۔"

"اب خدا جانے بتانے والے نے صحیح بتایا تھا یا غلط۔" حمید بیزاری سے بولا۔

"مگر یہ بہرہ پن ایسا ہے کہ میں اس کے لئے اندھے کنوئیں میں بھی چھلانگ لگا سکتا ہوں۔ زندگی برباد ہو کر رہ گئی ہے۔"

"خیر.... یہ تو میں کہہ نہیں سکتا کہ سونی بوٹی کا وجود ہی نہیں ہے لیکن عام طور پر مشہور ہے کہ اُس سے سونا بنایا جاتا ہے۔"

"اگر اُس سے سونا بنایا جاتا ہے اور وہ بہرہ پن نہیں دور کر سکتی تو اُس پر ہزار لعنت! میں اس کا خیال چھوڑ کر دوسرا کام دیکھوں گا۔"

"کیسا دوسرا کام....!"

"میرا نام زیٹو گومز ہے۔"

"ابے نام نہیں کام....!"

"والدین نے یہی نام رکھا تھا۔ میں کیا کروں۔ اچھا ہو چاہے بُرا۔ جرمن دوست تو زیٹو کہتے ہیں۔ فرانسیسی احباب بڑے پیار سے زیتاک پکارتے ہیں۔ سعودی عرب اور مصر میں لوگ مجھے زتیخ کہتے تھے۔ کہاں تک گنواؤں.... مگر مجھے بھی اپنا نام قطعی پسند نہیں ہے۔"

"آپ ڈاکٹر ہیں۔"

"جی ہاں.... میں نے برلن یونیورسٹی سے حشرات الارض میں ریسرچ کی تھی۔"

"کیا فائدہ ہوا تھا۔" بوڑھا بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"فائدہ.... بہت بڑا فائدہ جناب۔ اگر کبھی فاقے کی نوبت آجائے تو میں کیچوے کھا کر بھی

پیٹ بھر سکتا ہوں۔ عام آدمی ایسا نہیں کر سکتے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ کیچوے زہریلے نہیں ہوتے بلکہ ایک صحت مند غذا ثابت ہو سکتے ہیں۔"

لڑکی نے اتنا بُرا سا منہ بنایا جیسے اوبکائی آنے والی ہو اور پھر وہ اٹھ کر چلی ہی گئی۔

"میں کہتا ہوں آخر.... اتنے فضول موضوعات پر لوگ اپنا وقت کیوں برباد کرتے ہیں۔"

"جڑی بوٹیوں پر جھک مارنا کہاں کی دانائی ہے۔" حمید کی آواز غصیلی تھی۔

"دانائی نہ ہوتی تو آپ سونی بوٹی کی تلاش میں کیوں تشریف....!"

"ارے ہو گئی کبھی کبھار حماقت بھی.... اب یہ کیا ضروری ہے کہ دن رات جڑی بوٹیوں ہی کا چکر رہے۔ تجربہ گاہ قائم کر ڈالی جائے۔"

"بس تو پھر آپ ناحق آئے میرے پاس۔"

"بہتر ہے میں جا رہا ہوں۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت عمارت کے کسی حصے میں ایک نسوانی چیخ اُبھری۔ حمید کو اگر یک بیک اپنے بہرے پن کا خیال نہ آ گیا ہوتا تو وہ اچھل ہی پڑا تھا لیکن اُس نے بڑی خوبصورتی سے خود پر قابو پالیا۔ چیخیں برابر گونجتی رہیں۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی عورت پر ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا ہو۔

یک بیک بوڑھا چونک پڑا اور اُس کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ارے یہ کون چیخ رہا ہے.... کیوں جناب۔" حمید کہتا ہوا اُس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔

وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ آوازیں بند دروازے کی دوسری طرف سے آ رہی تھیں۔

"لڑکی خاموش رہو.... خاموش رہو.... ورنہ گولی مار دوں گا۔" کسی مرد کی غراہٹ سنائی دی۔

"زیبا.... زیبا.... کون ہے کیا بات ہے.... دروازہ کھولو۔" بوڑھا دروازہ پیٹ پیٹ کر چیخنے لگا اور پھر اندر سے کچھ اس قسم کی آوازیں آئیں جیسے کوئی گرا ہو.... لڑکی کی چیخ پھر بلند ہوئی.... اور اس کے بعد سناٹا طاری ہو گیا۔

بوڑھا بدستور دروازہ پیٹ پیٹ کر چیخ رہا تھا۔ "زیبا زیبا! دروازہ کھولو.... تمہیں کیا ہوا ہے.... کیوں چیخ رہی ہو۔"

لیکن نہ تو کوئی جواب ملا اور نہ دروازہ ہی کھلا۔ اب کسی قسم کی بھی آواز نہیں سنائی دے رہی

تھی۔ بوڑھا ہاتھ روک کر اپنی پیشانی رگڑنے لگا تھا۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور وہی لڑکی بوڑھے پر آ پڑی جس نے کچھ دیر پہلے حمید پر پتھراؤ کرنے کی دھمکی دی تھی۔ بوڑھے نے اُسے بازوؤں میں سنبھالنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ لڑکی فرش پر گری.... وہ بے حس و حرکت تھی۔

حمید کی گرفتاری

بوڑھا بہت زیادہ بدحواس نظر آنے لگا تھا.... وہ اُسے زمین سے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ حمید نے اُس کا ہاتھ بٹایا اور وہ اُسے دوسرے کمرے میں لائے۔

لڑکی بیہوش تھی.... اُسے مسہری پر ڈال دیا گیا۔

"کیا قصہ ہے جناب....!" حمید نے پوچھا۔

"کیا بتاؤں.... پتہ نہیں یہ کیوں چیخ رہی تھی۔"

"اندر.... اور کون تھا....؟"

"کون ہوتا.... کوئی بھی نہیں تھا۔"

حمید نے سوچا شاید اُس نے کسی مرد کی آواز نہیں سنی۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ اُس کا اظہار نہیں کیا کہ اُس نے کسی مرد کی آواز بھی سنی تھی۔ کیونکہ ایسا کرنے سے بہرے پن کا سوانگ ختم ہو جاتا۔

"یہ تو بیہوش ہو گئی ہیں۔" اُس نے کہا۔

"میں کیا کروں.... کس طرح ہوش میں لاؤں۔"

"ڈاکٹر....!"

"ڈاکٹر.... یہاں تین ڈاکٹر ہیں.... لیکن سب یہاں سے کافی دور ہیں۔ میری گاڑی کئی دنوں سے خراب پڑی ہے۔"

"فون....!"

"فون صرف اسٹیشن کے لئے ہے۔ یہاں قصبے میں کسی کے پاس نہیں ہے۔"

"تب پھر.... انہیں یونہی پڑی رہنے دیجئے۔ اگر یہ کسی قسم کا دورہ تھا تو خود ہی ہوش میں آئیں گی۔"

"اس قسم کے دورے کبھی نہیں پڑے۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ وہ اُس آدمی کے متعلق سوچ رہا تھا جس کی آواز بند کمرے میں آئی تھی۔ وہ لڑکی کو گولی مار دینے کی دھمکی دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی کے پپوٹوں میں حرکت ہوئی اور بوڑھا اُسے آوازیں دینے لگا۔ لڑکی نے آنکھیں کھول دیں، تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت پڑی رہی پھر اچھل کر بیٹھ گئی۔

"ڈیڈی۔" اُس کے حلق سے پھر ایک چیخ نکلی اور وہ بوڑھے سے لپٹ گئی۔

"زیبا زیبا.... کیا ہو گیا ہے تمہیں.... بیٹی۔"

"بچاؤ.... ڈیڈی.... بچاؤ.... ورنہ وہ مجھے گولی مار دے گا۔" وہ کسی ننھی سی خوفزدہ بچی کی طرح کانپ رہی تھی۔

"کون گولی مار دے گا۔" حمید نے پوچھا۔

"جاؤ.... تم جاؤ.... خدا کے لئے جاؤ یہاں سے.... جاؤ.... جاؤ.... جاؤ۔"

"کیوں بیٹی! کیوں....؟ کیا ہو گیا تمہیں۔ ایک معزز مہمان کی توہین کر رہی ہو۔ میں کتنا منع کرتا ہوں تم سے کہ ڈراونی کہانیاں مت پڑھا کرو۔ مگر تم نہیں مانتیں! کون گولی مارنے دے گا تمہیں۔"

لڑکی اُسے چھوڑ کر ہٹ گئی اور ہانپتی ہوئی بولی۔ "اس کے چہرے پر نقاب تھی اور ہاتھ میں پستول....!"

"ختم کرو۔" بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہ انہیں کہانیوں کا اثر ہے کہ تم دن میں بھی خواب دیکھنے لگی ہو۔"

"ان سے پوچھئے کہ یہ حضرت کون ہیں۔" لڑکی حمید کی طرف دیکھ کر دہاڑی۔

"زیبا خدا کیلئے پاگل پن کا مظاہرہ نہ کرو.... بڑی بدنامی ہو گی۔" بوڑھے نے کہا۔ پھر حمید سے بولا۔ "معاف کیجئے گا جناب! مجھے بے حد افسوس ہے شاید یہ اب بھی ہوش میں نہیں ہے۔"

"میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ یہ قطعی ہوش میں ہیں۔" حمید نے کہا۔

"کیا آپ کو اس کی باتیں بے ربط نہیں معلوم ہوتیں۔"

"قطعی نہیں۔"

"ڈیڈی.... خدا کے لئے.... انہیں یہاں سے روانہ کیجئے.... ورنہ.... ورنہ.... معلوم نہیں کیا ہو جائے گا۔"

"کیا ہو جائے گا....؟" حمید نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"وہ پوچھ رہا تھا کہ تم کون ہو! یہاں کیوں آئے ہو! میں نے کہا میں نہیں جانتی۔ اس پر اس نے پستول نکال لیا۔ کہنے لگا کہ اگر میں نے نہ بتایا تو وہ مجھے گولی مار دے گا۔"

"جی....!" حمید کان پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔

لڑکی نے پھر حلق پھاڑ پھاڑ کر اپنا جملہ دہرایا.... بوڑھے نے بھی شاید دوسری ہی بار پورا جملہ سنا تھا.... اس لئے وہ اب حمید کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

"ڈیڈی میں جھوٹ نہیں کہہ رہی۔ پچھلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی وہ اس سے اندر کود آیا تھا جب آپ دروازہ پیٹ رہے تھے اُدھر ہی سے فرار ہو گیا۔"

"زیبا.... خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ۔" بوڑھے نے کہا۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں ڈیڈی۔"

حمید نے بوڑھے کو اُس کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا جہاں سے زیبا کو اٹھا کر لایا گیا تھا۔

کمرے میں آکر حمید چاروں طرف دیکھنے لگا۔ عقبی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اس میں سلاخیں نہیں تھیں اور یہ زمین سے زیادہ سے زیادہ پانچ فٹ اونچی رہی ہو گی۔

وہ کھڑکی کے قریب آیا دوسری طرف کھڑکی کے نیچے پھولوں کی ایک بڑی سی کیاری تھی۔ قدموں کے تین بہت گہرے نشانات نرم مٹی پر نظر آئے حمید نے اُن کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا مصیبت ہے!" بوڑھا بڑبڑایا۔ "کیا زیبا سچ کہہ رہی تھی۔"

باہر دور دور تک سناٹا تھا۔ حمید کو ایک متنفس بھی نہ دکھائی دیا۔ وہ بوڑھے کی طرف مڑا۔

"میرا خیال ہے کہ اب میری باری ہے۔" اُس نے بلند آواز میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" بوڑھے نے کہا۔ پھر یک بیک چونک کر بولا۔ "زیبا کو تنہا نہ چھوڑنا چاہئے....!" وہ پھر اسی کمرے میں آئے جہاں زیبا کو چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ مسہری پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ اُن کی آہٹ پر اٹھ بیٹھی۔

"وہ کیا پوچھ رہا تھا تم سے۔" بوڑھے نے کہا۔

"ان کے متعلق.... یہ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ کیوں آئے ہیں! یہاں اس گھر میں ان کا کیا کام....!"

"کیوں جناب۔" بوڑھا حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا آپ ان سوالات کے جواب دے سکیں گے۔"

"یہ تو میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"اگر آپ بہرے ہیں اور یہاں کسی بوٹی کی تلاش میں آئے ہیں.... تو کوئی میری بیٹی کو کیوں گولی مارنے لگا۔"

"میں نے اسی پر تو کہا تھا کہ اب شاید میری باری ہے۔"

"مگر اس جملے کا مطلب کیا تھا۔"

"ٹھہریئے بتاتا ہوں۔ بیٹھ جایئے یہ ایک لمبی داستان ہے۔"

بوڑھا بیٹھ گیا اُس کے چہرے سے شدید ترین اضطراب ظاہر ہو رہا تھا۔

"آپ کو تھرٹین اپ ٹرین کے گارڈ کے ڈبے کا واقعہ معلوم ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں.... میں نے سنا تھا؟ کیوں؟"

"گارڈ.... لاپتہ ہو گیا تھا۔ آج تک اس کا سراغ نہیں مل سکا۔"

"ہاں شاید.... یہ بھی درست ہے.... پھر....؟"

"وہ میرا چچا تھا.... مسٹر گدمز....!"

"میرے خدا....!" بوڑھے کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"جن لوگوں نے انہیں اغواء کیا ہے یا مار ڈالا ہے اب وہ میرے پیچھے بھی پڑ گئے ہیں۔"

"تو کیا آپ یہیں کہیں قریب کے باشندے ہیں۔"

"نہیں میں دارالحکومت میں رہتا ہوں۔"

"پھر یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔"

"کتنی بار بتاؤں۔" حمید جھلا گیا۔

بوڑھا اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "کیا آپ اُن لوگوں کو جانتے ہیں جنہوں نے اغواء

کیا تھا۔"

"کاش میں اُن سے واقف ہوتا۔"

"اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کیلئے بھی خطرہ ہے تو آپ کیوں تشریف لائے ہیں یہاں۔"

"میں آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

"کیا فوج لے کر آئے ہیں۔"

"نہیں تنہا ہوں.... نہتا ہوں۔"

"تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ خودکشی کا ارادہ ہے۔ یہ ایک ایسی واردات تھی کہ بڑے بڑوں کے چھکے چھوٹ گئے ہیں۔ آج تک ایسا کوئی واقعہ سننے میں نہیں آیا کہ ٹرین سے ڈبہ الگ کرلیا ہو.... میں نے سنا ہے کہ بوگیوں کو ملانے والی زنجیر ٹوٹی نہیں تھی بلکہ پگھل گئی تھی۔"

"جی ہاں.... اخبارات کی یہی اطلاع ہے۔"

"مسٹر گومز کا اغواء کیوں کیا گیا تھا....؟"

"پتہ نہیں! خدا بہتر جانتا ہے۔"

"صاحبزادے میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ چپ چاپ واپس جاؤ۔ آج کل یہاں انہونی با ظہور پذیر ہورہی ہیں۔ ابھی کچھ ہی دن پہلے کی بات ہے کہ لونی ہاٹ والے جنگل میں فائرن آوازیں سنی گئی تھیں۔ لوگوں کا بیان ہے بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے دو فوجیں آپس لڑ پڑی ہوں، اتنے زیادہ فائر ہوئے تھے اور میری آنکھیں بھی بہت کچھ دیکھتی رہی ہیں۔ لیکن اسے برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی میرے گھر میں گھس کر میری بیٹی کو دھمکائے۔ میں اسٹیشن سے لونی ہاٹ پولیس اسٹیشن کو فون کرتا ہوں۔"

"ضرور کیجئے.... آپ کو اس کی اطلاع پولیس کو ضرور دینی چاہئے۔"

"یقیناً جناب....!"

"اگر انسپکٹر راجن ہی سے گفتگو ہو تو ڈاکٹر زیتو کا حوالہ دیجئے گا وہ دوڑا آئے گا.... ایک من کی دیر کئے بغیر۔"

"کیا انسپکٹر راجن آپ کو جانتے ہیں۔"

"اچھی طرح....!"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"عجیب کیوں؟"

"ایک پولیس آفیسر سے آپ کے مراسم ہونے کے باوجود بھی لوگ اس طرح آپ کے متعلق پوچھ گچھ کرتے پھر رہے ہیں۔"

"پوچھ گچھ کی اصل وجہ یہی ہے کہ راجن کو اس کیس کی تفتیش کے سلسلے میں مدد دے رہا ہوں۔ میں اسی لئے یہاں آیا ہوں کہ اپنے چچا کو ڈھونڈ نکالوں۔ لگے ہاتھ اگر سونی بوٹی بھی مل جائے تو کیا کہنا۔"

"آپ بھی چلئے میرے ساتھ اسٹیشن تک....!" بوڑھے نے کہا۔

"میرے خیال سے صاحبزادی کو یہاں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔"

"اوہ.... ٹھیک ہے۔ مگر آپ کی موجودگی تو اور زیادہ خطرناک ثابت ہوگی۔"

"جناب والا.... آپ ہیں کس خیال میں اگر میں اتنا ہی چوہا ہوتا تو وہ آدمی آپ کی صاحبزادی سے میرے متعلق کچھ پوچھنے کی بجائے میرے ہی گریبان پر ہاتھ ڈال دیتا۔"

"ہاں یہ چیز بھی قابل غور ہے۔"

"بس تشریف لے جایئے، میں آپ کی واپسی تک یہیں ٹھہروں گا۔"

"ڈیڈی! میں بھی ساتھ چلوں گی۔ میں کسی پر اعتماد نہیں کرسکتی۔"

"مجھ پر تو کرنا ہی پڑے گا آپ کو....!" حمید نے پوچھا۔

"کیوں....؟" لڑکی نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

"کیونکہ میں قابل اعتماد آدمی ہوا! اگر قابل اعتماد نہ ہوتا تو مجرموں کی بجائے پولیس کو میرا شجرہ نسب جاننے کی خواہش ہوتی۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں زیبا! پھر تم اتنی ڈرپوک تو نہیں تھیں۔"

"میں ڈرپوک نہیں ہوں۔" لڑکی نے غصیلی آواز میں کہا۔ "آپ جاسکتے ہیں۔"

بوڑھا لباس تبدیل کر کے چلا گیا۔ حمید وہیں اسی کمرے میں بیٹھا پائپ پیتا رہا۔ زیبا بھی وہیں موجود تھی۔ لیکن حمید کے انداز سے ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہاں اس کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہوا ہو۔ کچھ دیر بعد زیبا نے اُسے مخاطب کرنے کی کوشش کی۔

"آپ مجھے بہرے نہیں معلوم ہوتے۔" اُس نے آہستہ سے کہا تھا۔

لیکن حمید ٹس سے مس نہ ہوا.... بالکل بہروں ہی کی طرح بے تعلقانہ انداز میں پائپ پیتا رہا۔

"آپ کتنے دنوں سے بہرے ہیں؟" زیبا نے کچھ دیر بعد چیخ کر پوچھا۔

"پچھلی جنگ عظیم کے دوران میں نے ایک دن بھوک سے بے تاب ہو کر ایک خچر کے کان کاٹے تھے اور انہیں بھون کر کھا گیا تھا۔ تب ہی سے بہرہ ہوں۔"

زیبا نے بُرا سا منہ بنایا اور پھر بولی۔ "پتہ نہیں آپ کتنے گندے آدمی ہیں۔ کبھی کچھ کھاتے ہیں اور کبھی خچر کے کان۔"

"مچھر کے نہیں خچر کے۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں نے بھی خچر ہی کہا ہے.... اپنے کان کھلے رکھئے۔"

"اڑا لیجئے مضحکہ.... خدا نے چاہا تو آپ خچر کے کان کھائے بغیر ہی بہری ہو جائیں گی۔"

"خاموش رہئے.... مجھے فضول باتیں پسند نہیں ہیں۔"

"اگر فضول باتیں پسند نہیں ہیں تو اُس شیر کے بچے ٹائیگر کو آواز دیجئے گا۔"

"آپ اُس کا بھی مضحکہ نہیں اڑا سکتے۔"

"مجھے اتنا وقت ہی کہاں ملتا ہے کہ کسی کا مضحکہ اڑا سکوں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"اچھا براہِ کرم کچھ دیر خاموش رہئے۔"

"لیجئے.... خاموش بھی ہو گیا۔"

لڑکی کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہے حمید بھی چپ چاپ بیٹھا ہی رہا۔

مگر پھر وہ بھی بولے بغیر رہ ہی نہ سکی۔

"کیوں جناب اگر اب دس پانچ مسلح آدمی آگھسیں تو کیا ہوگا۔"

"دس پانچ مرغ مسلم.... کیا مطلب....!" حمید کے لہجے میں تحیر تھا۔

"دس پانچ مسلح آدمی....!" لڑکی جھلا کر چیخی اور حمید یک بیک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی جیب سے ریوالور بھی نکل آیا.... پھر اُس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کدھر ہیں! کہاں ہیں۔"

لڑکی نے اس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر ایک طویل سانس لی۔

"بیٹھ جائیے!" اُس نے کہا۔ "اس طرح نہ بھڑکئے جناب! میں نے یہ کہا تھا کہ اگر دس پانچ مسلح آدمی آجائیں تو آپ اُن کا کیا بگاڑ لیں گے۔"

"لاحول ولا....!" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا اور پھر کرسی میں گر گیا۔

"یہ آپ کو ریوالور کہاں سے مل گیا۔" زیبا نے پوچھا۔

"میرے پاس لائسنس ہے۔"

"آپ میری سمجھ میں نہیں آ رہے۔"

"بہرے بہت مشکل سے سمجھ میں آتے ہیں۔" حمید مسکرایا۔

"کیا مطلب....!" لڑکی اُسے گھورنے لگی۔

"مطلب اس وقت تک سمجھ میں نہیں آئے گا جب تک کہ آپ خود بھی بہری نہ ہو جائیں۔"

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ کچھ دیر خاموش بیٹھئے۔"

"چلئے پھر خاموش ہو گیا۔ مگر نہیں! خاموشی سے آخر آپ کو اتنا لگاؤ کیوں ہے۔"

"زیادہ بکواس کرنے والے احمق ہوتے ہیں۔"

"دیکھئے آپ کی ناک پر مکھی بیٹھی ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"ناک کا مطلب بتاؤں یا مکھی کا....!"

"آپ عجیب آدمی ہیں۔" زیبا نے غصیلی آواز میں کہا۔

"عجیب ہونا بُری بات نہیں ہے۔"

کلاک نے بارہ بجائے اور لڑکی بڑبڑائی۔ "ابھی تک ڈیڈی واپس نہیں آئے ایک گھنٹہ ہو گیا۔"

"کہیں انہیں بھی کسی نے پکڑ کر میرا شجرہ نسب نہ پوچھنا شروع کر دیا ہو۔"

"مجھے خوفزدہ نہ کیجئے۔"

"آپ غلط سمجھی ہیں۔ میں نے صرف ایک خیال ظاہر کیا ہے۔"

پروفیسر ٹھیک اسی وقت واپس آگیا.... اور ایک کرسی میں گر کر تھکی تھکی سی آواز میں

بولا۔ ''فون پر انسپکٹر راجن ہی تھا۔ میں نے آپ کا حوالہ دے دیا تھا۔ وہ فوراً آ رہا ہے۔''

حمید نے صرف سر ہلا دیا۔۔۔ زیبا بولی۔ ''مگر ڈیڈی آخر اُس آدمی نے دن دہاڑے یہاں گھُ
کی ہمت کیسے کی ہو گی۔''

''سب کچھ ممکن ہے بے بی! یہ جس شخص گومز کے متعلق باتیں کر رہے تھے ایسا ہی آدمی تھا

''کیسا آدمی تھا۔''

''اب کیا بتاؤں۔ میری آنکھوں نے بہت کچھ دیکھا ہے۔''

وہ دھیمی آواز میں بول رہا تھا اس لئے حمید نے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اُس کے الفاظ
بھی سن رہا ہے۔ لیکن وہ الجھن میں ضرور پڑ گیا تھا۔

''کیا دیکھا ہے۔'' زیبا نے پوچھا۔

''وہ ایک پُر اسرار آدمی تھا۔ میں نے اُسے اکثر لونی ہاٹ کے جنگلوں میں دیکھا ہے۔ ا
طرح جیسے اسے کسی کی تلاش ہو۔ وہ اکثر میری تجربہ گاہ میں بھی آیا کرتا تھا۔ مقصد ہوتا تھا ج
بوٹیوں کے متعلق گفتگو کرنا لیکن میں ہمیشہ تاڑ تا رہا ہوں کہ وہ وہاں صرف وقت گذاری کے
رک جایا کرتا تھا۔ اُسی طرح جیسے تمہیں کہیں جانا ہو! لیکن تم وقت سے پہلے روانہ ہو جاؤ پھر ب
وقت راستے ہی میں کہیں گذار کر ٹھیک وقت پر وہاں جا پہنچو، جہاں تمہیں حقیقتاً جانا تھا۔''

زیبا شاید کچھ اور کہنے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن باہر سے گاڑی کی آواز آئی شاید راجن پولیس
میں آیا تھا۔

''آیئے اٹھئے۔'' پروفیسر نے کہا۔

وہ دونوں برآمدے میں آئے۔ راجن کار سے اتر رہا تھا۔ کار میں حمید کو دو مسلح کانسٹیبل
نظر آئے۔ راجن کے ساتھ وہ بھی اترے اور راجن سیدھا برآمدے کی طرف چلا آیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے جیب سے ہتھکڑیوں کا جوڑا نکالا اور حمید سے بولا۔ ''ڈاکٹر زیڈ!
تمہیں حراست میں لے رہا ہوں۔''

''کیوں۔۔۔۔؟'' حمید نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

''اوپر سے یہی آرڈر آئے ہیں۔'' راجن نے کہہ کر حمید کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

جنگل میں لاش

ان کے پیچھے زیبا بھی آئی۔ حمید کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑتے دیکھ کر اُس کی آنکھیں
حیرت سے پھیل گئیں اور وہ کچھ خوفزدہ سی بھی نظر آنے لگی۔

''اوپر سے کہاں سے احکامات آئے ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''میں تمہاری کسی بات کا جواب دینے پر مجبور نہیں ہوں۔''

''ٹائیگر۔۔۔۔ ٹائیگر۔۔۔۔!'' دفعتاً حمید نے ہانک لگائی اور بوڑھا گرے ہاؤنڈ جو لان پر کھڑا تھا
آہستہ آہستہ اُن کی طرف بڑھا اور قریب آکر کھڑا ہو گیا۔

''ٹائیگر۔۔۔۔ ڈیئر۔۔۔۔!'' حمید نے کہا۔ ''تم مسٹر راجن سے پوچھ کر مجھے بتاؤ کہ میں کس جرم
کی پاداش میں گرفتار کیا جا رہا ہوں۔ وہ براہ راست مجھے جواب نہیں دینا چاہتے۔''

ٹائیگر نے اپنی ایک آنکھ بند کر لی اور آہستہ آہستہ بڑے غمناک انداز میں دم ہلاتا رہا۔

''بیکار باتیں نہ کرو۔۔۔۔!'' راجن غصیلی آواز میں بولا۔ ''پچھلی رات تمہاری ہی وجہ سے مجھ
پر بھی حملہ ہوا تھا اور اب یہاں تمہارے قدم آئے تو ان لوگوں پر بھی افتاد پڑی۔''

''سب کچھ میرے کانوں کی بدولت ہو رہا ہے۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''ہاں
مسٹر راجن تم نے وعدہ کیا تھا کہ میرے لئے آلہ سماعت مہیا کرو گے۔''

''بیٹھ جاؤ۔۔۔۔!'' راجن نے کرسی کی طرف اشارہ کر کے تحکمانہ لہجہ میں کہا اور پھر پروفیسر
منہاج کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''ہاں! پروفیسر کیا آپ رپورٹ درج کرائیں گے۔''

''جی ہاں۔۔۔۔!''

راجن نے نوٹ بک نکال کر اُس کا بیان لکھا اور پھر اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں آپ کا مشکور ہوں
ورنہ ان حضرت کو تلاش کرنے میں بڑی دشواریاں پیش آتیں۔''

''مگر یہ ہیں کون۔۔۔۔؟'' پروفیسر نے پوچھا۔

''خود کو گارڈ گومز کا بھتیجا ظاہر کرتے ہیں۔''

''تو کیا یہ غلط ہے۔''

"مجھے علم نہیں! لیکن دارالحکومت سے ایک آفیسر ان کا وارنٹ لے کر بذریعہ ہوائی جہاز پہنچا ہے۔"

حمید خاموش بیٹھا رہا۔ اس نئی اطلاع پر اُس نے خاموشی ہی مناسب سمجھی۔

راجن اُسے ساتھ لے کر کار میں آ بیٹھا۔ مسلح کانسٹیبل پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔ کار چل پڑی۔ حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "کیا وہ کوئی سادہ لباس والا ہے، جو وارنٹ لایا ہے۔"

"نہیں.... سب انسپکٹر ہے۔"

"کیا تم نے اُسے بتا دیا تھا کہ سراغ مل گیا ہے۔"

"نہیں....؟"

"تب تو آج کا دن تمہارے لئے کافی منفعت بخش ہوگا۔" حمید نے انگریزی میں کہا۔ "میں ان دونوں کانسٹیبلوں کو بھی خوش کرا دوں گا۔"

"کیا مطلب....!"

"پانچ پانچ سو ان دونوں کے اور ایک ہزار تمہارے۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"دماغ ٹھنڈا رکھو۔" راجن غرایا۔ "میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں۔"

"اُن لوگوں میں سے تو کوئی بھی نہیں ہوتا۔ راجن صاحب لیکن پھر بھی۔"

"کچھ نہیں خاموش رہو۔"

"دو ہزار....!"

"پچاس ہزار میں بھی نہیں! اب تم اپنی زبان بند رکھو۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ وارنٹ جعلی نہیں ہے؟"

"کیا مطلب....!"

"وارنٹ جعلی بھی ہو سکتا ہے۔"

"مگر وہ آفیسر....!"

"جتنے جعلی آفیسر کہو میں بنا کر دکھا دوں۔"

"جعلی ہی سہی۔ لیکن میں اُسے درست سمجھتا ہوں۔ تمہیں گرفتار کر کے اس کے حوالے کر دینے کے بعد میری ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔"

"تم یہ تو سوچو کہ میں کیسا، آدمی ہو سکتا ہوں جسے پولیس بھی گرفتار کرنا چاہتی ہے اور چند نامعلوم آدمی مار ڈالنا بھی چاہتے ہیں۔"

"سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔" راجن نے لاپروائی سے کہا۔ "پچھلی رات کو انسپکٹر رمیش نے مجھے مطمئن کر دیا تھا۔ اس لئے سوچا تھا کہ تمہاری مدد کروں گا۔ اب دارالحکومت کی پولیس تمہیں گرفتار کر کے لے جانا چاہتی ہے۔ میں اس کا ہاتھ بٹا رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے! مگر کیا یہاں کوئی ہوائی اڈا بھی ہے۔"

"نہیں....!"

"پھر وہ بذریعہ ہوائی جہاز یہاں کیسے پہنچ گیا۔"

"یہاں تو وہ ہیلی کوپٹر سے آیا ہے! جہاں آباد کے ہوائی اڈے تک ہوائی جہاز سے آیا تھا۔"

"تو جہاں آباد سے یہاں تک ہیلی کوپٹر آیا ہے۔"

"ہاں....!"

"تم نے ہیلی کوپٹر دیکھا ہے۔"

"وہ تھانے کے باہر ہی موجود ہے۔"

حمید نے پھر ایک طویل سانس لی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔ ویسے وہ یہ بھی سوچ رہا تھا ممکن ہے فریدی کی بلیک فورس کے کچھ آدمی بھی اُس کے ساتھ ہی یہاں تک آئے ہوں اور اب اُسے اس سچویشن میں دیکھ کر یہاں سے نکال لے جانا چاہتے ہوں۔ ورنہ کسی ہوائی اڈے سے ہیلی کاپٹر حاصل کر لینا آسان کام نہیں ہے۔

کار راستہ طے کرتی رہی۔ حمید اب خاموش ہو گیا تھا.... کچھ دیر بعد وہ لونی ہاٹ پہنچ گئے۔ تھانے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے وقت حمید نے پوچھا۔ "میرا سوٹ کیس اور ہولڈال کہاں ہے۔"

"یہیں تھانے میں....!" راجن نے جواب دیا۔

حمید خاموش ہو گیا۔ وہ اندر آئے اور یہاں.... اُسے ایک قد آور جوان نظر آیا جو پولیس کی وردی میں تھا۔

"ڈاکٹر زیٹو گومز...." راجن نے حمید کی طرف اشارہ کیا۔

"او بہت شکریہ....!" نوجوان نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اس تعاون کے لئے بے حد ممنون

ہوں۔ مجھے ابھی روانہ ہو جانا چاہئے تاکہ چار بجے والا جہاز مل سکے۔"

"آپ کی مرضی....!" راجن نے کہا۔

"مگر کس جرم میں....!" حمید نے احتجاج کیا۔ "یہ ایک غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے۔ مجھے وارنٹ دکھاؤ۔"

"میں انسپکٹر کو مطمئن کر چکا ہوں۔" نوجوان آفیسر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"میں بذاتِ خود مطمئن نہیں ہوں۔"

"آپ عدالت میں مطمئن ہو سکیں گے۔" نوجوان آفیسر بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

حمید کو یقین ہو گیا کہ وہ فریدی کی بلیک فورس ہی کا کوئی آدمی ہے۔ ممکن ہے بلیک فورس کے کچھ آدمی اُس کی لاعلمی میں ساتھ ہی آئے ہوں اور فریدی کو حالات سے مطلع کیا ہو اور اب جو کچھ بھی ہو رہا ہو اسی کی ہدایت کے مطابق ہو رہا ہو۔

"کیا آپ جامہ تلاشی لے چکے ہیں۔" نوجوان آفیسر نے راجن سے پوچھا۔

"نن.... نہیں....!"

"یہ ضروری ہے....!" اس نے کہا اور خود ہی آگے بڑھ کر حمید کی جیبیں ٹٹولنے لگا...

ریوالور کوٹ ہی کی جیب میں موجود تھا۔ اُس نے اسے نکال کر میز پر رکھ دیا۔

"لائسنس تو ہو گا آپ کے پاس۔" اُس نے مسکرا کر حمید سے پوچھا۔

"ہے....!" حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔ "دارالحکومت میں پہنچ کر دیکھ لوں گا۔"

"راہ میں بھی دیکھتے ہی چلئے گا۔ آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھی جائے گی۔ ہاں مسٹر راجن ان کا لگیج وغیرہ کہاں ہے۔"

"یہیں ہے! ایک سوٹ کیس اور ہولڈال....!"

"وہ بھی نکلوا دیجئے۔"

"بہتر ہے۔"

راجن چلا گیا اور وہ نوجوان آفیسر حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا عجیب انداز میں مسکراتا رہا۔ سامان بھی آ گیا اور وہ اُس جگہ جہاں ہیلی کوپٹر کھڑا تھا حمید نے اس کے پائلٹ کو بغور دیکھا۔ وہ ایئرپورٹ کے یونیفارم میں تھا۔

وہ ہیلی کوپٹر میں بیٹھ گئے۔ حمید کے ہاتھوں میں نوجوان آفیسر نے اپنی لائی ہوئی ہتھکڑیاں ڈال دی تھیں۔

تیز آواز والا انجن اسٹارٹ ہوا اور مشین فضا میں بلند ہونے لگی۔

"تو کیا واقعی مجھے دارالحکومت ہی واپس جانا ہے۔" حمید نے نوجوان آفیسر سے پوچھا۔

"فی الحال میں آپکے کسی سوال کا جواب نہ دے سکوں گا۔ جو کچھ مجھ سے کہا گیا ہے کر رہا ہوں۔"

"کرو...!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ "مگر کیا یہ ہتھکڑیاں اب بھی ضروری ہیں۔"

"میں نے عرض کیا نا کہ میں فی الحال کسی سوال کا جواب نہ دے سکوں گا۔"

"اچھا پیارے! مگر میں تمباکو پینا چاہتا ہوں۔"

"اس کی اجازت میں اس صورت میں ہرگز نہ دے سکوں گا جب تک کہ آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں۔"

"ارے تو اب ہتھکڑیاں نکال ہی دو نا۔"

"ابھی نہیں۔"

حمید خاموش ہو گیا اب وہ مطمئن نہیں تھا۔ اگر یہ فریدی ہی کے آدمی ہوتے تو ہیلی کوپٹر بلند ہوتے ہی یقینی طور پر ہتھکڑیاں کھول لی گئی ہوتیں لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اس سے بڑی حماقت ہوئی تھی۔ مگر حماقت کیوں؟ یہ بلیک فورس ہی دھوکے کی ٹٹی تھی! اگر اس کا وجود نہ ہوتا تو اُس سے کبھی ایسی حماقت سرزد نہ ہوتی۔ یہ سب کچھ فریدی کے غیر یقینی طریق کار کی بناء پر ہوا تھا۔

حمید نے ایک طویل سانس لی اور سوچنے لگا اگر وہ غلط ہاتھوں ہی میں آ پڑا ہے تو اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ حقیقتاً وہ فریدی کو بھی الزام نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اُس نے اسکے بتائے ہوئے طریق کار پر کام کی شروعات نہیں کی تھی۔ اُسے اسکی اسکیم کے مطابق سکلفا سے تفتیش شروع کرنی چاہئے تھی اور تفتیش بھی پوشیدہ طور پر نہیں بلکہ کیپٹن حمید کی حیثیت سے کرنی تھی لیکن وہ اس اسکیم کو پس پشت ڈال کر لونی ہاٹ میں اتر پڑا تھا اور خود کو گومز کا بھتیجا ظاہر کر کے تفتیش شروع کی تھی۔

اُس نے کنکھیوں سے اس نوجوان آفیسر کی طرف دیکھا اور پھر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ ہیلی کوپٹر اس وقت لونی ہاٹ کے ناقابل عبور جنگل پر سے گذر رہا تھا۔

"یہ سفر کتنا لمبا ہو گا....!" حمید نے پوچھا۔

"بس ختم ہی سمجھو....!" جواب ملا اور دوسرے ہی لمحے میں حمید نے محسوس کیا کہ ہیلی کوپٹر نیچے اتر رہا ہے۔ اونچے اونچے درختوں کی چوٹیاں قریب ہوتی گئیں۔ ہیلی کوپٹر جنگل میں اتر رہا تھا۔

"یہ جہاں آباد کا ہوائی اڈہ تو نہیں ہے۔" حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔

"چلو تم اسے شاہ جہاں آباد کا ہوائی اڈہ سمجھ لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوا۔" نوجوان آفیسر نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہ عدم آباد کا ہوائی اڈہ بن جائے۔"

"تمہاری مرضی۔"

ہیلی کوپٹر لینڈ کر چکا تھا! پائلٹ نے اتر کر دروازہ کھولا۔

"چلو اترو....!" نوجوان آفیسر نے حمید کو دھکا دیا۔

حمید چپ چاپ اُتر گیا۔ مصلحت اسی میں تھی کہ وہ بے چوں وچرا وہی کرتا رہے جس کے لئے کہا جائے۔

غلطی تو ہو چکی تھی۔ اگر وہ بلیک فورس کا کوئی آدمی ہوتا تو اس بدتمیزی سے پیش نہ آتا۔ بہر حال یہ افتاد تو بلیک فورس ہی کے دھوکے میں پڑی تھی۔ اگر حمید کو ذرہ برابر بھی شبہ ہو گیا ہوتا تو لونی ہاٹ کے تھانے ہی سے فریدی کو ٹرنک کال کرتا۔

وہ ہیلی کوپٹر سے نیچے اتر آیا۔ پائلٹ نے اُس کا سوٹ کیس اور ہولڈال نکال کر ایک طرف ڈال دیا اور انہیں پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرتا ہوا پھر ہیلی کوپٹر میں جا بیٹھا۔

حمید کو نوجوان آفیسر نے پھر دھکا دیا۔ ہیلی کوپٹر کا انجن اسٹارٹ ہو چکا تھا۔ وہ فضا میں بلند ہو گیا۔

"اب....!" نوجوان آفیسر مسکرایا۔ "میں ہتھکڑیاں نکال سکوں گا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اُسے بہت شدت سے غصہ آگیا تھا۔

آفیسر نے اُس کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نکال لیں اور پھر اُس کے جیب سے ریوالور بھی نکل آیا اُس نے اس کا رخ حمید کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "ہولڈال اور سوٹ کیس اٹھا کر چلو۔"

"یہ بہت مشکل ہے۔" حمید نے ہولڈال پر بیٹھتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"بہت آسان ہے.... اگر مشکل سمجھتے ہو تو یہ صرف تمہاری سمجھ کا پھیر ہے۔ نہیں سمجھے

تو ریوالور کی زبان تمہیں سمجھائے گی۔ میں بہت بے رحم ہوں۔"

"تب تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ مجھ سے تمہاری ملاقات ہو گئی۔ میں بھی رحمدل نہیں ہوں اور تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ میں نے پولیس والوں کو کیسا اُلو بنایا تھا۔"

"اس کی کہانی بھی سن لی جائے گی مگر ابھی نہیں۔ بہتری اسی میں ہے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔"

"نہیں میں یہ ضرور دیکھوں گا کہ تم کتنے بے رحم ہو۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"تم کسی بیوہ کی طرح بلبلا کر رحم کی بھیک مانگو گے۔"

"چلو بھی یار.... شروع ہو جاؤ.... میں خود کو ظلم پروف سمجھتا ہوں۔ لہٰذا آج اپنا بھی امتحان ہو جائے گا۔"

اچانک اس نے فائر کر دیا اور حمید اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ گولی ہولڈال میں سوراخ کرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ حمید نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔

فراڈ آفیسر نے قہقہہ لگایا۔

"اٹھا.... اٹھاتا.... ہوں....!" حمید خوفزدہ آواز میں بولا۔ "خدا کے لئے فائر نہ کرنا۔"

"چلو.... جلدی کرو....!" آفیسر غرایا۔

حمید جھک کر ہولڈال اٹھانے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اسے اٹھا کر سر پر رکھے گا لیکن اُس نے اُسے سینے تک اٹھا کر پوری قوت سے فراڈ آفیسر کے منہ پر پھینک مارا۔ وہ اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا لہٰذا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔

دوسرے ہی لمحے میں حمید اس کے سینے پر سوار تھا۔ ریوالور تو پہلے اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔ فراڈ آفیسر چاروں خانے چت گرا تھا.... حمید نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اُس کی بائیں کلائی اس کی ٹھوڑی اور گردن کو چھٹی کا دودھ یاد دلا رہی تھی اور داہنے ہاتھ سے وہ بڑی بیدردی سے اس کی ناک اور دہانے پر گھونسے برسا رہا تھا۔ جب بھی اُس کی آواز بلند ہونے لگتی وہ اُس کا منہ دبا دیتا۔ مار کھانے والے کی کمر کے نیچے ایک بڑا سا پتھر آگیا تھا جس کی وجہ سے وہ انتہائی زور صرف کرنے کے باوجود بھی نہ اٹھ سکا تھا۔

حمید نے گھونسے مار مار کر اُس کا حلیہ ہی بگاڑ دیا.... آہستہ آہستہ اُس کی آنکھیں بند ہوتی

جا رہی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ اب حمید کو فکر ہوئی کہ کوئی مناسب سی پناہ گاہ بھی تلاش کرنی چاہئے۔ اس جنگل کے متعلق اُس نے سنا تھا کہ ناقابل عبور ہے۔ لیکن یہاں اس جگہ تو اسے کوئی ایسی دشواری نہیں نظر آئی جس کی بناء پر عام کہاوتوں کی تائید ہو سکتی۔ دور تک اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں لیکن انہیں دشوار گزار نہیں کہا جا سکتا تھا۔ یہاں جنگل بھی گھنا نہیں تھا۔

حمید نے سوچا ممکن ہے بستیوں کے قریب کے حصے ایسے ہی ہوں جن کی بناء پر پورے جنگل علاقے کو دشوار گزار اور ناقابل عبور سمجھا جا سکے۔

وہ اس وسیع اور مسطح چٹان سے نیچے اتر آیا جس پر ہیلی کوپٹر نے لینڈ کیا تھا۔ وہ کسی ایسے غا کی تلاش میں تھا جہاں وقتی طور پر پناہ لے سکتا۔

تقریباً پندرہ یا بیس منٹ کی جدوجہد کے بعد اُسے ایسا ایک غار مل گیا.... وہ پھر وہیں واپ آیا جہاں اس کا سامان پڑا ہوا تھا لیکن اب اُسے محسوس ہوا کہ اُس کا شکار تو مر چکا تھا۔ اس نے اُ ہلا جلا کر دیکھا.... وہ سرد ہو چکا تھا۔

اب ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ وہ یہاں تنہا نہ رہا ہو گا۔ آس پاس اُس کے دوسر ساتھی بھی موجود ہوں گے اور انہیں علم ہو گا کہ وہ کس مہم پر گیا تھا۔ اگر اب انہیں اس کی لا ملی تو وہ قاتل کی تلاش میں سارا جنگل چھان ماریں گے۔

یہ تو اب اچھی طرح اس کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ وہ کون ہو سکتے تھے۔ پچھلی رات کا ہنگامہ یقی طور پر انہیں لوگوں کی ذات سے تعلق رکھتا تھا۔ انہوں نے شاید وہ گفتگو سن لی تھی جو اس کے ا راجن کے درمیان ویٹنگ روم میں ہوئی تھی اسی بناء پر پچھلی رات کا ہنگامہ ہوا تھا اور اسی لئے ا وقت اُسے یہاں لایا گیا تھا۔

مگر وہ لوگ کون تھے؟ اور کیا چاہتے تھے؟ گارڈ گومز کے اغواء کا کیا مطلب تھا اور اغواء طریقہ بھی خود اغواء کرنے والوں کے لئے بھی کتنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا.... پھر گومز کسی بھتیجے کے وجود نے انہیں اس قدر بوکھلا کیوں دیا؟ یقیناً یہ کوئی بہت ہی اہم معاملہ تھا اور پولیس کو دھوکا دے کر کسی آدمی پر اُس کے ذریعے قابو پانا تو اتنا ہی خطرناک تھا جتنا کسی شیر حلق میں ہاتھ ڈال کر اس کی غذا نکال لینا۔

وہ سوچتا رہا اور سامان اٹھائے ہوئے چلتا رہا.... سامان غار میں رکھ کر وہ دوبارہ اُسی چٹان کی ف واپس جا رہا تھا کہ اب اُس کی لاش کو بھی ٹھکانے لگانے کی کوشش کرے۔ لیکن پھر اُسے جانا پڑا اور وہ بڑی تیزی سے ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔

قدموں کی آوازیں قریب ہوتی جا رہی تھیں۔

اُسے خاکی لباس میں تین آدمی دکھائی دیئے جو اُسی چٹان کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں ہیلی پٹر اترا تھا۔

لاش پر نظر پڑتے ہی انہوں نے دوڑنا شروع کر دیا۔

پُر اسرار گروہ

حمید جہاں تھا وہیں دبکا رہا۔ ویسے جیب میں پڑے ہوئے ریوالور پر اُس کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی۔ اس نے انہیں اونچی آواز میں گفتگو کرتے سنا۔

"ہیلی کوپٹر واپس آیا تھا۔ میں نے ہیلی کوپٹر کی آواز سنی تھی۔" ایک نے کہا۔

"مگر پھر یہ مرا کیسے....!"

"اوہ.... دیکھو.... اس کے منہ سے خون بہا ہے۔"

"ہونٹ پھٹ گئے ہیں۔"

"خون تو ناک سے بھی بہا ہے۔"

"کیا یہ تنہا واپس آیا تھا۔ کیا کام نہیں ہوا تھا۔"

"یقیناً.... کسی سے لڑائی ہوئی ہے۔ حالت دیکھو....!"

"مگر کس سے....!"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے یہ اُسے ساتھ لایا ہو اور ہیلی کوپٹر کی واپسی کے بعد وہ اس سے لپٹ پڑا ہو۔"

"مگر یہ اتنا کمزور بھی نہیں تھا کہ ایک آدمی اسے زیر کر سکے۔"

"پھر اب کیا کیا جائے.... لاش اٹھائیں۔"

"نہیں.... میرے خیال سے مسٹر گومز کو یہیں بلاؤ۔"

اس جملے پر حمید بھونچکا رہ گیا۔ مسٹر گومز کو یہیں بلاؤ۔۔۔۔ کون مسٹر گومز۔۔۔۔؟
کیا وہی گارڈ جس کے لئے اتنا ہنگامہ ہوا تھا؟ مگر وہ یہاں؟ ان لوگوں میں؟

حمید پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور وہ سوچنے لگا کہ یہ وہی گومز ہوا تو اس معاملے کو کیا سمجھا جائے گا؟ کیا پورا کیس بے سر و پا ہو کر نہ رہ جائے گا۔ اس نے ایک آدمی کو چٹان کی دوسری جانب اترتے دیکھا اور دیر تک اس کے قدموں کی آوازیں سنتا رہا۔ پتھریلی زمین پر قدموں کی آوازیں دور تک پھیل رہی تھیں۔

بقیہ دو آدمی وہیں چٹان پر بیٹھ گئے۔ وہ اب خاموش تھے۔ حمید نے سوچا ممکن ہے یہی اُن کے ذہنوں میں جڑ پکڑ جائے کہ اسی نے اسے قتل کیا ہے۔ ایسی صورت میں یقینی طور پر اس کی تلاش شروع کر دی جائے گی لہٰذا اب اسے بہت زیادہ محتاط رہنا چاہئے۔

اُس نے ان دونوں کو پھر بولتے سنا۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "مسٹر گومز خود بھی اپنے کسی بھتیجے کے وجود سے لاعلم ہیں، ان کا خیال ہے کہ وہ جاسوس ہوگا۔"

"ایسی صورت میں قطعی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ بھلا وہ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی جاسوس ہی ہوگا۔"

"ہاں ٹھیک ہے! مگر پھر آخر گومز کا بھتیجا بننے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہی تو دیکھنا تھا۔ ورنہ یہاں کسی اجنبی کو لانا کہاں کی دانش مندی ہو سکتی ہے۔"

"اس کے ضائع ہونے کا بے حد افسوس ہے۔ بڑا شاندار آدمی تھا۔"

"یقین نہیں آتا کہ یہ کسی سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا ہو۔ ناممکن ہے۔ قطعی ناممکن۔"

حمید اسی چٹان کی اوٹ میں بیٹھا رہا۔ یہاں سے وہ اُن دونوں کو بخوبی دیکھ سکتا تھا اور ان کی گفتگو بھی صاف سن سکتا تھا بشرطیکہ وہ سرگوشیوں پر نہ اُتر آتے۔

کچھ دیر بعد اُس نے پھر قدموں کی آوازیں سنیں اور دوسری طرف سے چٹان پر دو صورتیں ابھریں۔ اُن میں سے ایک تو وہی آدمی تھا جو یہیں سے گیا تھا اور دوسرا ایک ادھیڑ عمر کا وجیہہ آدمی تھا اُس کے قویٰ بھی مضبوط معلوم ہوتے تھے۔

اس نے لاش کو متحیرانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہی خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی سے لڑ کر ہی مرا ہوگا۔ لاش کی حالت یہی ظاہر کرتی ہے۔"

"پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ اپنی اسکیم کو عملی جامہ پہنا سکا تھا یا نہیں۔"

"اگر پہنا سکا ہوتا تو یہاں اس طرح مار ڈالا جانا کیا معنی رکھتا ہے۔" ایک آدمی بولا۔

"اوہ کیا تم نے پچھلی رات اُس آدمی کا پھرتیلا پن نہیں دیکھا تھا۔" گومز نے کہا۔

"آپ ہی کا بھتیجا ہے۔" وہ آدمی ہنس کر بولا۔

"نہیں راجیش۔۔۔۔ اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرو۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ وہ کوئی سرکاری سراغ رساں ہے۔"

"دوسرے معاملے کو آپ کیوں فراموش کر دیتے ہیں۔"

"دوسرے معاملہ میں اتنا دم نہیں ہے۔"

"خیر اب اس کی لاش کا کیا کیا جائے۔"

"اٹھالے چلو۔۔۔۔ کسی غار میں ڈال دیں گے۔"

غار کے نام پر حمید بوکھلا گیا اور سوچنے لگا۔۔۔۔ یا خدا یہ وہی غار نہ ہو جس میں ہولڈال اور سوٹ کیس پڑے ہوئے ہیں۔

اس نے انہیں چٹان سے نیچے اترتے دیکھا۔ وہ لاش اٹھائے ہوئے تھے۔

سطح چٹان سے بائیں جانب اُتر کر وہ نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ حمید چپ چاپ اٹھ کر پھر اسی غار میں آیا جہاں سامان رکھا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ قرب و جوار میں اُس کی تلاش شروع ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ وہ پائلٹ جو انہیں ہیلی کوپٹر پر لایا تھا انہیں لوگوں کا آدمی رہا ہوگا۔ لہٰذا وہ اُس سے کسی نہ کسی طرح حقیقت معلوم کرلیں گے۔

اُس نے سوچا کہ سامان کو اسی غار میں کسی جگہ چھپا کر باہر نکل جائے۔ باہر وہ بخوبی اپنی حفاظت کر سکتا تھا۔ اس غار میں مار لیا جاتا۔

اُس نے سوٹ کیس کھول کر کارتوسوں سے دو پیٹیاں بھر لیں اور کچھ فالتو کارتوس جیبوں میں بھی ٹھونسے۔ اُس کے پاس دو ریوالور تھے۔ ایک خود اس کا اور دوسرا مرنے والے کا۔ مرنے والے کی جیب سے ایک بڑی ٹارچ بھی برآمد ہوئی تھی وہ بھی حمید ہی کے قبضے میں تھی۔

اچانک حمید کو خیال آیا کہ کیا وہ یہاں پتھر چبا کر زندہ رہے گا۔ اس خیال کے ساتھ ہی اُس کی

بھوک بھی چمک اٹھی اور وہ ٹھنڈے دل سے اس مسئلے پر غور کرنے لگا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس نے پھر سوٹ کیس کھولا اور میک اپ کا سامان نکال کر میک
شروع کر دیا۔ ذرا ہی سی دیر میں اُس کی شکل بے حد ڈراؤنی ہو گئی.... اُس نے لباس بھی تبـ
کیا۔ یہ گرم اور پنڈلیوں سے چپکا ہوا پاجامہ تھا۔ اس لئے ساتھ لایا تھا کہ شاید سردی کی شد
وجہ سے پتلون کے نیچے پہننا پڑے۔ اُس پاجامے پر چمڑے کا جیکٹ پہن کر وہ اچھا خاصا سر
مسخرا معلوم ہونے لگا۔ بڑے بالوں والی سفید ٹوپی بھی نکالی.... اور زرد سلک کا ہلکا سا لبادہ ا
کر بغل میں دبایا.... دو چار متحیر کر دینے والے چٹکلے بھی سفر کے دوران میں اس کے سوٹ
میں ضرور موجود ہوتے تھے۔

اس بار ٹویوڈا[1] کا وہ ٹارچ نما آلہ بھی اسکے ساتھ تھا جس سے چنگاڑیوں کی بوچھاڑ نکلتی تھ
سفر کے دوران میں اوٹ پٹانگ قسم کے لباس اُس کے ساتھ ضرور ہوتے تھے؟ پتہ ن
کب کس خوبصورت لڑکی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا خوشگوار فرض انجام دینا پڑے۔

کمر میں ریوالور کی پیٹی لگائی جس میں دونوں جانب دو ہولسٹر موجود تھے.... فی الحال اس
کمر کے گرد ایک تولیہ بھی لپیٹ لیا تھا تاکہ ریوالور اور پیٹی چھپ جائیں۔

سوٹ کیس اور ہولڈال اُس نے ایک بڑے سوراخ میں ٹھونس کر اُس کے دہانے پر پتھ
ایک بہت بڑا ٹکڑا رکھ دیا۔

اب وہ پھر غار کے باہر تھا اور چٹانوں کی اوٹ میں چھپتا چھپاتا ایک سمت چل رہا تھا۔ تہ
ہوا لبادہ بغل ہی میں دبا رہا۔

وہ بندروں کی طرح ایک چٹان سے دوسری چٹان پر چھلانگیں لگاتا ہوا بلندی کی طرف جا
مقصد دراصل یہ تھا کہ کسی اونچی جگہ سے گرد و پیش کا جائزہ لے سکے۔ وہ یہ بھی معلوم کرنا چاہ
کہ جن لوگوں کی وجہ سے وہ یہاں تک پہنچا تھا ان کی کمین گاہیں کہاں ہیں.... اُن کا پتہ لگا
وہ سچ مچ بھوکوں مر جاتا۔ کیونکہ ابھی تک اُسے یہاں جنگلی پھلوں کے درخت بھی نہیں دکھ
دیئے تھے۔

وہ ان اطراف کی سب سے اونچی چٹان پر پہنچ گیا، جو تین چار فٹ اونچے گنجان پودوں

---

[1] ٹویوڈا کی کہانی کے لئے جاسوسی دنیا کی جلد نمبر 22 ملاحظہ فرمایئے۔

ڈھکی ہوئی تھی۔ یہاں چھپ کر وہ بہ آسانی قرب و جوار کا جائزہ لے سکتا تھا۔

وہ وہیں چھپا بیٹھا رہا لیکن ڈوبتے ہوئے سورج کے دلکش منظر اور پرندوں کے شور کے علاوہ
اور کچھ نہ دکھائی یا سنائی دیا۔ اُسے اس زور کا تاؤ آیا کہ بھوک سے سر چکرا کر رہ گیا.... مگر اپنی
بوٹیاں تو نوچ کر کھا نہیں سکتا تھا۔

وہ ادھر اُدھر کی باتیں سوچنے لگا تاکہ غصہ اُتر جائے اور خون ضائع نہ ہو لیکن ان ادھر اُدھر
کی باتوں میں بھی جھلاہٹ کا رنگ غالب تھا۔ مثلاً اُس نے شفق کی سرخی کے متعلق جو تشبیہ
سوچی وہ یہ تھی کہ شفق کی سرخی بالکل ایسی ہی لگ رہی ہے جیسے کسی شوقین دیہاتی بڑھیا نے اپنا
سرخ لہنگا دھو کر الگنی پر پھیلا دیا ہو یا پرندوں کا شور بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی سڑی ہوئی
بدرو پر مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں۔

سوچتے سوچتے جب وہ نیم پاگل ہو گیا تو بالکل ہی غیر ارادی طور پر استوائی بندروں کی طرح
تیز قسم کی قلقاری لگائی۔ وہ کئی قسم کے جانوروں کی آوازوں کی بڑی کامیاب نقل اتار سکتا تھا۔
اُس نے اپنی اس قلقاری کی بازگشت سنی اور پھر یک بیک ایسا معلوم ہوا جیسے پرندوں کا شور بھی
ایک پل کے لئے تھم گیا ہو۔

پھر کچھ دیر بعد اندھیرا پھیلنے لگا اور حمید نے محدود روشنی والی ننھی سی ٹارچ بار بار روشن
کرنی شروع کر دی۔ اُس نے ان جنگلوں کے متعلق سنا تھا کہ یہاں سانپ بکثرت ہیں۔ لیکن ابھی
تک تو اسے ایک بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔ پھر بھی اندھیرے نے اسے کچھ زیادہ محتاط بنا دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دوسری طرف نیچے اترنے لگا۔ اُس نے اب لبادہ بھی پہن تو لیا تھا لیکن
اُسے کمر سے لپیٹ لیا تھا تاکہ دوڑنے میں آسانی رہے.... بہت بڑے بالوں والی گول ٹوپی سر پر
موجود تھی اور وہ کسی دوسری دنیا کا باشندہ معلوم ہو رہا تھا۔

سردی شدت اختیار کر گئی تھی اگر لبادے کے نیچے چمڑے کی جیکٹ نہ ہوتی تو اُس کے دانت
باقاعدہ طور پر بجنے لگے ہوتے۔

وہ نیچے اُتر کر تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ یک بیک اُس کے بھوکے پیٹ میں چوہوں کی بجائے
بلیاں کودنے لگیں اور وہ خود بھی بلی ہی بن کر رہ گیا۔ ایسی بلی جو مچھلی کی بو پر بیتاب ہو کر چاروں
طرف چکرانے لگی ہو۔ حقیقتاً وہ تلی ہوئی مچھلی ہی کی بو تھی جس نے اُسے بلی بنا دیا تھا۔

ایسی ہی بو تھی جیسے کہیں قریب ہی مچھلی کے قتلے تلے جا رہے ہوں۔ مگر وہ کدھر جاتا کیونکہ بو تو چاروں طرف سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اونچے اونچے درختوں سے.... قریب کی چٹانوں سے.... اور.... ہزارہا میل کے فاصلے پر چمکنے والے ستاروں سے.... چلی آرہی تھی۔ مچھلی کے تلے ہوئے قتلوں کی خوشبو.... مگر وہ یہ نہ سوچ سکا کہ یہی بو دریا کی روانی میں جاری و ساری ہے۔ اسی بو نے چاند ستاروں کو درخشانی عطا کی ہے.... بہارِ گل و لالہ میں اسی بو کی جھلکیاں ملتی ہیں.... یہ معدے کی بھوک کا معاملہ تھا اس لئے اُسے اس بو کے متعلق نادر ترین تشبیہات ڈھونڈنے کا ہوش نہیں تھا.... وہ اس بو سے خیالوں کے ایوان نہیں سجا سکتا تھا۔ اس بو کے لئے تو معدے کی آغوش وا ہو گئی تھی لہٰذا وہ اس بو کی خوشگوار بازگشت صرف ڈکاروں ہی میں محسوس کرنا چاہتا تھا۔ معدے کی بھوک آدمی کو شاعر کے بجائے جانور بناتی ہے اس لئے وہ اس سے از خود رفتہ ہو کر شعر نہیں کہتا بلکہ بلیوں کی طرح بے چین ہو کر اپنا آدمی پن بھی بھلا بیٹھا ہے۔

جب حمید کی سمجھ میں نہ آیا کہ بو کس طرف سے آرہی ہے تو وہ وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

دفعتاً اُسے ہیلی کوپٹر کی آواز سنائی دی جو دور سے آئی تھی۔ اُس نے سوچا ممکن ہے وہ ادھر ہی آرہا ہو اور وہیں لینڈ کرے جہاں اُسے لانے والے ہیلی کوپٹر نے لینڈ کیا تھا۔ وہ اٹھ کر بڑی تیزی سے بلندی پر چڑھنے لگا۔ جلد ہی ہیلی کوپٹر ٹھیک اُس کے سر پر چیخنے لگا۔ حمید نے یہی مناسب سمجھا کہ چھپ جائے کیونکہ یہ بھی ممکن تھا کہ لینڈ کرنے سے پہلے وہ نیچے سرچ لائٹ پھینک کر جگہ کا جائزہ لے۔ یہی ہوا۔ آس پاس کی چٹانیں روشنی میں نہا گئیں۔ حمید بدقت تمام خود کو ایک سائبان نما چٹان کے نیچے چھپا سکا۔ کچھ دیر بعد پھر سناٹا چھا گیا۔ ہیلی کوپٹر کی مشین بند کر دی گئی تھی۔

پھر حمید نے قدموں کی آوازیں سنیں جو آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھیں۔ قریب ہی گیدڑوں نے چیخنا شروع کر دیا۔ حمید چٹان کے نیچے سے کھسک کر کھلے میدان میں آگیا۔

وہ چٹان اب زیادہ دور نہیں تھی جہاں اُسے لانے والا ہیلی کوپٹر اُترا تھا۔ وہ اُس چٹان کی طرف آہستہ آہستہ رینگتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ہیلی کوپٹر خالی ملا تو اس سے بہتر موقع پھر کبھی نصیب نہ ہو سکے گا۔ وہ اُسے بہ آسانی پائیلٹ کرتا ہوا کسی طرف لے جا سکتا تھا۔

اُس کی رفتار تیز ہو گئی۔ مگر پھر اُس نے سوچا کہ اُسے جلد بازی سے کام نہ لینا چاہئے۔ وہ ایسی جگہ بس اتفاقاً ہی پہنچ گیا ہے جہاں ٹرین والے جرم کی تفتیش ہو سکتی ہے۔ وہ گومز جیسے مظلوم تصور

کر لایا گیا تھا یہاں حاکموں کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر اس کا مطلب تو یہ تھا کہ وہ یہاں اُن لوگوں کے درمیان تھا جو اُس کے اغواء کے ذمہ دار تھے۔

ہو سکتا تھا کہ یہاں سے چلے جانے کے بعد وہ دوبارہ اس مقام تک نہ پہنچ سکتا.... مگر....؟ اس سے پہلے ہی اُس کی روح عدم آباد میں پہنچ سکتی نہ درختوں کی جڑیں کھا کر زندہ رہ سکتا تھا اور نہ پھر چبا کر۔

اندھیرے میں ہیلی کوپٹر کا ہیولیٰ نظر آتے ہی وہ رک گیا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں پہلے ہیلی کوپٹر اترا تھا.... غالباً وہ صرف وہیں اتارے جاتے ہیں۔

ایک بار پھر حمید کا دل چاہا کہ اُسے لے اڑے.... لیکن وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ ویسے وہ اب بھی اُس کی طرف بڑھ ہی رہا تھا.... اُس نے ٹٹول کر پتھر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اٹھایا اور اسے ہیلی کوپٹر کی طرف پھینک دیا جس نے چٹان پر گر کر آواز پیدا کی۔ تھوڑے وقفے سے اُس نے پھر یہی حرکت دہرائی۔ دراصل وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ہیلی کوپٹر کے قریب کوئی موجود ہے یا نہیں۔

جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ آس پاس کوئی موجود نہیں ہے تو وہ بے دھڑک ہیلی کوپٹر کے قریب پہنچ گیا۔ جیب سے محدود روشنی والی ٹارچ نکالی اور ہیلی کوپٹر کے اندر روشنی کا ننھا سا دائرہ رینگنے لگا۔ لیکن جیسے ہی اُسے بید کے ایک باسکٹ میں براؤن روٹی کی جھلک دکھائی دی وہ سب کچھ پس پشت ڈال کر اسی پر ٹوٹ پڑا.... وہ کافی وزنی تھی.... اب حمید اُسے اٹھائے ہوئے اپنے غار کی طرف اڑا جا رہا تھا۔

لیکن اسے اتنا تو ہوش تھا ہی کہ غار میں داخل ہونے سے پہلے مطمئن ہونے کی کوشش کرتا۔ غار میں دو تین پتھر لڑھکانے کے بعد خود بھی اتر گیا۔

باسکٹ کا جائزہ لینے میں اُس نے بہت جلدی کی۔ اس باسکٹ میں اتنا کچھ تھا کہ کم از کم دو تین دن تو عیش اور بے فکری سے گذارے جا سکتے تھے۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ باسکٹ بھی اُسی بڑے سوراخ میں اتار دی گئی۔ اب وہ اتنا بے صبرا بھی نہیں تھا کہ ہر طرف سے مطمئن ہونے سے قبل ہی کھانے پر ٹوٹ پڑتا۔ اُس نے سوچا ممکن ہے کہ ہیلی کوپٹر والوں کو باسکٹ کے غائب ہونے کا علم اڑان سے پہلے ہی ہو جائے اور وہ چور کی تلاش میں اس غار کی طرف بھی آنکلیں۔

وہ پھر غار سے باہر آ گیا اور اسی جگہ جا چھپا جہاں سے اس نے گومز کو تین آدمیوں کے ساتھ
دیکھا تھا۔ مگر پھر اُس نے سوچا ممکن ہے وہ ہیلی کوپٹر رات بھر وہیں کھڑا رہے۔ اس پر آنے والے
شب بسری کے لئے یہاں آئے ہوں؟ لہٰذا ایسی صورت میں اندیشوں کو راہ دینا اپنی ہی زندگی
حرام کر لینے کے مترادف ہوگا۔

وہ واپسی کے لئے سوچ ہی رہا تھا کہ اسے پھر کئی قدموں کی آوازیں سنائی دیں، جو رفتہ رفتہ
قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی وہ کسی عورت کی بھی آواز سن رہا تھا، جو غیر معمولی
طور پر بلند تھی.... پھر وہ آواز بتدریج واضح ہوتی گئی۔ اب وہ اس کے جملوں کے مفہوم سمجھ رہا
تھا۔ شاید آنے والے ہیلی کوپٹر والی چٹان پر پہنچ چکے تھے۔ حمید نے ذرا سا سر ابھارا.... ہیلی کوپٹر
کے قریب تین سائے نظر آئے۔ عورت ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھی۔ "مجھے لے چلو! مجھے لے
چلو! میں یہاں نہیں رہنا چاہتی! نرلش تم ظالم ہو۔ میں نے تمہیں اس لئے نہیں چاہا تھا کہ دو
مردوں کی داشتہ بن جاؤں، مجھے یہاں سے لے چلو ورنہ میں خودکشی کر لوں گی۔"

"پاگل نہ بنو۔" کسی مرد کی آواز آئی۔ "یہاں سے نکلتے ہی تم حراست میں لے لی جاؤ گی۔ یہ کیوں
بھول جاتی ہو کہ تم اپنے چچا کے دس ہزار روپے اور چچی کا زیور لے کر گھر سے فرار ہوئیں تھیں۔"

"اس کا ذمہ دار کون تھا....؟" عورت پاگلوں کی طرح چیخی۔

"جس نے روپے اور زیورات چرائے تھے!" مرد کی آواز آئی۔

"لیکن ترغیب کس نے دی تھی۔ تجویز کس کی تھی۔"

"میں نے تو صرف تمہیں آزمایا تھا۔ جب تم یہ چوری کا مال لے کر آئیں تھیں اسی دن
میری نظروں میں گر گئی تھیں اور میں نے سوچا تھا کہ جو لڑکی اپنے محسن کی نہ ہوئی وہ میری کیا
ہوگی۔ تم نے اس چچا کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جس نے تمہیں پالا تھا اور اپنی بیٹیوں سے بھی زیادہ
عزیز رکھا تھا۔"

"مت بکواس کرو۔" وہ حلق کے بل چیخی۔ "میں تمہارے گھر نہیں گئی تھی یہ کہنے کہ مجھے
بھگا لے چلو....!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" مرد نے کہا۔

"تم کمینے ہو۔"

"اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔" ہنس کر کہا گیا تھا۔ پھر دوسری آواز آئی تھی۔ "پیچھے
ہٹ جاؤ ورنہ تمہارا ابھرتا بن جائے گا۔ اس کے بعد ہی ہیلی کوپٹر کی کریہہ آواز سناٹے کا سینہ چھلنی
کرنے لگی تھی۔

پھر حمید نے ہیلی کوپٹر کو بلند ہوتے دیکھا۔ چٹان پر صرف ایک سایہ رہ گیا۔

یہ غالباً وہی عورت تھی۔ ہیلی کوپٹر کافی بلندی پر پہنچنے کے بعد ایک جانب مڑنے لگا تھا۔

حمید چٹان کی اوٹ سے نکل کر اس چٹان کی طرف بڑھا اور جہاں عورت کی پرچھائیں اب
بھی نظر آ رہی تھی۔

"کون ہے۔" عورت نے کہا اور پیچھے کھسکنے لگی۔

"ڈرو نہیں....!" حمید آہستہ سے بولا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ ان لوگوں کی موت قریب ہے۔"

"تم کون ہو!"

"اس کی پرواہ نہ کرو.... میں تمہیں کھا نہ جاؤں گا۔" حمید نے کہا اور آگے بڑھ کر آہستہ
سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

کچھ دیر بعد وہ اُسے اپنے غار کی طرف لے جا رہا تھا۔ عورت کی رفتار بہت سست تھی اور اُس
کے انداز سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ اس سے بالکل ہی بے تعلق ہو۔

سانپ اور ڈھلان

غار میں پہنچ کر حمید نے ٹارچ روشن کی وہ اس عورت کی شکل دیکھنا چاہتا تھا خود اس پر جو اثر
ہوا ہو لیکن عورت تو اس کی شکل دیکھ کر لڑکھڑائی اور دھم سے زمین پر گر گئی۔ روشنی کا دائرہ اس
کے چہرے پر تھا اور وہ بیہوش ہو گئی تھی۔

یہ ایک غیر معمولی طور پر حسین عورت تھی۔ عمر بیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ جسم پر دیسی
ساخت کا لباس تھا۔ بال مغربی طرز پر بنائے گئے تھے۔

حمید اُسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا اور اسے اس میں جلد ہی کامیابی بھی
ہو گئی.... لیکن اس نے ٹارچ بھی فوراً ہی بجھا دی۔

"آپ.... کک.... کون ہیں۔" عورت نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"جنگل کا شہزادہ....!"

"لیکن آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"

"میں کسی سے کچھ نہیں چاہتا۔ میرا مشن تو یہ ہے کہ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کروں۔ اسی لئے میں کبھی کبھی عالم ارواح سے عالم آب وگل کی طرف بھی چلا آیا کرتا ہوں۔ تم مجھ سے بالکل نہ ڈرو۔ ابھی تم نے مجھے بھینس کے بچے کی شکل میں تو دیکھا ہی نہیں۔"

عورت کچھ نہ بولی۔ حمید کہتا رہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ یہ چور تم پر بے حد مظالم کررہے ہیں۔ لیکن تم مطمئن رہو۔ ان کی زندگی بہت تھوڑی ہے۔ یہ اپنی کمینگیوں سمیت ہمیشہ کے لئے فنا ہوجائیں گے۔"

"آپ وہ تو نہیں ہیں.... وہ....!"

"ہاں بہتیرے لوگ مجھے صرف 'وہ' کہتے ہیں! میرا کوئی نام نہیں ہے۔"

"میرا مطلب ہے جس نے ارجن کو قتل کردیا تھا۔"

"نہیں میں وہ نہیں ہوں۔ لیکن میں نے اُس کے قتل کا منظر ضرور دیکھا تھا.... ارے لڑکی میں جنگل کی روح ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے۔"

"کہاں چھپا ہوا ہے۔"

"لڑکی.... میں تمہیں بتادوں گا۔ تم جو اُن کی مٹھی میں ہو اور اپنی رہائی کے لئے انہیں اُس تک پہنچادوگی۔"

"نہیں بلکہ میں اُسے اُن تک پہنچادوں گی۔ وہ لوگ بہت زیادہ خائف ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ کوئی سرکاری جاسوس تھا۔"

"وہ ان کی موت ہے۔"

"میں اس زندگی سے تنگ آگئی ہوں۔"

"لیکن تم آئی کیوں تھیں اس زندگی کی طرف۔"

"میں نے ایک آدمی سے محبت کی تھی۔ اُس پر اعتماد کیا تھا۔"

"ایک ایسے آدمی پر جس سے صرف چند دنوں کی ملاقات تھی اور اُن کے اعتماد کے منہ پر

تھپڑ مار دیا جنہوں نے تمہاری پرورش کی تھی۔"

"میں پاگل ہوگئی تھی۔ اب میرے سینے کو چھلنی نہ کرو۔ میں شائد بہت جلد خودکشی کرلوں۔"

"یہ دوسری حماقت ہوگی۔"

"حماقت نہیں! خودکشی ہی میرے مسائل کا واحد حل ہے۔" عورت نے کہا۔ "اب میں اپنے آدمیوں میں بھی تو واپس نہیں جاسکتی۔ نریش نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ اپنی حالت درست کرنے کے لئے میرا لایا ہوا روپیہ اور زیور بزنس میں لگادے گا.... اور ایک دن میرے چچا کی ایک ایک پائی ادا کردینے کے قابل ہوجائے گا۔ مگر.... اُس کمینے نے مجھے بھی بزنس میں جھونک دیا۔ مجھے یہاں لے آیا اور میں ایک کتیا سے بھی بدتر ہوکر رہ گئی۔ میں نہیں جانتی کہ یہ لوگ یہاں کیوں رہتے ہیں ان کی تعداد کبھی دس ہوتی ہے اور کبھی سولہ اس وقت دس آدمی موجود ہیں اور میں ان میں تنہا ہوں.... کتیا سے بھی بدتر مجھے اُن کے لئے کھانا اور ناشتہ بھی تیار کرنا پڑتا ہے۔"

"تمہاری شکل ہی سے ظاہر ہے....؟" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "وہ لوگ کرتے کیا ہیں۔"

"یہ مجھے آج تک نہ معلوم ہوسکا۔ وہ لوگ صبح چلے جاتے ہیں پھر شام کو انکی واپسی ہوتی ہے۔"

"کیا جنگل سے باہر چلے جاتے ہیں۔"

"مجھے اسکا علم نہیں ہے لیکن قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنگل سے باہر نہیں جاتے۔ کیونکہ جنگل سے جانے کا واحد ذریعہ ہیلی کوپٹر ہے۔ اکثر ہیلی کوپٹر سرے سے آتا ہی نہیں۔"

"کیا تم رہا ہونا چاہتی ہو۔"

"ہاں میں رہا ہونا چاہتی ہوں۔ لیکن رہائی سے زیادہ مجھے اس کی خواہش ہے کہ میں اُن لوگوں کو خاک وخون میں لوٹتا دیکھوں۔"

"یہ بھی ممکن ہے۔ ممکن نہیں بلکہ یہ تو انکی تقدیر ہوچکی ہے۔ وہ اس سے نہ بچ سکیں گے۔"

"خدارا بتادیجئے کہ آپ کون ہیں۔"

"کیا ابھی جو کچھ بتایا ہے اُس پر تم مطمئن نہیں ہو۔"

"مجھے عالم ارواح پر یقین نہیں ہے۔"

"تمہارے یقین کرنے یا نہ کرنے سے کیا فرق پڑ سکتا ہے۔"

"اگر تم کل تک مجھے ان لوگوں کی مشغولیات کے متعلق کچھ بتا سکو تو بہتر ہے۔"

"کوشش کروں گی! مگر اب مجھے جانا چاہئے۔"

"تمہاری محنت اور جانفشانی ہی پر تمہاری رہائی کا دارومدار ہو سکتا ہے۔ اسے یاد رکھنا ورنہ میں تو ویسے بھی اس پوری ٹیم کو ہر وقت تباہ کر سکتا ہوں۔"

"میں کوشش کروں گی۔" عورت نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا اور غار سے باہر نکل گئی۔

حمید کیسے نچلا بیٹھ سکتا تھا۔ یہی تو وقت تھا جب وہ اُن لوگوں کی کمین گاہ کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو سکتا۔ وہ چھپتا چھپاتا عورت کا تعاقب کرتا رہا۔

پھر اُسے ایک جگہ روشنی نظر آئی جسے وہ پہلے کوئی معنی نہ پہنا سکا تھا لیکن پھر جلد ہی تہہ تک پہنچ گیا۔ یہ لکڑی کے ایک بہت بڑے جھونپڑی نما مکان کی ایک روشن کھڑکی تھی۔

لڑکی مکان میں داخل ہو گئی اور حمید چپ چاپ پلٹ آیا۔ کیونکہ وہ معاملات کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ہی کچھ کرنا چاہتا تھا۔

اپنے غار میں پہنچ کر اُس نے باسکٹ نکالی.... اور بالکل بندروں کے سے انداز میں پایوں سینڈوچ اڑاتا رہا۔ ذرا ذرا سی آواز پر چونک کر وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگتا.... بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی جانور دوسرے جانوروں کے خوف سے کسی گوشے میں چھپ کر اپنا شکار ہضم کر رہا ہو۔ لیکن اس خدشے میں مبتلا ہو کر دوسرے بھی کسی لمحے زبردستی اس کے شریک بن جائیں گے۔

اچانک وہ کسی جانور ہی کی طرح بھڑک گیا۔ کیونکہ ایک بار پھر وہ کسی ہیلی کوپٹر کی آواز سن رہا تھا۔ وہ اس وقت غار کے دہانے کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس لئے دور کی آواز بھی اُسے بروقت سنائی دے گئی تھی۔ شاید ہیلی کوپٹر بھی واپس آ رہا تھا.... اتنی جلدی واپسی کا مطلب تو یہی تھا کہ باسکٹ کے غائب ہو جانے کی ہی بناء پر واپس آیا ہے.... ہو سکتا ہے یہ بات نہ بھی رہی ہو۔ لیکن حمید کے ذہن میں قدرتی طور پر یہی سوال پیدا ہو سکتا تھا۔

پھر ساتھ ہی اس نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے انہوں نے سوچا ہو کہ وہ قریب ہی کہیں چھپا ہو گا ورنہ باسکٹ اتنی جلدی کیسے غائب ہو جاتی۔

اُس نے بڑی تیزی سے باسکٹ پھر اُسی سوراخ میں چھپا دی اور غار سے باہر نکل آیا۔ ہیلی وپٹر قریب آ چکا تھا اور اب نیچے اتر رہا تھا۔ اس بار پھر آس پاس کی چٹانیں روشن ہو گئیں۔

حمید چٹانوں کی اوٹ لیتا ہوا دور نکل جانے کی فکر میں تھا۔ "مگر ایک بار وہ روشنی میں آ ہی گیا ر اوپر سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔ شاید اُنکے پاس کوئی ہلکی مشین گن بھی تھی۔ نشانہ خالی گیا۔

حمید زمین سے چپک گیا! اب وہ اندھیرے میں تھا۔ لیکن اس کے خیال کے مطابق ہیلی کوپٹر نے اوپر چکر لگانے شروع کر دیئے تھے اور تیز روشنی چاروں طرف چکراتی پھر رہی تھی۔ وہ اس لی سی دراڑ میں اترتا چلا گیا جو اُس کے نیچے تھی۔

لیکن پھر وہ رک گیا۔ پتہ نہیں اگلا قدم اندھیرے میں کہاں لے جائے۔ بہر حال اب وہ لیوں سے محفوظ ہو ہی گیا تھا۔ اس وقت اس کے جسم پر لبادہ نہیں تھا۔ اس لئے وہ بہت تیزی ے حرکت کر سکتا تھا۔ ٹوپی بھی غار ہی میں چھوڑ آیا تھا۔

ہیلی کوپٹر کی آواز تھوڑی دیر تک سنائی دیتی رہی پھر سناٹا چھا گیا۔ غالباً اُسے زمین پر اتار دیا گیا تھا.... اچانک حمید نے سیٹی کی آواز سنی۔ آواز میں تواتر نہیں تھا بلکہ وہ کسی قسم کے اشارے ہی علوم ہوتے تھے۔ شاید وہ اپنے سارے آدمیوں کو وہیں اکٹھا کرنا چاہتے تھے۔

حمید نے جیب سے محدود روشنی والی ٹارچ نکالی اور اس دراڑ کا جائزہ لینے لگا۔ لیکن دوسرے نا لمحے میں اُسے اپنا شجرہ نسب یاد آ گیا کیونکہ اُس سے تقریباً تین فٹ نیچے ایک بہت بڑا سانپ ینگ رہا تھا۔ روشنی پڑتے ہی وہ آدھے دھڑ سے اٹھ گیا۔ حمید بڑی تیزی سے پیچھے کھسکا اور پھر کھسکتا ہی چلا گیا۔ کیونکہ کھسکنے میں اس کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ پھر پھسلا اور وہ دوسری جانب معلوم گہرائیوں کی طرف لڑھکتا چلا گیا.... مگر ڈھلان ایسی نہیں تھی کہ لڑھکنے کی رفتار بہت تیز ہوتی۔ چھوٹی ٹارچ اب بھی اُس کے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی.... دفعتاً ایک ابھرے ہوئے پتھر پر اُس کا بایاں ہاتھ پڑا اور اُس نے اُسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔

جسم میں لگنے والا جھٹکا شدید تھا۔ مگر اُس نے اُس پتھر کو نہ چھوڑا، پھر اُس کے پیر بھی ایک جگہ ٹک گئے۔ اُس نے داہنے ہاتھ میں دبی ہوئی ننھی ٹارچ دانتوں میں دبائی اور داہنا ہاتھ بھی اُس پتھر پر جا ٹکا۔ اس طرح اُسے دم لینے کا موقع مل گیا۔ اس کا سینہ لوہار کی دھونکنی کی طرح چل رہا تھا کنپٹیاں سنسنا رہی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ اسی طرح کھڑا رہا پھر داہنے ہاتھ سے پتھر چھوڑ کر ٹارچ

سنبھالی.... روشنی کا دائرہ نیچے رینگ گیا اور حمید نے ایک طویل سانس لی۔ جسے اطمینان کی
سانس کہنا چاہئے کیونکہ اس کے پیروں کے نیچے کچھ دور تک سطح زمین تھی۔ اُس نے بائیں ہاتھ
سے بھی پتھر چھوڑ دیا اور وہیں بیٹھ کر بڑبڑانے لگا۔ "ضروری نہیں ہے کہ یہاں کوئی
گذر ہو سکے! مجھ سے بڑی غلطی ہوئی.... ہیلی کوپٹر لے کر نکل جانا چاہئے تھا۔ ان جنگلوں سے نکل
کر کسی طرف بھی چلا جاتا۔"

اُس نے ٹارچ کی روشنی اوپر ڈالی اور اُس کا دم ہی نکل کر رہ گیا۔ اب اُس کے فرشتے بھی اوپر
تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے جہاں سے لڑھکتا ہوا وہ نیچے آیا تھا۔

"اب سامان اور کھانے سے بھی گئے۔" وہ پیشانی پر ہاتھ مار کر بڑبڑایا۔

یہاں سے آسمان نہیں نظر آرہا تھا۔ گویا یہ بھی ایک بہت بڑا غار تھا۔ حمید نے آگے کو جھک
کر نیچے روشنی ڈالی.... لیکن یہ بھی ایک خطرناک ڈھلان تھی اور ٹارچ کا محدود فوکس اندھیرے
میں جھولتا رہ گیا تھا۔ حمید نے دانت بھینچ کر ایک سسکی سی لی اور پھر بڑبڑانے لگا۔ "اگر مجھے
وقت کچھ مرکی انگریزی یاد آجائے تو میں خود کو ساری دنیا کا بادشاہ تصور کرلوں گا۔"

اس نے سیدھے کھڑے ہو کر دائیں اور بائیں بھی ٹارچ لہرائی لیکن بوکھلاہٹ میں نہ سمجھ سکا
کہ اس نے ٹارچ کیوں لہرائی تھی اور اس کی روشنی میں کیا دیکھا تھا۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اب یہی غار اُس کا مقبرہ بن جائے گا

وہ اُسی طرح سر پکڑے بیٹھا رہا۔ دفعتاً کچھ دیر بعد اُسے ایک آواز سنائی دی۔ جو اوپر سے
آئی تھی کوئی کہہ رہا تھا۔ "میں نے صاف دیکھا تھا وہ اُسی دراڑ میں دبک گیا تھا۔"

"تب پھر....!" دوسری آواز آئی۔ "اگر اُس نے ادھر اترنے کی کوشش کی ہوگی تو
دوسری ہی دنیا میں اس سے ملاقات کریں گے۔"

"ہوسکتا ہے وہ اُس وقت یہاں سے نکل گیا ہو۔ جب میں ہیلی کوپٹر لینڈ کر رہا تھا۔"

حمید کا ہاتھ ریوالور کے دستے پر تھا۔ لیکن پھر اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ حمید جہاں تھا
بیٹھا رہا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔ ہیلی کوپٹر کی آواز ہی پر غار
سے نکل بھاگنا ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ اسے کم از کم ہیلی کوپٹر کے اترنے کا انتظار کرنا چاہئے تھا

اُس نے کلائی کی گھڑی دیکھی گیارہ بج رہے تھے جس وقت وہ غار سے نکل بھاگا تھا

محسوس ہوا تھا کہ وہ حلق تک ٹھونس چکا ہے مگر اب پھر ویسی ہی کیفیت طاری ہونے لگی تھی جیسے
ازل ہی سے بھوکا ہو۔ اُس نے ایک طویل سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

ہمدرد لڑکی

نیند کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ پھانسی کے تختے پر بھی آجاتی ہے۔ مگر کیپٹن حمید اس سے
بھی آگے بڑھ گیا تھا۔ اُس کا قول تھا کہ نیند ایک ایسی مونث ہے جسے شریک حیات ہی نہیں بلکہ
شریک ممات بھی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہ قبر میں بھی ساتھ نہیں چھوڑتی۔

لہٰذا جب اُس کے ہوش میں آنے کی دوسری قسط شروع ہوئی تو کلائی کی گھڑی نے بتایا کہ وہ
بارہ بجے رات سے آٹھ بجے تک خراٹے لیتا رہا تھا۔ نہ اوڑھنا تھا اور نہ بچھونا.... تھکن ہی سامان
بستر بن گئی تھی، اور اس نے گھوڑے کیا گدھے تک بیچ ڈالے تھے۔

مگر وہاں اتنا اندھیرا تھا کہ آٹھ بجے صبح بھی اُسے ٹارچ روشن کر کے وقت دیکھنا پڑا.... اس
نے جیکٹ کی اندرونی جیب سے تمباکو کی چھوٹی پاؤچ نکالی اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

اُسے بڑی حیرت تھی کہ آخر وہ اتنا مطمئن کیوں ہے۔ اُس نے اپنے ذہن کو خوب ٹٹولا
لیکن اس اطمینان کی وجہ سمجھ میں نہ آسکی۔

وہ سوچنے لگا کیا مایوسی کی انتہا نے اس کا دماغ ماؤف کر دیا ہے کیا وہ اُس ذہنی اسٹیج پر پہنچ گیا ہے
جہاں کسی چیز کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی اور وہ مایوسی کی انتہا ہو جانے پر پاگل پن ہی کا اسٹیج ہوتا
ہے۔ کچھ دیر تک وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا پھر خیال آیا کہ اگر وہ پاگل ہی ہو گیا تھا تو اتنی
عقلمندی کی باتیں کیسے سوچ رہا تھا۔

وہ یک بیک اٹھ گیا اس طرح بیٹھے رہنا اُس وقت یقیناً حق بجانب ہوتا جب مایوسیاں اس کے
ذہن میں جڑ پکڑ لیتیں۔ مگر مایوسیوں کا تو دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

اُس نے ایک بار پھر ٹارچ کی روشنی میں گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ بائیں جانب کی چڑھائی پر اسے
اس کے امکانات نظر آئے کہ اگر وہ کوشش کرے تو اُس جگہ پہنچ سکتا ہے جہاں سے پچھلی رات
اُس کا پیر پھسل گیا تھا۔

اُس نے پھر ہمت کی اور بائیں جانب والی چڑھائی پر قسمت آزمائی کرنے لگا اور پھر اوپر پہنچ
اُس کا دل چاہا کہ پاگلوں کی طرح قہقہے لگانا شروع کر دے۔ کیونکہ بس ایک ہی جست اُسے
دراڑ میں لے جاسکتی تھی جس سے پھسل کر وہ نیچے چلا آیا تھا۔

خوشی کے مارے وہ تھوڑا سا نروس بھی ہو گیا تھا لہٰذا اُس نے جلد بازی سے کام نہیں
ہو سکتا تھا کہ اندازے کی غلطی سے اس کی چھلانگ اُسے عدم آباد ہی کی طرف لے جاتی
چھلانگ لگانے میں احتیاط کی ضرورت تھی کیونکہ ذرا ہی سی لغزش اُسے پھر نیچے لے آتی.....

کچھ دیر بعد اس نے چھلانگ لگائی اور ٹھیک اُسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے پھسلا تھا.... دن کا
نظر آتے ہی جان میں جان آئی۔

لیکن وہ دراڑ سے فوراً ہی باہر نکل آنے کی ہمت نہ کر سکا۔ دفعتاً اُس کی نظر کاغذ کے ا
بڑے ٹکڑے پر پڑی، جو ایک پتھر کے نیچے دبا ہوا تھا۔ کاغذ شفاف تھا اس لئے اُس کی طرف ا
مبذول ہونا ضروری تھا۔ حمید نے اُسے اٹھا لیا.... اس پر پنسل سے تحریر تھا۔

"اگر تم زندہ ہو تو اُسی غار میں میرا انتظار کرو جہاں پچھلی رات مجھے لے گئے تھے۔ اس
وقت میدان صاف ہے۔ وہ لوگ موجود نہیں ہیں۔ تم بہ آسانی اُس غار تک پہنچ سکو
گے۔ اب تو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ تم وہی ہو جس کی انہیں تلاش
تھی....
وہی مظلوم"

حمید نے پرچہ جیب میں رکھ لیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس تحریر پر اعتماد کرے یا نہ کرے۔ ہو
ہے یہ بھی اُن لوگوں کی دور اندیشی ہی ہو مگر آخر وہ.... کب تک یہاں اس تنگ سی دراڑ میں
رہے گا۔ اُسے ہر حال میں اب باہر نکلنا چاہئے اور پھر یہ اس کے لئے کوئی نیا تجربہ بھی نہ ہو
اس سے پہلے بھی کئی بار متعدد آدمیوں سے تنہا نپٹ چکا تھا۔ آخری کارتوس تک شاید ایک پو
فوج بھی اس پر قابو نہ پاسکتی کیونکہ وہ بہرحال کرنل فریدی کا شاگرد تھا اور اچھی طرح جانتا تھا
اکیلے آدمی کو کس تدبیر سے دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

وہ دراڑ سے نکل آیا اور بہت تیزی سے اسی غار کی طرف چل پڑا جہاں اس کا سامان تھا
غار میں قدم رکھتے ہی اُس تحریر کی تصدیق ہو گئی۔ وہ لڑکی غار میں موجود تھی۔ حمید کو دیکھ کر ا
کی طرف جھپٹی۔

"اوہ.... تم زندہ ہو۔" وہ پُر مسرت لہجے میں بولی۔ "میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ تم زندہ ہو، کوئی بار بار کہہ رہا تھا کہ وہ تم پر قابو نہ پاسکیں گے۔"

"مگر میں کیسے یقین کر لوں کہ تم سے ملاقات ہو جانے کے بعد بھی زندہ رہوں گا۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب ظاہر ہے۔ مجھے اب تک درجنوں لڑکیاں دھوکا دے چکی ہیں۔"

"اوہ....!" وہ مسکرائی۔ "کیا لڑکیاں بے خوف ہو کر تمہارے قریب آتی ہیں۔"

اس جملے پر حمید کو یاد آیا کہ وہ ایک خوفناک شکل رکھنے والے آدمی کے میک اپ میں ہے۔

"ارے.... وہ تو مجھے بالکل اُلو سمجھتی ہیں۔ پھر اُلو سے وہ کیوں خوف کھانے لگیں۔"

"کچھ بھی ہو مجھے یقین ہے کہ تم اس گروہ کا خاتمہ کر دو گے۔"

"یقین کی وجہ....!"

"تمہاری وجہ سے وہ لوگ بہت پریشان تھے۔ اُن میں سے بعض کو یقین ہو گیا ہے کہ تم اس دراڑ والی تاریک ڈھلان پر پھسل کر نامعلوم گہرائیوں میں جا سوئے ہو۔ بعض کا کہنا ہے کہ تم پھر دھوکہ دے کر کسی طرف نکل گئے ہو اور اب بھی محفوظ ہو۔"

"ٹھہرو....!" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں بہت بھوکا ہوں۔"

"چلو.... میں تمہیں کھلاؤں گی۔ اس وقت وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔"

"میں بالکل ہی مفلس نہیں ہوں۔" حمید نے مسکرا کر اپنی بائیں آنکھ دبائی اور اس سوراخ کے دہانے سے پتھر ہٹانے لگا جس کے اندر اس کا سامان رکھا ہوا تھا۔

اس نے باسکٹ نکالی.... اور بچی کھچی چیزوں پر ٹوٹ پڑا.... "ارے بس پھینکو بھی۔" لڑکی نے ہنس کر کہا۔ "شاید یہ وہی باسکٹ ہے جس کی بدولت پچھلی رات اتنا ہنگامہ ہوا تھا۔"

"ہاں وہی ہے۔ اب یہاں آ پھنسا ہوں تو کیا پتھر چباؤں گا.... مگر دیکھو ان لوگوں کو یہ ہوائی فوج کا ہیلی کوپٹر کہاں سے مل گیا ہے۔"

"پتہ نہیں! مجھے خود بھی حیرت ہے۔"

"کیا زلیش اُسی آدمی کا نام ہے جو ہیلی کوپٹر کو پائیلٹ کرتا ہے۔"

"نہیں.... وہ دوسرا آدمی ہے۔ میں اس کا نام نہیں جانتی لیکن میں بھی اسی ہیلی کوپٹر کے

ذریعہ یہاں تک پہنچی تھی۔ لونی ہاٹ تک نریش مجھے ٹرین سے لایا تھا اور پھر وہاں سے ہیلی کوپٹر
تھا۔ گومز کے علاوہ اور سارے آدمی ہیلی کوپٹر ہی کے ذریعے یہاں تک آتے ہیں اور یہاں سے
باہر جاتے ہیں۔ لیکن گومز کو میں نے کبھی ہیلی کوپٹر سے نہیں جاتے دیکھا۔"

"لیکن وہ یقینی طور پر باہر جاتا ہوگا۔"

"یقیناً جاتا ہے.... لیکن راستہ اس نے آج تک کسی کو بھی نہیں بتایا۔"

حمید کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "تم نے لکھا تھا کہ میدان صاف ہے میں اسکا مطلب نہیں سمجھا"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ لکڑی کا مکان اس وقت بالکل خالی پڑا ہے۔"

"بقیہ لوگ کہاں گئے۔"

"پتہ نہیں....!"

"ہو سکتا ہے کہ وہ اُسی راستے سے باہر گئے ہوں جس سے گومز....!"

"نہیں گومز والا راستہ کوئی بھی نہیں جانتا۔"

"وثوق کے ساتھ نہ کہو.... تم کیا جانو۔"

"میں جانتی ہوں۔ انہیں گومز سے صرف اس بات کی شکایت ہے کہ وہ کلی طور پر انہیں
قابل اعتماد نہیں سمجھتا۔ اگر سمجھتا ہوتا تو انہیں اُس راستے کے متعلق ضرور بتاتا۔"

"تو یہ گومز ہی ان لوگوں کا باس ہے۔"

"ہاں.... وہ اس سے اسی طرح کانپتے ہیں جیسے بکریاں شیر سے۔"

"مگر مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے اس ویرانے میں کیوں ڈیرا ڈال رکھا ہے۔"

"یہ تو خصوصیت سے مجھے نہیں معلوم ہو سکا۔"

"پھر تم اُن کے بارے میں کیا جانتی ہو۔"

"اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ میں اُن سبھوں کی داشتہ ہوں اور اُن کے لئے باورچن کے
فرائض انجام دیتی ہوں۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ اس وقت یہ لوگ جنگل سے باہر نہیں گئے۔"

"مجھے یقین ہے۔"

"گومز بھی اُن کے ساتھ تھا۔"

"ہاں وہ بھی تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اُس نے اُس راستے تک ان کی رہنمائی نہ کی ہوگی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ پھر کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ لڑکی اُسے باسی روٹی کے ٹکڑے چباتے دیکھتی رہی۔

"میں نے کل سے نہ تو پانی پیا ہے اور نہ چائے.... چائے کا تو خیر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"یہ سب کچھ تمہیں مل سکتا ہے۔ بشرطیکہ تم مجھ پر اعتماد کرو۔"

"کیسے....!"

"میرے ساتھ چلو.... میں تمہیں لکڑی کے مکان کے قریب ہی کہیں چھپا دوں گی اور
تمہیں بھوکوں بھی نہیں مرنا پڑے گا۔"

"آخر تم مجھ پر اتنی مہربان کیوں ہو گئی ہو۔"

"کیونکہ میری ہی طرح تم بھی مظلوم ہو۔ لیکن میں تمہاری طرح ابھی تک ایک کو بھی قتل
نہیں کر سکی۔ ویسے اگر مجھے کہیں سے زہر مل جائے تو میں ایک ہی وقت میں ان سب کا خاتمہ
کر سکتی ہوں۔"

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اچھا تو پھر میں تمہارے ساتھ کب چلوں۔"

"ابھی اور اسی وقت ورنہ اگر وہ واپس آ گئے تو پھر کچھ نہ کر سکیں گے۔"

حمید نے جو شکم سیر ہو چکا تھا باسکٹ پھر اسی سوراخ میں رکھ کر دہانے پر پتھر رکھ دیا.... اور
کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"کیا واقعی میری صورت خوفناک ہے؟"

"بہت زیادہ....!"

"اچھی بات ہے تو پھر میں ابھی منٹوں میں شہزادہ گلفام کی شکل اختیار کئے لیتا ہوں۔"

"مذاق میں وقت نہ برباد کرو۔"

"ارے تمہیں یقین نہیں آتا کس طرح سمجھاؤں کہ میں جنگل کی روح ہوں اور ہر وقت اپنی
شکل تبدیل کر سکتا ہوں۔ کہو تو کتا بن کر تمہارے پیچھے دم ہلاتا پھروں۔"

"نہیں شکریہ! مجھے کتوں سے بڑی نفرت ہے۔" لڑکی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"اوہو.... تم مذاق سمجھتی ہو۔ خیر میں تمہیں دکھائے دیتا ہوں۔"

اُس نے پھر سوراخ کے دہانے سے پتھر ہٹا کر اپنا سوٹ کیس نکالا.... دوسرے لمحے میں

لکوئیڈ ایمونیا کی بوتل سوٹ کیس سے برآمد ہوئی۔

"اب شراب بھی پیوٗ گے....!" لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ شراب نہیں جادو کا پانی ہے جو مجھے میری چچی فریدن پری نے دیا تھا۔ یہ پتھروں کے دیس کوہ قاف کی ملکہ سنکستان ہیں۔ اتنا اچھا گاتی ہیں کہ بس.... خدا نے چاہا تو یہاں بھی قوالی کریں گی۔"

حمید بکتا اور چہرے پر ایمونیا کے چھینٹے دیتا رہا۔ پھر تولیا نکال کر چہرہ رگڑنے لگا۔ میک اپ کا رنگ و روغن دیکھتے ہی دیکھتے صاف ہو گیا۔

لڑکی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ لیکن پھر اُس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"اوہ.... تم سچ مچ کوئی سراغ رساں ہی ہو۔" اُس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"چلو یہی سمجھ لو.... اب دیکھنا ہے کہ تم میرے لئے کیا کر سکتی ہو۔"

"جتنا بھی امکان میں ہو گا اُس سے کوتاہی نہ کروں گی.... مگر اب تم بھی دیر نہ کرو۔"

کچھ دیر بعد وہ غار سے نکل آئے۔

خونی ہنگامہ

حمید تین دن تک لکڑی کے مکان کے اوپر والے ایک غار میں چھپا رہا اور اسے ایک وقت بھی فاقہ نہیں کرنا پڑا۔ لڑکی برابر اسے کھانا پہنچاتی رہی تھی۔

اب حمید کو الجھن ہونے لگی کہ آخر وہ کب تک یونہی چھپا بیٹھا رہے گا۔ اُس نے دو دن متواتر کوشش کی تھی کہ اُن لوگوں کا تعاقب کر کے دیکھے کہ وہ کہاں جایا کرتے ہیں لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ کافی چالاک واقع ہوئے تھے.... اُن میں سے ایک بھی غافل نہیں ہوتا تھا.... غالبًا انہیں اُس لڑکی کی طرف سے خدشہ تھا کہ کہیں وہ کسی دن ان کا تعاقب نہ کر بیٹھے.... حمید نے یہی اندازہ لگایا تھا۔

آج بھی وہ اُن لوگوں کا تعاقب نہیں کر سکا تھا۔

وہ اسے بھی حماقت ہی سمجھتا تھا کہ یہاں اُن لوگوں کے قیام کی وجہ معلوم کئے بغیر کوئی

دانی کر بیٹھتا۔

لڑکی الگ بور ہو رہی تھی۔ ہر وقت اُسے ٹوکتی رہتی کہ اب تک وہ کچھ نہیں کر سکا۔

"میں اپنا سر تو پھوڑ ہی سکتا ہوں۔" حمید کہتا۔ "مگر ابھی اس کا وقت بھی نہیں آیا۔"

آج بھی وہ لوگ غائب تھے۔ لڑکی دوپہر کا کھانا لائی۔

"تم زندگی بھر اسی طرح یہیں پڑے رہو گے۔ لیکن کچھ نہ کر سکو گے۔ اسے لکھ لو۔"

"مجھے صرف گومز کی واپسی کا انتظار ہے۔" حمید نے جواب دیا۔

"اُس کی موجودگی میں تم کیا کرو گے.... وہ ان سبھوں سے زیادہ چالاک ہے۔"

"میں بھی اُسی آدمی پر ہاتھ ڈالنے کا عادی ہوں جو سب سے زیادہ چالاک ہو۔"

"وہ تین دن سے یہاں نہیں ہے.... اکثر پورا پورا ہفتہ گذر جاتا ہے۔"

"تم اُس کے متعلق اور کیا جانتی ہو۔"

"میں اُس کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"اور تمہارا وہ آدمی نریش بھی اُن لوگوں میں موجود ہے یا نہیں۔"

"وہ یہاں نہیں رہتا۔ کبھی کبھی ہیلی کوپٹر سے آجاتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ دو دن سے ہیلی کوپٹر بھی نہیں آیا۔"

"جب اس کی ضرورت ہوتی ہے تب ہی آتا ہے۔"

"تم ہیلی کوپٹر کے پائیلٹ پر ڈورے کیوں نہیں ڈالتیں۔"

"مجھے یہ فن نہیں آتا۔" لڑکی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"تب پھر اس طرح.... نہیں ٹھہرو.... ایک تدبیر ہے میرے ذہن میں۔ میں آج رات اُن میں سے ایک کو باندھ کر یہاں سے اٹھالے جاؤں.... مرمت کروں اور یہ اُگلوالوں کہ یہاں ان کے قیام کا مقصد کیا ہے۔"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ دو آدمی رات بھر جاگ کر پہرہ دیا کرتے ہیں۔"

"پہرہ....!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "بھلا یہاں پہرے کی کیا ضرورت ہے۔ کسے کیا پڑی ہے کہ ادھر کا رخ ہی کرے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہاں بھی انہیں کسی کی طرف سے خدشہ لاحق ہے ورنہ وہ کیوں لاتنی

احتیاط برتتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے اُن کا کوئی دشمن ہر وقت سر پر سوار رہتا ہو۔

حمید کچھ سوچنے لگا۔ دفعتاً اُسے یاد آیا کہ اسی دوران میں یہاں گولیاں بھی چلی تھیں جن کے متعلق راجن نے بتایا تھا۔

"کیا یہ لوگ آپس میں لڑ بھی جاتے ہیں۔"

"نہیں! گومز کے سامنے کوئی دم مارنے کی بھی مجال نہیں رکھتا۔"

"اکثر گولیاں تو چلتی رہتی ہیں ادھر.....!"

"اوہ.... وہ ان کے کوئی دشمن ہیں۔" لڑکی نے کہا۔ "وہ جب ادھر آنا چاہتے ہیں تو خوب گولیاں چلتی ہیں۔"

"وہ دشمن کون ہیں؟"

"پتہ لگاؤ نا.....!" لڑکی جھلا گئی۔ "تم تو سراغ رساں ہو۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ یہ ایک نئی بات معلوم ہوئی تھی۔ ان لوگوں کے کچھ دشمن بھی ہیں اور یہ دشمنی اس حد تک ہے کہ آپس میں گولیاں تک چل جاتی ہیں۔

وہ سوچتا ہی رہ گیا اور لڑکی چلی گئی۔ مسئلہ واقعی ٹیڑھا تھا۔ آخر اُسے کیا کرنا چاہئے؟ وہ سوچتا رہا مگر کوئی راہ نہ نکال سکا۔

اُسی رات کو وہ لڑکی کا انتظار کر رہا تھا کہ یک بیک اُس نے شور سنا۔ فائروں کی آوازیں آئیں لیکن وہ دل پر جبر کئے ہوئے جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ غار کے دہانے کے قریب کھسک آیا۔ شور بڑھتا جا رہا تھا۔ گولیاں برابر چل رہی تھیں۔

دفعتاً اُس نے قریب ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں، جو غار ہی کی طرف بڑھی آ رہی تھیں حمید ہولسٹر سے ریوالور نکالتا ہوا ایک طرف ہٹ گیا۔ آنے والا تیر کی طرح غار میں آیا لیکن قبل اس کے کہ حمید کوئی کارروائی کرتا آنے والے نے آہستہ سے مخاطب کیا۔ یہ اس لڑکی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"کیا بات ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"دشمنوں نے حملہ کر دیا تھا اور آج شاید وہ بڑھتے آ رہے ہیں۔"

"گڈ.....!" حمید نے چٹکی بجائی۔

"اب آؤ ہم تم اُس طرف نکل چلیں جہاں یہ لوگ جایا کرتے ہیں۔"

"کیا تم نے پتہ لگا لیا ہے۔"

"نہیں سمت تو معلوم ہی ہے۔ ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"میں کسی قسم کا خطرہ مول لینے پر تیار نہیں ہوں۔"

"نہیں تمہیں خطرہ نہیں مول لینا پڑے گا۔ میں خرید دوں گا بے فکر رہو۔"

"فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے میرے پاس۔ میں تو اس وقت صرف اس لئے آئی تھی کہ تمہیں خطرے سے آگاہ کر دوں۔"

"اچھی بات ہے۔" حمید نے ایک طویل سانس لی اور پھر سنبھل کر بولا۔ "آخر یہ حملہ آور کدھر سے آتے ہیں۔"

"اس کا علم تو شاید گومز کو بھی نہ ہو۔"

"ارے.... میں تو تنگ آ گیا ہوں تم سے.... نہ تمہیں خود کسی بات کا علم رہتا ہے اور نہ تم دوسروں ہی کو باخبر رہنے دیتی ہو۔ کبھی تو کم از کم دوسروں ہی کے متعلق کہہ دیا کرو کہ فلاں کو فلاں بات کا علم ضرور ہوگا۔ پتہ نہیں تم کیا پکا کر کھاتی ہو۔"

"تم باتیں بنانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔" لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لیکن تم سے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

یک بیک ہیلی کوپٹر کی آواز سے جنگل گونج اٹھا۔

"ارے....!" حمید نے چونک کر آواز کی طرف کان لگا دیئے پھر بولا۔ "یہ ایک مشین کی آواز نہیں معلوم ہوتی۔ کئی ہیں۔"

"لیکن میں نے ایک سے زیادہ آج تک نہیں دیکھا۔" لڑکی نے کہا۔

"وہی! اپنی بیوی بچوں سمیت آیا ہوگا۔" حمید نے کہا اور یک بیک اچھل پڑا۔ "ارے.... یہ فائرنگ.... میرا مطلب ہے یہ فائرنگ ہیلی کوپٹر ہی سے ہو رہی ہے۔ مشین گنیں۔"

"مشین گنیں.....!" وہ خالی الذہنی کے سے انداز میں بڑبڑائی۔

"اب ہمت ہو تو نکل جاؤ باہر.... میرا خیال ہے کہ فی الحال ان کا کوئی ٹارگٹ نہیں ہے۔ وہ

یونہی چاروں طرف گولیاں برساتے پھر رہے ہیں۔"

"کون ہو سکتے ہیں؟"

"دشمن....!" حمید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"مگر اس سے پہلے کبھی اُن کے ساتھ کوئی ہیلی کوپٹر نہیں تھا۔"

"ہو سکتا ہے وہ بھی ایئر فورس کے کچھ آدمیوں کو پھانسنے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔"

"پھر اب کیا ہوگا.... تم بھی تو خطرے میں ہو۔"

"میں ہر وقت خطرے میں رہتا ہوں۔ تم فی الحال صرف اپنے متعلق سوچو۔"

تیز قسم کی روشنی دہانے سے غار میں داخل ہو کر چکرائی اور ہیلی کوپٹر کی چنگھاڑوں کے درمیان مشین گنوں کے قہقہے سنائی دیئے۔

"میگزین برباد کر رہے ہیں یہ لوگ.... انہیں چاہئے کہ سرچ لائٹ سے ٹارگٹ تلاش کریں۔"

"ٹارگٹ کسے بنائیں گے۔"

"ان مشینوں سے زیادہ تو تم کان کھا رہی ہو۔"

"یہ ہمیں مار ڈالیں گے۔ اب میں کیا کروں....!" وہ رو دینے والی آواز میں بولی۔

"پرواہ نہ کرو....!"

"تم خاموش رہو۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ ہیلی کوپٹر چنگھاڑتے ہوئے دور نکل گئے تھے یا پھر ایک ایک کر کے لینڈ کر رہے تھے۔ فائروں کی آوازیں اب نہیں آ رہی تھیں۔

"کیوں.... کیا خیال ہے نکلو گی باہر....!" حمید نے کہا۔ لیکن پھر فوراً ہی خاموش ہو گیا اب وہ ہوائی جہاز کی آواز سن رہا تھا۔ وہ غار کے دہانے کے قریب کھسک آیا۔

ٹھیک اسی وقت اُسے ایک تیز آواز سنائی دی۔

"گومز.... قیدی کو ہیلی کوپٹر والی چٹان کی طرف لاؤ.... ورنہ بمباری شروع کرا دی جائیگی۔ تمہیں صرف بیس منٹ کا وقت دیا جاتا ہے۔ تمہاری نجی آمد و رفت کا راستہ بند کیا جا چکا ہے۔ تمہارے آدمی یہاں سے نکل نہیں سکتے۔"

"وہ مارا....!" حمید نے پلٹ کر کہا۔

"یہ کون ہے....!" لڑکی نے پوچھا۔

"فادر.... میرا فادر.... ہاہا....!" اُس نے کہا لیکن پھر اچھل کر پیچھے ہٹ آیا۔ اُسے دہانے کے قریب ایک سایہ نظر آیا تھا اُس نے ہولسٹر سے پھر ریوالور نکال لیا۔

پھر اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے بیک وقت کئی آدمی غار میں رینگ آئے ہوں۔ لڑکی نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ اس لئے اُس کے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکی۔

حمید کی گرفت ریوالور کے دستے پر مضبوط ہو گئی۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ٹارچ روشن کی اور اس کا رخ اُن چاروں آدمیوں کی طرف کر دیا، جو قریب ہی کھڑے ہوئے تھے۔

وہ اچھل کر پیچھے ہٹے اور لڑکی چھلانگ مار کر حمید کے قریب آ گئی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ دوستو....!" حمید نے گنگناتی ہوئی آواز میں کہا۔ "آہا چچا گومز بھی تشریف رکھتے ہیں۔ میں ہوں تمہارا بھتیجا ڈاکٹر زیٹو! نہیں اگر کسی نے ذرہ برابر بھی حرکت کی تو جہنم میں پہنچ جائے گا۔ تم اپنے ایک ساتھی کا حشر پہلے ہی دیکھ چکے ہو۔"

وہ کچھ نہ بولے.... پھر گومز نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں تو یہاں خود ہی قید تھا۔"

"یہ جھوٹا ہے۔" لڑکی چیخی۔ "یہ سب کا حاکم ہے۔"

"تم خاموش رہو کتیا۔!" ایک آدمی غرایا۔

"ہاں تم نے مجھے کتیا ہی بنا لیا تھا۔ مگر اب کتے کی موت مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"گومز قیدی کو چٹان کی طرف لاؤ.... ورنہ بھون کر رکھ دیئے جاؤ گے۔" پھر لاؤڈ اسپیکر سے کہا گیا۔

"چلو قیدیو.... چٹان کی طرف۔" حمید نے سر ہلا کر کہا۔ "مجھے قیدی بنانے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے۔"

اچانک ایک آدمی نے حمید کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ مارا لیکن حمید بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے اُس کا ہاتھ پڑنے سے قبل ہی فائر کر دیا.... وہ چیخ مار کر گرا، اور دوسرے اچھل کر پیچھے ہٹے۔ اسی افراتفری میں گومز نکل بھاگا۔ حمید کے لئے یہ ایک خراب سچویشن تھی۔ گومز ہاتھ سے نکل چکا تھا اور یہ دونوں بھی نہیں چھوڑے جا سکتے تھے۔

"چلو.... باہر نکلو جلدی.... ورنہ....!"

وہ دونوں چپ چاپ باہر نکل آئے.... اُن کے پیچھے حمید تھا اور حمید کے پیچھے لڑکی تھی اچانک بائیں جانب سے فائر ہوا.... اور آگے والا چیخ مار کر ڈھیر ہو گیا۔ حمید نے زمین پر لیٹ کر پوزیشن لینے کی کوشش کی لیکن لڑکی دھڑام سے اُس پر آ رہی۔

چوتھا آدمی اپنی پوری قوت سے اندھیرے میں دوڑتا چلا گیا۔ قبل اس کے حمید سنبھلتا پھر فائر ہوا۔ یہ یقینی طور پر گومز تھا.... حمید نے اسطرح باہر نکل کر غلطی کی تھی۔ اُس نے اپنے اوپر گری ہوئی لڑکی کو ایک طرف دھکیل کر آہستہ سے کہا۔ "اٹھے بغیر رینگتی ہوئی بائیں جانب اتر جاؤ۔"

دوسرا فائر بھی خالی گیا تھا۔ حمید نے فائر نہیں کیا۔ تیسرے فائر پر بھی وہ خاموش ہی رہا گومز بے انداز چاروں طرف فائر کر رہا تھا۔

یک بیک ہیلی کوپٹر پھر چنگھاڑتا ہوا فضا میں بلند ہوا۔ حمید نے سوچا کہ اگر یہ اِدھر ہی آیا اور سرچ لائٹ نیچے پھینکی تو ہو سکتا ہے اُن دونوں میں سے ایک ختم ہی ہو جائے۔

اس لئے وہ بھی بائیں جانب رینگتا ہوا چلا گیا.... اچانک اس کا ہاتھ لڑکی کے سر پر پڑا اور وہ چیخ پڑی۔

"ارے خدا تمہیں غارت کرے جہنم واصل کراؤ گی کیا....!" حمید بڑبڑایا۔

اور اس بار وہ بال بال بچا گولی سر سے ایک بالشت اونچی گئی تھی۔

لڑکی بُری طرح کانپنے لگی اور حمید آہستہ سے بولا۔ "اب حلق سے آواز نہ نکلے۔"

"تم کیوں نہیں چلاتے گولی۔" اس نے سرگوشی کی۔

"میں اُسے خرگوش کی طرح پکڑنا چاہتا ہوں۔"

ہیلی کوپٹر ان کے سروں پر پہنچ گیا.... اور حمید نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنی لیکن پھر سناٹا چھا گیا۔ شاید وہ پھر کہیں قریب ہی چھپ گیا تھا.... اس بار ہیلی کوپٹر سے سرچ لائٹ نہیں پھینکی گئی تھی۔ حمید نے ٹارچ روشن کر کے اوپر کی طرف لہرائی۔

"حمید.... حمید....!" اوپر سے آواز آئی۔ "ہیلی کوپٹر ہی میں مائیکروفون فٹ تھا۔

حمید نے پھر ٹارچ لہرائی.... اور ہیلی کوپٹر تھوڑے ہی فاصلے پر اترنے لگا۔ پھر جیسے ہی زمین پر لگا۔ فریدی کی آواز پھر آئی۔ "ادھر آجاؤ.... فرزند....!"

"گومز یہیں کہیں قریب ہی چھپا ہوا ہے۔" حمید نے چیخ کر کہا۔

"پرواہ مت کرو....!" آواز آئی۔ "میں ابھی بڑی شدت سے بمباری کراؤں گا۔"

"اٹھو....!" حمید نے لڑکی کا بازو پکڑ کر اٹھایا.... ہیلی کوپٹر کا ہیولیٰ اُسے صاف نظر آ رہا تھا اور اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر کوئی متحرک چیز نظر آئی۔ بادی النظر میں اُسے کوئی چوپایہ ہی سمجھا جا سکتا تھا۔

"آپ لوگ اندر ہیں۔" حمید نے چیخ کر پوچھا اور چوپایہ زمین سے چپک گیا۔ مگر جگہ مسطح ہونے کی وجہ سے زمین پر پڑا ہوا سایہ صاف نظر آ رہا تھا۔

"ہاں ہم اندر ہیں۔" ہیلی کوپٹر سے آواز آئی اور حمید نے پرچھائیں پر فائر جھونک مارا.... پرچھائیں اٹھ کر بھاگی لیکن دوسرا ہی فائر اُسے دوبارہ زمین پر لے آیا۔

"کیا کر رہے ہو....!" فریدی نے جھلا کر پوچھا۔

"مار لیا.... اپنے بائیں جانب دیکھئے۔" ہیلی کوپٹر سے کسی نے ٹارچ کی روشنی ادھر ڈالی اور دوسرے ہی لمحے میں ٹارچ کا شیشہ چور ہو گیا۔ اُدھر سے فائر ہوا تھا۔ حمید نے پھر فائر کر دیا اس بار ایک طویل کراہ سنائی دی۔ لیکن فائر بھی ہوا.... اور گولی شاید ہیلی کوپٹر سے ٹکرائی تھی۔

چالاک مظلوم

"گومز.... ریوالور پھینک دو! ورنہ مشین گن سے چھلنی کر دوں گا۔" فریدی کی آواز سناٹے میں گونجی لیکن اب نہ تو فائر ہوا اور نہ کوئی جواب ہی ملا۔ حمید لڑکی سمیت ہیلی کوپٹر کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"دوسرا کون ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"وہی شامت جس سے زندگی کے ہر موڑ پر ملاقات ہوئی ہے۔"

"ہوں....!" وہ ہیلی کوپٹر سے اتر آیا۔ پھر وہ اُس طرف بڑھے جدھر حمید نے فائر کئے تھے۔

حمید جانتا تھا کہ وہ یا تو مر چکا ہے یا بیہوش ہو گیا تھا ورنہ اب تک اُس نے درجنوں فائر کر ڈالے ہوتے۔ وہ ایسا ہی آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو غار سے نکلنے کے بعد یہاں ٹھہرنے کی

ضرورت ہی نہیں تھی۔

واقعی وہ گومز ہی نکلا۔ اُس کے جسم پر تین گولیاں لگی تھیں۔ لیکن وہ مرا نہیں تھا۔ سانسیں
چل رہی تھیں اور وہ بیہوش تھا۔ ہیلی کوپٹر کی سرچ لائٹ روشن کردی گئی۔

فریدی نے لڑکی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ کون ہے۔"

"دھوکہ دے۔ کر یہاں لائی گئی تھی اور اُن کی خادمہ کے فرائض انجام دیتی تھی۔"

فریدی کے کانوں میں ہیڈ فون چڑھے ہوئے تھے۔ شاید وہ ٹرانسمیٹر پر کہیں اطلاعات بھیج
تھا۔ دفعتاً وہ ٹرانسمیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "ہیلو! ہیلو.... یس فریدی اسپیکنگ.... کیوں اچ
ہاتھ آ گیا ہے.... ٹھیک اُسے اسی طرح لاؤ.... سرچ لائٹ نظر آئے گی.... بس وہیں اتر آنا

اس کے بعد اُس نے حمید سے کہا۔ "اچھا فرزند تم نے یہ قضیہ کسی نہ کسی طرح نپٹا ہی د
میرا خیال ہے کہ تم قیدی نہیں تھے۔"

"ہرگز نہیں....!" حمید گردن جھٹک کر بولا۔ "ہیلی کوپٹر کے اترتے ہی ہتھکڑیاں کھول
گئی تھیں اس کے بعد میں نے سمجھ بوجھ لیا تھا۔"

"تم بہت تھکے ہوئے معلوم ہو رہے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"بہت زیادہ....!" حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

"بس تو پھر راجن بھی ایک ہیلی کوپٹر میں موجود ہے وہ تمہیں ابھی لونی ہاٹ لے جائے گا

حمید نے سوچا چلو سستے چھوٹے۔ حقیقتاً وہ بہت زیادہ تھک گیا تھا۔ اس وقت نہ اُسے ا
کارنامے کا ہوش تھا اور نہ شیخی بگھارنے کا۔ وہ تو بس یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح ایک کپ کافی ا
آرام دہ مسہری اور پائپ میں سینٹ جولین کا تمباکو نصیب ہو جائے۔

اُس نے بڑی سعادت مندی سے فریدی کا کہنا مان لیا اُس کیساتھ ہی لڑکی کی واپسی بھی ہو

حمید رات بھر گھوڑے خریدتا اور بیچتا رہا لیکن اُسے ان کھٹملوں کا ہوش نہیں تھا جو را
فالتو مسہری میں شاید کافی دنوں سے فاقہ مستی کی زندگی گذار رہے تھے۔

دوسرے دن اُسی وقت اُن کی آنکھ کھلی جب خاص طور پر اُسے جگایا گیا۔

راجن سے معلوم ہوا کہ فریدی تھانے میں موجود ہے اور اپنی رپورٹ مرتب کر رہا ہے
اُس وقت تک فریدی سے ملاقات نہیں ہوئی جب تک کہ اُس نے اپنی رپورٹ مکمل

کر لی اور جب وہ اُس سے ملا تو شعلہ جوالہ نظر آ رہا تھا۔

"کیوں! اب پھر مجھ سے کہو گے کہ کوئی پیچیدہ کیس تمہیں دیا جائے۔"

"برابر کہتا رہوں گا۔ ارے اگر آپ نہ آتے تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ میں نے تو اُسے گھیر
ہی لیا تھا۔"

"اور اس طرح گھیرا تھا کہ کئی گھنٹے ہوئے اُس کا دم نکل چکا ہے۔"

"کیا وہ مر گیا۔"

"صبح ہونے سے پہلے ہی۔" فریدی بولا۔ "اگر تم نے یہ کیس نپٹا لیا ہے تو اس کیس کا سر پیر
سمجھاؤ۔ یہ لوگ اس جنگل میں کیا کر رہے تھے۔ گومز جسے مظلوم سمجھا گیا تھا وہ ایک خطرناک گروہ
کا سرغنہ کیسے نکلا۔ گارڈ کے ڈبے کے واقعہ کا کیا مطلب تھا اور جنگل میں فائرنگ کیوں ہوا کرتی
تھی۔ جس وقت ہم نے گومز کو گھیرا تھا وہ کس سے نبرد آزما تھا....؟"

"دیکھئے کرنل فریدی دو شخصیتوں کا نام ہے۔" حمید ڈھٹائی سے بولا۔ پھر اپنے سینے پر انگلی
رکھ کر کہا۔ "یہ کرنل فریدی کا جسم ہے اور یہ دماغ۔" دماغ کہتے وقت اس نے فریدی کی طرف
انگلی اٹھائی تھی۔

"بکواس مت کرو۔ تم سے کس گدھے نے کہا تھا کہ تم خود کو گومز کا بھتیجا ظاہر کرنا.... پھر
تمہیں تاکید کی گئی تھی کہ تفتیش کا آغاز سکلطا سے کرنا.... وہ تو کہو کہ راجن نے جگدیش سے ڈاکٹر
زیٹو کے متعلق پوچھ لیا تھا مجھے تشویش تھی کہ تم نے کوئی اطلاع کیوں نہیں دی۔ اتفاقاً دو دن بعد
جگدیش سے ملاقات ہوئی اور اُس نے بتایا کہ راجن نے ڈاکٹر زیٹو کے متعلق پوچھ گچھ کی تھی۔
میں نے راجن کو ٹرنک کال کی اور اُس نے بتایا کہ دارالحکومت سے کوئی اُس کا وارنٹ گرفتاری لے
کر آیا تھا جو اُسے اپنے ساتھ لے گیا۔ بس پھر اُسی دن سب سے پہلے والے جہاز سے اڑنا پڑا۔ جہاں
آباد کے ہوائی اڈے پر اُتر کر بذریعہ ہیلی کوپٹر لونی ہاٹ آیا.... دراصل اُن لوگوں سے حماقت
ہوئی تھی۔ اگر وہ ہیلی کوپٹر تھانے ہی میں نہ اتارتے تو شاید اب تک تمہارا قیمہ بن چکا ہوتا۔ بس
ہیلی کوپٹر والی حماقت نے مجھے اس آدمی تک پہنچا دیا جو ہیلی کوپٹر لے کر پہنچا تھا.... ہوائی فوج کا وہ
پائلٹ اس گروہ سے بھی تعلق رکھتا تھا۔"

"مگر اُسے اس طرح ہیلی کوپٹر استعمال کرنے کی اجازت کیسے مل جاتی تھی۔"

"معاملہ ایسا تھا کہ اسے اجازت کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جنگلات کے مشرقی [سرے] پر ایک حفاظتی سرحدی چوکی ہے۔ اُس چوکی کو ہیلی کوپٹر ہی کے ذریعے رسد اور ڈاک وغیرہ [پہنچائی] جاتی ہے۔ راستہ جنگل ہی سے گذرتا ہے لہٰذا وہ سرکاری اڑان کے دوران ہی میں گروہ کے کام بھی انجام دے ڈالتا تھا۔

پائلٹ کا گلا دبایا تو اس نے سب کچھ اگل دیا اور ایک ایسے آدمی کا پتہ دیا جو مخصوص طور پر گومز سے متعلق تھا۔ اس کا نام نریش ہے۔ اسی سے وہ راستہ بھی معلوم ہوا جس کا علم اُس کے اور گومز کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ جنگل میں فائرنگ کیوں ہوا کرتی ہے۔ اُس نے گومز کے دشمن کا بھی پتہ بتایا۔ اس کا خیال تھا کہ اس دشمن کو بھی کسی راستے [کا] علم ہے جس سے گذر کر وہ گومز کی پارٹی پر حملے کرتا رہتا ہے.... اُس نے یہ بھی بتایا کہ اس کی اطلاع کے مطابق وہ دشمن آج پھر حملے کا پروگرام بنا رہا ہے، ہو سکتا ہے حملہ بھی ہو جائے میں نے امر سنگھ کو اس دشمن کے پیچھے لگا دیا اس طرح دوسرے راستے سے امر سنگھ کچھ فوجی جوانوں کے ساتھ دشمن پارٹی کا تعاقب کرتا ہوا وہاں جا پہنچا۔ جہاں سے گومز کی پارٹی پر حملہ کیا جانے والا تھا اور پھر عین وقت پر انہیں گھیر کر حراست میں لیا گیا۔ حملہ شروع ہو چکا تھا دوسری طرف سے گومز کے آدمی جوابی فائرنگ کر رہے تھے انہیں علم ہو گیا کہ دشمن پولیس کی حراست میں آ گیا ہے۔ بس وہ وہاں سے بھاگ نکلے۔ دوسری طرف میں اس پائلٹ کی نشاندہی پر وہاں جا پہنچا جہاں تم اتارے گئے تھے۔"

"مگر.... وہاں اُس جنگل میں وہ کیا کر رہے تھے۔"

"کوکین بنانے کا کارخانہ کھول رکھا تھا۔ روزانہ لاکھوں روپے کی کوکین وہاں سے [تقسیم ہوتی] تھی۔ دوسری پارٹی دراصل اس کارخانے پر قبضہ کرنا چاہتی تھی اور اسی سلسلے میں دونوں پارٹیاں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتی تھیں۔"

"دوسری پارٹی کا سرغنہ کون تھا؟ کیا وہ بھی مار ڈالا گیا؟"

"نہیں وہ زندہ ہے اور اُس سے مل کر تمہیں یقیناً خوشی ہوگی اور اب شاید وہ [تمہاری] درخواست پر سوئی بوٹی بھی تلاش کرنا شروع کر دے۔"

"پروفیسر منہاج....!" حمید متحیرانہ انداز میں چیخا۔

"ہاں.... پروفیسر منہاج....! وہ جڑی بوٹیوں کے بہانے جنگل سے دور نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اُسے توقع تھی کہ کسی نہ کسی دن وہ اُس کارخانے پر قبضہ ضرور کر لے گا۔"

"اور یہ گومز گارڈ بھی تھا۔"

"قطعی تھا! اور وہ اپنے ڈبے ہی میں کوکین کا اسٹاک رکھ کر مختلف مقامات پر پہنچایا کرتا تھا۔"

"اوہو تو.... پھر اُس کا ڈبہ پروفیسر منہاج ہی نے کٹوایا ہوگا۔"

"نہیں خود گومز نے کاٹا تھا۔"

"کیوں اسے کیا پڑی تھی۔"

"اگر ایسا نہ کرتا تو اُسے لاکھوں روپے کے اسٹاک سے ہاتھ دھونے پڑتے۔ اُس وقت اُس کے ڈبے میں کئی لاکھ روپیوں کی کوکین تھی۔ وہ گاڑی لے کر ادھر سے گذر رہا تھا اچانک لونی ہاٹ کے اسٹیشن پر اسے اطلاع ملی کہ سکلتا سے گاڑی نکلتے ہی ڈاکہ پڑے گا اور کوکین چھین لی جائے گی۔ ڈاکہ ڈالنے والے پروفیسر ہی کے آدمی ہوں گے۔ بس اُس نے لونی ہاٹ ہی میں اسکیم بنائی کہ وہ سکلتا پہنچنے سے پہلے ہی ڈبہ کاٹ دے گا اور اپنے آدمیوں سے کہہ دیا کہ وہ ڈبہ کٹتے ہی اطلاع پپلٹی نہ جانے دیں اور کوشش کریں کہ کٹا ہوا ڈبہ لونی ہاٹ سے بھی گذر جائے۔ اگر لونی ہاٹ سے بروقت پپلٹی اطلاع پہنچ گئی ہوتی تو وہ شتر بے مہار ڈبہ پپلٹی میں سائیڈنگ پر لے لیا گیا ہوتا اور کوکین سرکاری طور پر پکڑ لی جاتی۔ اس لئے گومز نے پروگرام بنایا کہ ڈبہ پپلٹی سے بھی گذر کر وہیں رکے جہاں سے تارالنگی کی چڑھائی شروع ہوتی ہے یہی ہوا اور وہ اُس ویرانے میں کوکین ڈبے سے اتار کر فرار ہو گیا۔"

"مگر چلتی ہوئی ٹرین سے ڈبہ الگ کر لینا ناممکنات میں سے ہے۔"

"یقیناً ہے.... اور اس سلسلے میں ایک بالکل ہی نئی قسم کا اوزار ہاتھ لگا ہے جسے گومز ڈیوٹی پر ہمیشہ ساتھ رکھتا تھا۔ یہ اوزار کیمرے کے اسٹینڈ ہی کی طرح لمبائی میں گھٹایا اور بڑھایا جا سکتا ہے۔ سب سے زیادہ گھٹی ہوئی شکل میں وہ صرف ایک بالشت کا رہ جاتا ہے.... اور انتہائی لمبائی گیارہ فٹ۔ ایک بٹن دبانے سے اُس کے سرے سے نیلے رنگ کی لو نکلتی ہے جو لوہے کو آنِ واحد میں گلا [دیتا] ہے اور فولاد کچے سوت کی طرح ٹوٹ جاتا ہے۔"

"کمال ہے۔"

"وہ ڈبے کی چھت پر چڑھ گیا ہوگا اور لیٹ کر بہ آسانی ڈبہ کاٹ لیا ہوگا.... اب آپ فرمایئے کون سا کارنامہ انجام دے ڈالا۔"

"ایک مظلوم لڑکی لایا ہوں، جو جانوروں کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور تھی۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

"اب وہ اپنے چچا کے یہاں نہیں جانا چاہتی....!"

"کسی دھرم شالے وغیرہ میں انتظام کردیا جائے گا۔ تمہیں اس کیلئے متفکر نہ ہونا چاہئے۔"

یہاں بات ختم ہوگئی تھی۔

فریدی دوسرے ہی دن وہاں سے دارالحکومت کیلئے روانہ ہوگیا تھا۔ لیکن حمید کو راجن کے اصرار پر رکنا پڑا.... وہ اُس سے بے حد شرمندہ تھا... بار بار یہی کہتا تھا کہ اگر آپ نے پہلے ہی مجھے اپنے متعلق بتادیا ہوتا تو اس کی نوبت کیوں آتی۔ جواب میں حمید کہتا کہ اگر اس کی نوبت نہ آئی ہوتی تو ہمارے فرشتے بھی کوکین بنانے کے اتنے بڑے کارخانے پر قبضہ نہ کرسکتے اور نہ یہ معلوم ہوسکتا کہ گومز کے اغواء کا کیا قصہ تھا۔ حمید کے خیال کے مطابق گومز کی موت صرف ایک ہی معاملے پر پردہ ڈال سکی تھی وہ خود اُسی کی ذات تک محدود تھا۔ آخر وہ دو چار دن بعد کوئی فرضی کہانی لے کر آفس میں حاضر کیوں نہیں ہوگیا تھا...؟ پتہ نہیں اس سلسلے میں اُسکی کیا اسکیم تھی کیا وہ کچھ دنوں کے بعد پھر اپنے آفیسروں کے سامنے حاضر ہوتا؟ یقیناً اُسے ہونا پڑتا کیونکہ ایک ریلوے ٹرین گارڈ کی حیثیت سے وہ بہ آسانی کوکین ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاسکتا تھا۔

راجن نے تیسری شام اُسے بتایا کہ کل اس کی سول میرج ہوگی۔ اس لئے اُسے ایک دن اور رکنا چاہئے.... حمید نے شیلا جیسی لڑکی سے شادی پر اُسے مبارک باد دی۔

"بڑی اونچی ہے.... کپتان صاحب! میں تو متحیر رہ گیا اس کی صاف گوئی پر۔"

"اگر مجھ میں کوئی کھوٹ ہوتو میں اُسے چھپانے ہی کی کوشش کروں گا۔ مگر بھئی! یہ عورتیں عموماً مردوں سے اونچی ہوتی ہیں۔"

"ارے یار ہم لوگ بہت نیچی ایڑی کے جوتے پہنتے ہیں۔"

"مذاق نہیں، کیپٹن، جب میں نے اُس سے شادی کی درخواست کی تو وہ مسکرائی جیسے میں اُس کا جواب سن کر اپنی درخواست واپس لے لوں گا۔ اُس نے یہی کہا بھی۔ پھر بتایا کہ اُس کی ماں

جی ہاں تھی اور باپ انگریز جس کے یہاں اُس کی ماں نرس کے فرائض انجام دیتی تھی اور اُن کی باقاعدہ شادی نہیں ہوئی تھی۔ میں سمجھا مذاق کررہی ہے۔ لیکن وہ سنجیدہ تھی.... پہلے تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی! مگر پھر سوچا یار راجن ایسی عالی ظرف عورت کے سامنے سر نیچا ہوجائے گا۔"

"کیا پریم کہانی پہلے ہی سے چل رہی تھی۔"

"نہیں قطعی نہیں.... ہوسکتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے متعلق زیادہ سوچتے رہے ہوں لیکن رویہ سے نہیں ظاہر ہونے دیا۔"

"ارے جاؤ بھی.... عشق اگر ڈھول بجا بجا کر نہ کیا جائے تو میں اُسے عشق ہی نہیں سمجھتا۔"

"اپنا اپنا نظریہ ہے۔"

"کچھ بھی ہو۔ تمہیں بچوں کی طرف سے ضرور مطمئن رہنا چاہئے۔ وہ باٹا سے بھی عظیم کوئی دوسری کمپنی قائم کریں گے! عورتیں اونچی ہوتی رہیں گی اور مرد زمین میں دفن ہوتے رہیں گے.... ویسے ہوسکتا ہے اس وقت تک مردوں میں بھی اونچی ایڑیوں کا رواج ہوجائے۔"

راجن صرف ہنس کر خاموش ہوگیا۔

تمام شد

جاسوسی دنیا نمبر 74

شادی کا ہنگامہ

(مکمل ناول)

پیشرس

شادی کا ہنگامہ کچھ تاخیر سے آپ کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔ شادی کا ہنگامہ ٹھہرا.... اس تاخیر کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ حمید کی شادی کے سلسلے میں بڑے پاپڑ بیلنے پڑے.... اس کتاب کے اشتہار میں بھی اس شادی کا تذکرہ تھا! لہٰذا اس سلسلے میں بے شمار خطوط موصول ہوئے کہ حمید کی شادی کی نوبت نہ آنے پائے اکثر حضرات نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ اگر حمید کی شادی کا منظر پیش کیا گیا تو وہ جاسوسی دنیا پڑھنا ہی چھوڑ دیں گے۔

آدھے سے زیادہ ناول لکھا جا چکا تھا.... میں نے سوچا کہ جب زیادہ تر پڑھنے والے ہی اسے ناپسند کرتے ہیں تو پھر لکھنے سے کیا فائدہ۔ لہٰذا دوبارہ پلاٹ کی مرمت کی گئی.... مگر یہ بھی ناممکن ہے کہ اعلان ہو جانے کے بعد شادی رک جائے۔ لہٰذا دیکھئے کہ یہ شادی کس انداز سے پیش کی گئی ہے۔

یہ ایک ایسی لڑکی کی داستان ہے جس سے شادی کے خواستگار درجنوں مالدار آدمی بیان کئے جاتے تھے۔

اس شادی کے لئے اندھیرے میں فائروں کی آوازیں گونجتیں اور زخمیوں کی چیخیں سنائی دیتیں، کئی بار لڑکی کو زبردستی حاصل کر لینے کی کوشش کی گئی حمید نے مجرموں کی محنت پر پانی پھیر دیا۔

یہ چند آدمیوں کی خود غرضی کی کہانی ہے جنہوں نے دولت حاصل

کرنے کے لئے اپنے بھائی اپنے بیٹے اپنے بھتیجے کو زہر دیا تھا۔ لیکن وہ زہر ایک بلی کے حصے میں آیا۔ اس سازش سے آگاہ ہو جانے کے بعد بھی وہ مظلوم آدمی خاموش ہی رہا.... اور پھر یہ خاموشی اس کی موت کے بعد رنگ لائی کیونکہ وہ ایک ذہین آدمی تھا۔ زہر دینے والے اس کی موت کے بعد اس آمدنی سے بھی محروم ہوگئے جسے ان کے خیال کے مطابق اس کے مرنے کے بعد بڑھنا چاہئے تھا اس کی موت ان کے لئے بے حد نقصان دہ ثابت ہوئی۔

ایک بار پھر کیپٹن حمید ثابت کرتا ہے کہ وہ کرنل فریدی کا شاگرد ہے! ہنسنے ہنسانے سے بھی باز نہیں آتا.... شادی کے تصور نے اسے ڈراؤنے خواب دکھائے ہیں۔

قاسم صاحب سے بھی کچھ دیر ملاقات رہے گی۔ کیونکہ یہ بیچارے بھی اس کیس میں خواہ مخواہ گھسیٹے گئے ہیں۔

ابنِ صفی

۱۸؍ مارچ ۱۹۵۸ء

تعاقب

جنوری کی دھوپ بڑی خوشگوار تھی۔

آج اتوار تھا.... مگر کرنل فریدی کو اس پر بڑی حیرت تھی کہ حمید کہیں باہر جانے کی بجائے لان پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا... اس نے سوچا کہ شاید آج کل حمید آدمی بننے کی کوشش کر رہا ہے! لیکن جب وہ اسکے قریب آیا تو گرد پوش پر کتاب کا نام دیکھ کر اس کا منہ بگڑ گیا۔

کتاب کا نام تھا۔ ”فلسفہ محبت۔“

حمید نے سر اٹھا کر فریدی کی طرف دیکھا اور پھر پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ ”اس سے بہتر تو یہ ہوتا کہ تم لان کی گھاس برابر کر دیتے۔“ فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

حمید نے کتاب بند کر کے ایک طویل سانس لی اور خلاء میں گھورنے لگا۔ فریدی بھی ایک لان چیئر گھسیٹ کر اس کے قریب ہی بیٹھ چکا تھا۔

”اور اب ایسی کتابیں پڑھ کر اس اندھیرے میں مزید تاریکی کا اضافہ کر رہے ہو۔“ فریدی بولا۔

”یہ کتاب آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی لہٰذا اس پر رائے زنی نہ کیجئے۔“

”لیکن میں تمہیں اس کتاب سمیت کسی گٹر میں ضرور پھینک سکتا ہوں۔“

”محبت....!“ حمید طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

”محبت ایسا ہمہ گیر جذبہ ہے.... جذبہ نہیں بلکہ جنت کہو جس کے سمجھنے سمجھانے کیلئے نہ کسی فلسفے کی ضرورت ہے اور نہ کتابوں کی۔ میرا خیال ہے کہ میری یا تمہاری ماں نے ایسی کوئی کتاب

نہ پڑھی ہوگی۔ اسکے باوجود بھی ہم کتنی چوڑی کلائیاں رکھتے ہیں۔ کتنے مضبوط بازو رکھتے ہیں۔"

"اس کتاب میں پرورش اطفال کے طریقے نہیں ہیں۔" حمید نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ اس میں کسی کی بیٹی یا کسی کی بہن پر ڈورے ڈالنے کے طریقے درج ہوں گے.... لیکن یہ محبت کا بڑا گھٹیا تصور ہے اسی لئے میں نے کہا تھا کہ تمہیں اس کتاب سمیت کسی گٹر میں پھینک سکتا ہوں۔"

"ایسی باتیں سننے سے تو یہی بہتر ہے کہ میں کسی گٹر میں ڈوب کر مر جاؤں۔"

"تم گٹر سے باہر کب ہو۔"

حمید نے کچھ کہے بغیر پھر کتاب کھول لی اور فریدی دانتوں میں سگار دبائے ہوئے دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ شاید اس وقت وہ محض بیکار بیٹھنے کے موڈ میں تھا۔

ان دنوں اُس کے پاس کوئی کیس نہیں تھا۔ لیکن حمید کا خیال تھا کہ چین سے بیٹھنا تو سرے سے مقدر ہی میں نہیں ہے پردۂ غیب سے کچھ نہ کچھ یقینی طور پر ظہور میں آئے گا اور نہ تو وہ اس عیش کے ساتھ فلسفہ محبت پڑھ سکے گا اور نہ فریدی اس طرح لان پر بیٹھ کر آسودہ حالوں کے سے انداز میں سگار کے ہلکے ہلکے کش لے سکے گا۔

اتوار کو عموماً اس کا دم نکلتا رہتا تھا کہ کہیں کوئی ایسی بلا نازل نہ ہو، جس سے ہفتے کا یہ سنہرا دن جنگل کی اندھیری رات بن جائے۔ آج بھی اتوار ہی تھا۔

دفعتاً اس نے کتاب بند کر کے فریدی سے کہا۔

"میری بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ گلاب کی کیاریوں میں دیکھ رہا تھا۔

اتوار کو جب بھی میری بائیں آنکھ پھڑکتی ہے....

"مجھے ایک عورت کا انتظار ہے۔" فریدی اس کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی بولا۔ "اور میرا خیال ہے کہ اس کی آمد تمہارے لئے یقینی طور پر نحوست لائے گی بائیں آنکھ کو پھڑکنے دو۔"

"یعنی.... کہ....!"

"پرواہ مت کرو....!" فریدی مسکرایا۔ "آواز سے وہ کوئی معمر عورت معلوم ہوتی تھی۔"

"اوہو.... تو کیا فون پر....!"

"ہاں.... اُس نے ابھی فون پر مجھ سے استدعا کی تھی کہ میں اس کا انتظار کروں۔ وہ کسی بڑی پریشانی میں پڑ گئی ہے.... اور اس کا خیال ہے کہ میں ہی اس کے کسی کام آسکوں گا۔"

"مر گئے....!" حمید پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ پھر گلا صاف کر کے پوچھا "کس پریشانی میں پڑ گئی ہے.... یعنی کیا اس پریشانی کا اثر ہماری فارغ البالی پر بھی پڑ سکتا ہے۔"

فریدی جواب دینے کی بجائے بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔ حمید کا دہانہ مختلف ڈگریوں کے زاویے بنا رہا تھا۔ دفعتاً اس نے کتاب اپنے سر پر مارتے ہوئے کہا۔ ہفتے میں اس سنہرے دن کے اضافے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ چھ دن کا ہفتہ نہیں بلکہ ششہ ہی رہنے دیا جاتا اسے۔"

"میں تم سے متفق ہوں.... اتوار واقعی فضول سا دن ہے.... مگر غنیمت ہے کہ اس دن مکھیوں کی چھٹی نہیں ہوتی ورنہ بہتیرے لوگ تو اختلاجِ قلب کے شکار ہو جائیں۔"

"حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک ٹیکسی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی جس کی پچھلی نشست پر دو عورتیں تھیں اور آگے ڈرائیور کے قریب ایک ایسا آدمی نظر آیا جس کا داخلہ کم از کم فریدی کی کمپاؤنڈ میں حیرت انگیز ہی کہا جا سکتا تھا۔ ان دونوں ہی نے اسے پہچان لیا۔ یہ شہر کا مشہور بدمعاش دلاور تھا۔"

ٹیکسی رکی اور دونوں عورتیں نیچے اتر آئیں ان میں سے ایک معمر تھی اور دوسری نوجوان! عمر اٹھارہ سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ وہ معمولی ہی ناک نقشے والی تھی، لیکن آنکھیں کافی دلکش اور جاذب توجہ تھیں، رنگ گندمی تھا۔

معمر عورت کم از کم پینتالیس کی ضرور رہی ہوگی۔ وہ دونوں ان کی طرف بڑھیں۔ حمید دلاور کو گھور رہا تھا جو ٹیکسی سے نہیں اترا تھا۔

"تشریف رکھئے۔" فریدی نے قریب پڑی ہوئی لان چیئر کی طرف اشارہ کیا۔

"میں کرنل صاحب سے ملنا چاہتی ہوں۔" معمر عورت بولی۔

"جی ہاں فرمایئے.... غالباً.... ابھی آپ ہی نے فون پر....!"

"جی ہاں.... جی ہاں!" عورت سر ہلا کر بولی۔ "میں تکلیف دہی کی معافی چاہتی ہوں جناب۔"

"کوئی بات نہیں.... تشریف رکھئے۔"

"عورت نے لڑکی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گئی۔"

"فرمائیے....!" فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ عورت ہچکچا رہی ہے۔

"میں تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔" عورت نے کہا۔

"اوہ... یہ میرے اسسٹنٹ ہیں۔" فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اگر بات صرف میری ہی ذات تک محدود رہنے والی ہو تو خیر کوئی بات نہیں ورنہ آپ یہیں سب کچھ کہہ سکتی ہیں۔"

"پھر بھی.... میں یہی مناسب سمجھتی ہوں کہ تنہائی۔"

حمید نے محسوس کیا کہ وہ لڑکی کی موجودگی میں گفتگو نہیں کرنا چاہتی شاید فریدی نے بھی اس کا اندازہ کر لیا تھا اس لئے وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "اندر چلئے....!"

حمید اور وہ لڑکی وہیں رہ گئے۔ حمید تھوڑی دیر تک تو خاموش بیٹھا رہا پھر کھنکار کر بولا۔ "اگر آپ کو میرے تمباکو پینے پر اعتراض نہ ہو تو....!"

"اوہ.... جی نہیں....!" لڑکی چونک پڑی۔ "پیجئے جناب۔"

"شکریہ!" حمید نے پاؤچ سے تمباکو نکال کر پائپ میں بھرتے ہوئے کہا۔ "بہتیرے لوگ تمباکو کا دھواں پسند نہیں کرتے۔ مگر میں نے بہتیری خواتین کو بھی حقہ پیتے دیکھا ہے۔"

لڑکی صرف مسکرا کر رہ گئی۔ لیکن حمید نے شروع ہی میں محسوس کیا تھا کہ وہ کچھ فکر مند سی ہے۔

"افریقہ میں ایک قبیلہ پایا جاتا ہے.... ٹی ٹی کاٹا....!" حمید نے کہا۔ "اس میں حقہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جس طرح ہمارے یہاں لڑکیوں میں تعلیم شائستگی اور گھر گرہستی کا سلیقہ دیکھا جاتا ہے اس طرح ٹی ٹی کاٹا قبیلے کی کسی لڑکی کے متعلق یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ بچپن سے اب تک کتنے حقے بدل چکی ہے۔ سب سے زیادہ حقے رکھنے والی لڑکی عدیم المثال سمجھی جاتی ہے اور قبیلے کے بہت زیادہ مالدار آدمی اس سے شادی کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔"

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں جناب۔" دفعتاً لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ غلط سمجھی ہیں۔ کیا میں لائبریری سے وہ کتاب نکال لاؤں جس میں اس قبیلے کے متعلق بہتیری معلومات ہیں۔"

لڑکی بُرا سا منہ بناتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

حمید نے سوچا کہ یہ لڑکی بد دماغ معلوم ہوتی ہے۔ بد دماغ ہی نہیں بلکہ بد ذوق اور شکی بھی اس نے خشک لہجے میں کہا۔ "پتہ نہیں آپ کس بات پر ایسا سمجھتی ہیں۔ بھلا میں کیوں آپ کا مذاق

اڑانے لگا۔ جب کہ ہم میں جان پہچان بھی نہیں ہے۔"

لڑکی کوئی جواب دینے کی بجائے اٹھ کر ٹیکسی میں جا بیٹھی۔ حمید کو اس پر اور زیادہ غصہ آیا۔ اب اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔

تھوڑی دیر بعد.... اس نے کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور لڑکی نے "ارے....!" کہا۔ حمید مڑ کر اُدھر دیکھنے لگا۔ کار پھاٹک سے نکل رہی تھی.... پھر اس نے لڑکی کی آواز سنی جو "بچاؤ.... بچاؤ...." چیخ رہی تھی.... اس کے بعد ہی شاید اس کا منہ بند کر دیا گیا تھا۔

حمید اچھل کر گیراج کی طرف بھاگا۔ موٹر سائیکل ہی سامنے پڑی.... اور وہ اسی کو لے دوڑا.... پھاٹک سے نکل کر وہ بائیں جانب مڑ گیا۔

ٹیکسی کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ گرینگ روڈ پر مڑ گئی.... اس کے دوسرے گھماؤ کے متعلق بھی حمید کا خیال صحیح نکلا وہ کٹالی کی طرف جانے والی ویران سڑک پر مڑی تھی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کیا چکر ہے۔ دلاور کو اس ٹیکسی میں دیکھ کر وہ پہلے ہی کھٹکا تھا۔ پھر سوچا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا ان عورتوں سے کوئی تعلق ہو۔ لیکن پھر لڑکی کی چیخوں کا کیا مطلب تھا۔ وہ اس طرح احتجاج کیوں کر رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ دلاور اسی کار میں اس کے ساتھ ہی بیٹھ کر آیا تھا۔

حمید کار کا تعاقب کرتا رہا۔ سڑک تقریباً سنسان پڑی تھی کبھی کبھار مویشیوں کی چربی سے لدا ہوا ایک آدھ ٹرک نظر آ جاتا۔

اچانک حمید نے کار کا پچھلا شیشہ ٹوٹتے دیکھا.... اس نے بڑی پھرتی سے اپنی موٹر سائیکل سڑک سے کنارے کر لی اگر ذرا بھی چوکا ہوتا تو ریوالور کی گولی اس کی کھوپڑی میں سوراخ کرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی ہوتی۔ اس نے موٹر سائیکل کی رفتار کم کر دی ساتھ ہی اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ ٹیکسی کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی ہے۔ غصے کے مارے اس کا بُرا حال ہو گیا۔ دلاور جیسے کیڑوں کی بھی اتنی ہمت ہو گئی کہ اس پر فائر کر کے نکل جائیں۔

حمید نے موٹر سائیکل کی رفتار پھر تیز کر دی۔ وہ خود تنہا تھا.... ورنہ کوشش کرتا کہ اگلی کار کا ایک آدھ ٹائر ہی پھاڑ دے۔

موٹر سائیکل فراٹے بھرتی رہی۔ تھوڑی سی جدوجہد حمید کو کار کے قریب بھی پہنچا سکتی

لیکن حمید خود ہی دیدہ و دانستہ اس سے پہلو تہی کر رہا تھا۔

ٹیکسی سے پھر کوئی فائر نہیں ہوا.... حمید کسی پھرتیلے بندر کی طرح موٹر سائیکل کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا.... بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے ضرورت پڑنے پر وہ اچھل کر کسی درخت پر جا چڑھے گا۔

اچانک ٹیکسی سے پھر فائر ہوا لیکن گولی پتہ نہیں کدھر نکل گئی۔ شائد فائر کرنے والا بھی نروس ہی تھا۔

پے در پے اس نے چھ فائر کئے لیکن حمید پر بھی شاید خون ہی سوار ہو گیا تھا۔ اب وہ بہت زیادہ محتاط بھی معلوم ہوتا تھا۔

اس سڑک کا اختتام کہاں ہوگا۔ حمید نے سوچا۔ سونا گھاٹ پر اس کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور اس کے بعد سمندر تھا۔ تو کیا اس کار کی منزل سونا گھاٹ ہی تھی؟ پھر کیوں نہ راستہ کاٹ کر اس سے پہلے وہاں پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

وہ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً کار کی رفتار کم ہو گئی۔ ساتھ ہی لڑکی کی چیخیں پھر سنائی دینے لگیں.... کار رک گئی تھی۔ حمید نے موٹر سائیکل بائیں جانب میدان میں موڑلی اور کار کے آگے پہنچنے کے لئے ایک لمبا چکر لیا.... اس بار دلاور نے کار سے نیچے اتر کر اس پر فائر کیا تھا۔ حمید بال بال بچا.... لیکن وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ابھی ریوالور میں پانچ گولیاں اور ہوں گی۔ کیونکہ چھ فائر تو اس نے پہلے ہی گنے تھے۔ اس کے بعد غالباً وہ دوبارہ لوڈ کیا گیا تھا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ کسی طرح ریوالور خالی کرا دینے کے بعد ایک بار اس پر جا ہی پڑے۔ مگر ریوالور خالی کرانا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ بس ایک جوا ہی تھا۔ زندگی اور موت کا کھیل۔ مگر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ ناک کی سیدھ میں موٹر سائیکل لیتا چلا گیا اور ریوالور کی رینج سے نکل جانے کے بعد پھر پلٹا.... دلاور نے فائر کیا.... اور موٹر سائیکل نے ایک لمبی لہر لی.... گولی بائیں جانب سے نکل گئی.... اس بار پھر وہ ریوالور کی رینج سے نکل جانے کے بعد پلٹا.... فائر پھر ہوا.... موٹر سائیکل نے پھر ایک طویل لہریا بنایا.... اس بار بھی فائر خالی گیا تھا۔

حمید کو زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی کیونکہ دلاور نے بوکھلاہٹ میں جلد ہی ریوالور خالی کر دیا تھا.... پھر جیسے ہی اس نے ریوالور کو دوبارہ لوڈ کرنا چاہا حمید نے موٹر سائیکل اس پر چڑھا دی اور

جھلا کر ایک طرف ہٹا.... لیکن ٹیکسی کے مڈگارڈ سے ٹھوکر کھائی اور دوسری طرف ڈھیر ہو گیا۔

پھر حمید کو یاد نہیں کہ اس نے موٹر سائیکل کس طرح روکی تھی اور کس طرح اس پر جا پڑا تھا۔ اس پر دیوانگی سی طاری ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اب دلاور کو اپنے پیروں پر نہیں کھڑا ہونے دے گا۔

اس کا داہنا ہاتھ کسی مشینی ہتھوڑے کی طرح یکساں رفتار سے دلاور کے چہرے پر پڑ رہا تھا۔

اسے یہ بھی نہ محسوس ہو سکا کہ ٹیکسی ڈرائیور نے لڑکی کو ٹیکسی سے نیچے دھکیل دیا تھا اور وہ زمین پر گر کر چیخی تھی۔

ٹیکسی فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی، لیکن حمید کی پوزیشن ذرہ برابر بھی نہیں بدلی۔ وہ دلاور کو اسی طرح رگید رگید کر مارتا رہا۔

لڑکی زمین پر پڑی کھسکتی ہوئی ان سے قریب آ گئی تھی اور کسی ننھے سے بچے کی طرح سسکیاں لے رہی تھی۔

دلاور چیخ رہا تھا اور پٹ رہا تھا۔ جب اس کے آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے تو خون کے ساتھ ساتھ اس کے منہ سے گالیوں کا فوارہ بھی چھوٹا۔

پھر آہستہ آہستہ اس کی آواز نحیف ہوتی گئی.... کچھ دیر بعد حمید اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا کیونکہ وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ لڑکی اب بھی اسی طرح زمین پر اوندھی پڑی سسکیاں لے رہی تھی۔

"اب تم کیوں مر رہی ہو.... سیدھی کھڑی ہو جاؤ۔" حمید نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مم.... معاف.... کیجئے گا جناب....!" لڑکی نے سسکیاں لیتے ہوئے کچھ کہنا چاہا لیکن اس سے زیادہ نہ کہہ سکی۔

"بیٹھ جاؤ....!" حمید نے کہا۔ اس بار اس کا لہجہ نرم تھا۔

لڑکی کراہ کر بیٹھ گئی.... حمید اسے تحیر آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم کار سے اتر کیوں آئی تھیں؟" اس نے پوچھا۔

"میں.... خود نہیں اتری تھی.... اس نے دھکیل دیا تھا۔"

"اس آدمی سے تمہارا کیا تعلق ہے۔" حمید نے بیہوش دلاور کی طرف اشارہ کیا۔

"ہمارا باڈی گارڈ۔"

"جی ہاں.... میں بالکل جاہل ہوں....!" حمید نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"دو.... دیکھئے.... آپ بُرا مان گئے۔ اب میں باڈی گارڈ کا کیا مطلب بتاؤں.... ویسے آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بچالیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ دھوکے باز اور بز... نکلے گا.... کیونکہ آپ کے پاس آنے کا مشورہ اسی نے دیا تھا۔"

"کیوں ہم سے کیا کام تھا....!"

"یہ تو.... یہ تو....!" وہ آنچل کا گوشہ انگلی میں لپیٹتی ہوئی ہکلائی.... "مم.... ممی ہی بتا سکیں گی۔"

"بے بی کچھ بھی نہیں جانتی۔" حمید نے سوال کیا۔

"دیکھئے.... خدا کے لئے میرا مذاق نہ اڑایئے۔ اس وقت بھی آپ نے میرا مضحکہ اڑایا... نہ آپ مضحکہ اڑاتے اور نہ اس کی نوبت آتی۔"

"میں نے کیا مضحکہ اڑایا تھا۔ اگر آپ کو حقہ پسند نہیں ہے تو یہ اپنا نجی معاملہ ہے.... ا... آپ مضحکہ اڑانا کیسے کہہ سکتی ہیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔" لڑکی نے سر جھکا کر بُرا سا منہ بنالیا۔

"یہ آپ کو کیوں لے بھاگا تھا۔"

"میں کچھ نہیں جانتی.... ممی بتائیں گی۔"

"کیا ممی ہی کے مشورے سے لے بھاگا تھا....!"

"اب میں چیخ چیخ کر رونا شروع کردوں گی۔"

"ارر.... ایسا ہرگز نہ کیجئے گا۔ اس وقت میرے جیب میں رومال بھی نہیں ہے۔ آپ کو پیش کروں گا۔"

"میں آپ کی کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتی۔"

"اچھی بات ہے۔" حمید ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "میں تو چلا۔ وہ موٹر سائیکل کے قریب پہنچا ہی تھا کہ لڑکی جھپٹ کر اس کے سامنے آگئی۔"

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ....؟" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"میں یہاں سے شہر کس طرح پہنچوں گی۔"

"میں آپ کی کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا۔"

"خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے۔" لڑکی گڑگڑائی۔

"اچھا بیٹھ جایئے۔"

"میں اس گدھے کو اپنے کاندھوں پر لاد کر نہیں لے جاؤں گا۔" حمید نے دلاور کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں....؟"

"ارے کیا اب اسے یہیں پڑا رہنے دوں۔"

لڑکی خاموش ہوگئی۔ حمید نے پھر کہا۔ "پتہ نہیں تم لوگ کون سی مصیبت لیکر آئی تھیں۔"

"ممی نے کرنل صاحب کو سب کچھ بتادیا ہوگا۔"

"اور جب باہر تشریف لائی ہوں گی....!"

"بہت پریشان ہوں گی.... بے حد....!"

"تمہیں کس گدھے نے مشورہ دیا تھا کہ اسے اپنا باڈی گارڈ بناؤ۔"

"پتہ نہیں یہ بھی ممی ہی جانتی ہوں گی۔"

"ایسی جاننے والی ممی آج تک میری نظروں سے نہیں گذری تھی۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا نام بھی ممی ہی جانتی ہوں گی۔"

"میرا نام بیلا ہے۔" لڑکی مسکرائی۔

"مجھے شبہ ہے۔ تمہاری ممی سے تصدیق کئے بغیر یقین نہیں کر سکتا۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ حمید بیہوش دلاور کو غصیلی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اب معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے کچا چبا جائے گا۔

"اس کے پاس ریوالور کہاں سے آیا تھا؟"

"پتہ نہیں۔"

"معاف کرنا۔ میں بھول گیا تھا کہ اس کا علم بھی ممی ہی کو ہوگا۔"

"آپ آخر مانتے کیوں نہیں؟"

"کیا....؟"

"برابر میرا مذاق اڑائے جا رہے ہیں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اگر ہم پر یہ بُرا وقت نہ
ہوتا تو ہم کیوں آتے آپ کے پاس۔"

حمید نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور دردناک لہجے میں بولا۔ "میں بہت عرصہ سے سوچ رہا
ہوں کہ محکمہ پولیس میں ایک دعاگو برانچ بھی قائم کی جائے جس سے تعلق رکھنے والے ہر وقت
مصلے پر بیٹھے پبلک کے لئے اچھی اچھی دعائیں مانگا کریں....!"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ حمید نے پھر ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ دلاور نے کراہ کے کروٹ لی اور
دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا۔ غالباً وہ ہوش میں آ رہا تھا۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ بیٹھا۔ حمید کیطرف دیکھ کر اس نے نظریں نیچی کر لیں۔ اسکے چہرے
پر خفت کے آثار تھے۔ حمید صحیح اندازہ نہ کر سکا کہ وہ آثار بناوٹی تھے یا حقیقتاً وہ شرمندہ تھا؟ ویسے
اس قسم کے ڈھیٹ بدمعاشوں سے انکے اپنے کسی فعل پر ندامت کی توقع رکھنا حماقت ہی تھی۔

"کیوں اب کیا خیال ہے۔" حمید نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

اس پر کچھ کہنے کی بجائے وہ پھر زمین پر لیٹ گیا۔

"فضول ہے فرزند۔" حمید بولا۔ "میں تمہیں دوڑاتا ہوا شہر لے جاؤں گا۔ اس کے بعد جو
ہو گا وہ بھی دیکھ ہی لو گے۔"

مزاج پرسی

دلاور کچھ نہ بولا۔ وہ زمین پر پڑا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ لڑکی حمید کے قریب کھسک آئی
ہوئی آہستہ سے بولی۔ "کیا یہ مر رہا ہے۔"

"مر جانے دو....!" حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اس نے بھی تو آپ کو مار ڈالنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا مگر آپ اس طرح
چڑھے آ رہے تھے جیسے اس کے ہاتھ میں نقلی پستول ہو۔"

حمید کوئی جواب دینے کی بجائے گردن اکڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اچانک انہوں نے

...ن کا شور سنا اور پھر انہیں پولیس کی تین لاریاں دکھائی دیں جن پر مسلح کانسٹیبل موجود تھے۔
...ان کے قریب ہی رکیں اور ایک لاری سے فریدی اترا۔

"ہوں تو یہ....!" وہ دلاور کو بغور دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔ پھر حمید سے پوچھا۔ "ٹیکسی کہاں گئی۔"

"وہ نکل گیا۔"

پھر فریدی کی نظر خالی کارتوسوں پر پڑی جو قریب ہی پڑے ہوئے دھوپ میں چمک رہے تھے۔

"فائرنگ بھی کی تھی اس نے۔" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں! بڑی شان سے....!"

"پھر....!"

"لمبی کہانی ہے۔"

اتنی دیر میں کانسٹیبلوں نے نیچے اتر کر دلاور کے گرد حلقہ بنا لیا تھا۔

"خیر.... پھر سنوں گا۔" فریدی نے کہا اور پھر ایک لاری کی طرف اشارہ کر کے لڑکی سے
بولا۔ "چلو بیٹھو۔"

"یہ تو کہہ رہی تھیں کہ میرے ساتھ بائیک پر جائیں گی۔"

لڑکی نے اس پر غالباً احتجاج ہی کے ہونٹ ہلائے تھے مگر فریدی جلدی سے بولا۔ "جلدی
کرو لڑکی.... وقت نہیں ہے۔"

"ممی کہاں ہیں جناب۔"

"کوتوالی میں۔"

"میرے لئے کیا حکم ہے جناب۔" حمید نے خالص طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"تم قاسم کو کوتوالی لاؤ....!"

"کیوں....؟"

"ضرورت ہے۔ اس کے خلاف ایک رپورٹ ہے۔ لیکن مجھے اس رپورٹ کی صداقت میں
شبہ ہے۔"

"کچھ بتائیے بھی تو۔"

"کچھ نہیں بس جاؤ.... پھر بتاؤں گا۔"

لاریوں کی روانگی کے بعد حمید نے موٹر سائیکل سنبھالی۔

کچھ دیر بعد وہ شہر میں داخل ہو رہا تھا.... وہ سوچنے لگا کہ آخر قاسم کیوں اور پھر اس معاملے سے اس کا کیا تعلق۔ دفعتاً ایک خیال نے اسے چونکا دیا۔

"کیا اس اغواء میں قاسم کا ہاتھ تھا۔"

اس نے موٹر سائیکل اس سڑک پر موڑ دی جس پر قاسم کی کوٹھی تھی۔

مگر قاسم.... وہ سوچنے لگا۔ قاسم جنسی معاملات میں اتنا دلیر نہیں ہے کہ اغواء قسم کے اقدامات کر سکے۔ وہ تو بس اپنی محرومیوں پر ہائے ہائے کرنا جانتا ہے.... اور چاہتا ہے کہ لوگ اسے مظلوم سمجھیں.... فلمی کہانیوں کے ناکام عاشقوں کی طرح وہ بھی بے ضرر ہے۔ اس میں اتنا دم کہاں ہے کہ عورتوں کے کڑے تیور برداشت کر سکے۔ ظاہر ہے کہ اغواء کی ہوئی عورتیں محبت سے نہیں پیش آتیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ قاسم کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ اس کی موٹر سائیکل واٹر کول انجن والی تھی۔ اس لئے اس کی برائے نام آواز قاسم کو مشغولیت سے چونکا نہ سکی جو اس وقت اپنی کمپاؤنڈ میں کرکٹ کھیل رہا تھا۔ ایک ملازم بولنگ کر رہا تھا اور دوسرے دوڑ دوڑ کر گیند اٹھا رہے تھے۔

حمید نے موٹر سائیکل بائیں جانب موڑ دی اور اسے مہندی کی باڑھ کی اوٹ میں روک کر اتر گیا۔ وہ دراصل چھپ کر قاسم کے کرکٹ سے محظوظ ہونا چاہتا تھا۔

کوٹھی کے سارے ملازم کمپاؤنڈ میں موجود تھے۔ قاسم نے غالباً ڈنڈے مار مار کر انہیں کرکٹ میں حصہ لینے پر مجبور کیا ہوگا۔

"ارے.... یہ غنید بھیک رہا ہے یا مکھیاں اڑا رہا ہے۔" قاسم نے ہٹ نہ لگنے پر چیخ کر کہا۔

"پھر کیسے پھینکوں۔" دوسری طرف سے نوکر بھی چیخا۔

"سالے کان پکڑ کر نکال باہر کروں گا۔ اگر زبان لڑائی.... چل بے تو پھینک شریفے۔"

شریف نے لپک کر دوسرے سے گیند لے لی۔

اس کا انداز پتھر پھینکنے کا سا تھا۔ گیند قاسم کا شانہ سہلاتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ قاسم نے بوکھلاہٹ میں بلا اٹھا کر اسے روکنا چاہا تھا لیکن بلا ایک زور دار آواز کے ساتھ اس کی پیشانی سے ٹکرایا۔

"ارے باپ رے....!" اس نے بلا پھینک کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا.... اور پھر اس کے بعد نوکروں میں بھگدڑ مچ گئی، جدھر جس کے سینگ سمائے نکل بھاگا۔

"ادھر قاسم شاید یہ سوچ رہا تھا کہ کاش اس کے سر پر سینگ بھی ہوتے۔"

پھر اس نے بھی بلا اٹھا کر نوکروں کے پیچھے دوڑنے کا قصد کیا ہی تھا کہ حمید لپکتا ہوا اس کے سر پر پہنچ گیا۔

"حمید بھائی!" قاسم نے خوشی کا نعرہ لگایا۔ "ابے اللہ قسم.... بہت بڑی عمر ہے تمہاری.... ابھی ابھی یاد کیا تھا تمہیں۔"

"کیوں....؟"

"ذرا بولنگ کرو.... پیارے....!"

"دماغ خراب ہوا ہے۔"

"اے جاؤ.... نخرے کرتے ہو۔ پتہ نہیں کیا سمجھتے ہو اپنے کو۔"

"ختم بھی کرو۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کرکٹ کا مشورہ کس گدھے نے دیا تھا۔"

"تم کیوں آئے ہو یہاں پہلے یہ بتاؤ۔" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

"تم نے یاد کیا تھا نا....!"

"میں نہیں یاد کیا تھا۔"

حمید نے سوچا کہیں بے لگام نہ ہو جائے۔ ابھی اسے اپنے ساتھ کوتوالی بھی لے جانا تھا۔

"تم نے یاد کیا تھا" اس نے ہنس کر کہا۔ "اور بالکل ٹھیک وقت پر یاد کیا تھا۔ اگر نہ یاد کرتے تو بڑے گھاٹے میں رہتے۔"

"قیوں....؟"

"بس جلدی سے چلو میرے ساتھ۔"

"کہاں....!" قاسم نے مسکرا کر آہستہ سے پوچھا۔

"بس جہاں میں لے چلوں۔ ایسی چیز ہے کہ پھڑک اٹھو گے۔"

"سچ....!" قاسم نے احمقانہ انداز میں پوچھا اور منہ چلانے لگا۔

"چلو.... دیر نہ کرو.... ورنہ پھر مجھے الزام نہ دینا۔"

"گاڑی نکالوں....!"

"نہیں میری بائیک پر چلو.... یہی مناسب ہے۔"

"نہیں.... یار.... وہ جمشید کی سالی ایک دن کہہ رہی تھی کہ بائیک پر تم بالکل اُلو معلوم ہوتے ہو۔"

"کون.... میں....؟" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"نہیں.... میں۔" قاسم نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

"چلو پھینکو یہ بلا ولا....!" حمید نے اسکے ہاتھ سے بلا لے کر ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا۔

پھر وہ اُسے موٹر سائیکل پر بٹھا کر کوتوالی کی طرف روانہ ہو گیا۔

"کہاں چلنا ہے۔" قاسم نے پوچھا۔

"زیادہ.... دور نہیں.... ارے ہاں یار ذرا ایک ضروری کام بھی یاد آگیا ہے، دو منٹ کے لئے کوتوالی میں رکیں گے۔ اس کے بعد۔"

"تو کوئی بات نہیں.... تو کوئی بات نہیں۔"

موٹر سائیکل فراٹے بھرتی رہی! حمید سوچ رہا تھا کہ کسی دشواری کے بغیر ہی قاسم ہاتھ آگیا ورنہ بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے۔ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ حقیقتاً منزل مقصود کوتوالی ہی ہے تو وہ اپنی کمپاؤنڈ سے باہر قدم نہ نکالتا۔ بیانگ دہل یہی کہتا کہ میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔ اپنے محکمے کے آئی جی کو یہیں میری کوٹھی پر بھیج دو۔

"وہ چیز کیا ہو گی.... پیارے حمید بھائی۔" قاسم نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"بہت تگڑی ہے قاسم....!"

"واقعی.... امے کیوں مذاخ کرتے ہو۔"

"تم خود ہی دیکھ لو گے۔"

"اچھی بات ہے لیکن اگر تم نے دھوکا دیا تو اچھی بات نہ ہو گی۔" کوتوالی پہنچ کر حمید نے معلوم کیا کہ فریدی کہاں ہے؟

وہ لڑکی اور معمر عورت سمیت ایک کمرے میں موجود تھا۔ یہیں ان کے بیانات لئے گئے تھے اور اس وقت ان تینوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔

قاسم اور حمید کے کمرے میں داخل ہوتے ہی خاموشی چھا گئی تھی۔

حمید نے بھی محسوس کیا کہ جیسے وہ ان کی آمد ہی پر خاموش ہوئے ہوں۔

"سالیکم کرنل صاحب۔" قاسم نے فریدی کو دیکھ کر سلام کے لئے ہاتھ اٹھایا۔

مگر فریدی سلام کا جواب دے کر اس سے کچھ کہنے کی بجائے معمر عورت سے بولا۔ "آج کل موسم بہت واہیات جا رہا ہے.... کیا خیال ہے چیچک کی وبا پھیلنے کا بھی امکان ہو سکتا ہے۔"

"جی ہاں.... ہو سکتا ہے۔" عورت نے لاپروائی سے کہا۔ ویسے وہ قاسم کو دیکھ ہی رہی تھی اور قاسم اس طرح لڑکی کو دیکھ رہا تھا جیسے کوئی گناہ کر رہا ہو۔ کبھی لڑکی کو دیکھتا اور کبھی بوکھلا کر فریدی کی طرف دیکھنے لگتا۔ اسی انداز میں جیسے یہ معلوم کرنا چاہتا ہو کہ کہیں فریدی نے اسے وہ گناہ کرتے تو نہیں دیکھ لیا۔

"تم اچھے تو رہے قاسم....!" دفعتاً فریدی نے اس سے کہا۔ "بہت دنوں سے ہماری طرف نہیں آئے۔"

"جج.... جی ہاں.... اچھا کہاں رہا۔" قاسم دردناک آواز میں بولا۔ "ملیریا نے پکڑ لیا تھا۔ بڑی مجبوری ہے.... سر چکراتا ہے.... آنکھوں کے نیچے اجالا.... آجاتا ہے۔"

"اندھیرا....!" حمید نے تصحیح کی۔

"ٹھینگے سے۔" قاسم جھلا گیا۔ "تم سے مطلب....!"

"لڑو مت....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر حمید سے کہا۔ "غالباً تم لوگ تفریح کے لئے نکلے ہو۔"

"جج.... جی ہاں۔"

"بہتر ہے.... جاؤ.... لیکن شام کو چار بجے گھر پہنچ جانا۔"

حمید کچھ کہے بغیر دروازے کی طرف مڑ گیا۔ دراصل اسے غصہ آگیا تھا.... وہ سوچ رہا تھا کہ اب قاسم سے کس طرح گلو خلاصی ہو گی۔ وہ اسے کہاں لئے پھرے گا۔ ظاہر ہے کہ قاسم اب اُس وقت تک اس کا پیچھا چھوڑنے سے رہا جب تک کہ اس بھاگ دوڑ کا مقصد اسے نہ بتا دیا جائے۔

آخر اسے کوتوالی کیوں بلوایا گیا تھا اور پھر اس طرح خیریت دریافت کر کے رخصت کر دینا کیا معنی رکھتا تھا۔

"اے حمید بھائی یہ قون تھی....!" قاسم نے باہر نکل کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر حمید کی سمجھ میں آ گیا کہ قاسم سے کس طرح پیچھا چھڑایا جائے۔

"کیسی تھی....!" حمید نے پوچھا۔

"بڑے گجب.... غضب کی آنکھیں تھیں۔"

"بس یہی دکھانے کے لئے تمہیں لایا تھا۔"

"ارے واہ.... تم نے تو کہا تھا کہ کوتوالی میں ایک کام ہے اس کے بعد پھر وہاں چلیں گے جہاں جانا ہے۔"

"یار قاسم مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"قیوں....؟"

"اگر میں تم سے یہ کہتا کہ وہ غضب کی آنکھیں کوتوالی میں ہیں تو کیا تم یقین کر لیتے۔"

"کیوں نہ کرتا۔"

"ہرگز نہ کرتے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "تم یہی سمجھتے کہ میں تمہیں بے وقوف بنا رہا ہوں بھلا کوتوالی میں غضب کی آنکھوں کا کیا کام۔ البتہ وہاں غضب ناک آنکھیں ضرور ملتی ہیں۔"

"پتہ نہیں.... مارو غولی.... مگر اب کہاں لے جا رہے ہو۔"

"کہیں بیٹھ کر ان غضب کی آنکھوں کی یاد میں آہیں بھریں گے۔"

"فریدی صاحب وہاں کیا کر رہے تھے۔"

"ارے.... وہ میرا تو ناک میں دم ہو گیا ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "وہیں ایک بوڑھی عورت بھی تھی نا...."

"ہاں ہاں.... وہ کون تھی۔"

"اسی لڑکی کی ماں.... فریدی صاحب بوڑھی عورت سے شادی کرنے جا رہے ہیں اور مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں لڑکی سے شادی کر لوں۔"

"تو پھر مجھے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔" قاسم نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"تمہیں نہیں تو پھر کیا تمہارے باپ کو لاتا۔"

"ذرا لا کر تو دیکھو کیسی گت بناتا ہوں۔ بڑے لائیں گے میرے باپ کو؟"

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں پیارے۔ میں دراصل دوستوں کی پسند کی شادی کرنا چاہتا ہوں اگر تمہیں پسند ہے تو پھر ٹھیک ہے پسند نہیں آئی تو انکار کر دوں گا۔"

"تم الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔"

"بالکل سیدھی باتیں ہیں۔"

"ابے تو پھر شادی دوستوں کو کرنی ہے یا تمہیں۔"

"شادی تو مجھے ہی کرنی ہے۔ مگر شادی کے بعد مجھے اتنا وقت کہاں ملے گا کہ میں بیوی میں دلچسپی لے سکوں۔"

"ہی ہی ہی ہی....!" قاسم دونوں ہاتھوں سے منہ دبا کر ہنسنے لگا۔ پھر ہنستا ہوا بولا۔ "یعنی کہ ہی.... وہ دوستوں کی ہی ہی ہی.... اے جاؤ۔"

"اگر تم کہو تو میں کرنل کو اس پر راضی کر لوں کہ تمہاری شادی اس سے ہو جائے گی۔"

"ہائیں.... ہائیں....!" قاسم ہنستا ہوا بولا۔ "ایک ہی بات ہے تم ہی کر لو شادی....! مگر یہ ایسی بھی نہیں ہے کہ تم اس سے شادی کر لو.... اے کیا کہا تھا تم نے کرنل اس بوڑھیا سے شادی کریں گے۔"

"ہاں....!" حمید ایک ٹھنڈی سانس لے کر درد بھری آواز میں بولا۔

"ارے یار پچھلے سال جس عورت سے انہوں نے شادی کرنے کی کوشش کی تھی وہ اس سے بھی زیادہ بوڑھی تھی۔ بدقت تمام میں نے انہیں روکا تھا۔"

"اچھا میں تو اب جاؤں گا۔" یک بیک قاسم نے کہا اور حمید کو اس پر بڑی حیرت ہوئی کیونکہ وہ تو اسے پکڑ لینے کے بعد کسی طرح پیچھا ہی نہیں چھوڑتا تھا.... کچھ بھی ہو۔ حمید خود بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح اس سے پیچھا چھوٹ جائے۔

اسے یہ بھی تو دیکھنا تھا کہ آخر اسے کوتوالی میں طلب کر کے اسکی خیریت کیوں دریافت کی گئی تھی۔

کتے کا مالک

ٹھیک چار بجے وہ گھر پہنچ گیا۔ فریدی موجود تھا۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ اُسے غصیلی

نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

"یہ کیا حماقت تھی؟" اس نے پوچھا۔

"کیسی حماقت؟"

"لڑکی نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے دلاور کو کس طرح قابو میں کیا تھا۔"

"اگر اسے قابو کرنا حماقت تھی تو میں تہہ دل سے معافی کا خواستگار ہوں۔" حمید نے جلے لہجے میں کہا۔

فریدی چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اگر وہ خود ہی نروس نہ ہو گیا ہوتا اس احمقانہ دلیری کا انعام تمہیں ضرور مل جاتا۔"

"اوہ....!" حمید نے ایک طویل سانس لی اور پھر آرام کرسی میں گرتا ہوا بولا۔ "میں ایک ایسے آدمی کا شاگرد ہوں جو خود بھی عاقبت اندیشی کا قائل نہیں ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہے۔ خود ہی بھگتو گے کسی دن۔"

"ویسے مجھے خود بھی افسوس ہے کہ اس کی گولی کا شکار نہ ہو سکا۔ قاسم کے ساتھ وقت برباد کرنے سے بہتر تو یہی ہوتا۔"

"اوہ....!" فریدی مسکرایا۔

"آپ اگر مجھے ٹالنا چاہتے تھے تو یوں بھی ٹال سکتے تھے۔ خواہ مخواہ قاسم کو کیوں گھسیٹ ڈالا۔"

"آہا.... تمہیں شاید یہ ناگوار گذر رہا ہے کہ میں نے قاسم کی خیریت پوچھی تھی۔"

"خیریت آپ فون پر بھی دریافت کر سکتے تھے۔ پھر اس کا کیا مطلب تھا کہ خیریت کوتوالی ہی میں دریافت کی جائے۔"

"کیا اس لڑکی نے تمہیں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔"

"نہیں شاید اس کی ممی اس کے حصے کی باتیں بھی جانتی ہے.... اس لئے وہ باتیں براہ راست آپ کے ہی حصے میں آئی ہوں گی۔"

"وہ باتیں عجیب بھی ہیں حمید صاحب اور دلچسپ بھی۔"

"یقیناً ہوں گی.... لیکن اگر آپ بتانا نہیں چاہتے تو اس انداز میں ان کا تذکرہ بھی نہ کیجئے۔"

"میں بتانا چاہتا ہوں۔" فریدی مسکرایا۔

"مگر شرط یہ ہے کہ میں پہلے آپ کو بھیم پلاسی سناؤں پھر تانڈو ناچ کر دکھاؤں۔"

"نہیں بڑی ہلکی شرط ہے۔"

"ہلکی بھاری کی پرواہ نہیں ہے آپ شرط بیان کیجئے۔"

"تمہیں شہر میں ایک ایسا کتا تلاش کرنا ہے جس کے کان سفید ہیں اور جسم سیاہ۔"

"نہ ملا تو میں خود ہی بن جاؤں گا مگر خدا کے لئے اب بور نہ کیجئے۔"

شہر کے بعض مالدار آدمی اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ فریدی نے کہا اور حمید ایک ں پر کھڑا ہو کر کتوں کی طرح بھونکنے لگا۔ فریدی کو ہنسی آ گئی....

"کاش یہ کتا اس ہنسی میں بھی آپ کا ساتھ دے سکتا۔" حمید نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"یہ حقیقت ہے حمید صاحب میں نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔" فریدی نے کہا۔

"اور ان مالدار آدمیوں میں وہ کتا بھی شامل ہے۔"

"تم مذاق ہی سمجھ رہے ہو۔" فریدی ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

"نہیں مجھے یقین ہے کہ وہ اس شادی کے لئے آپ کی رضامندی حاصل کرنے آئی تھی۔"

"مگر میں صرف قاسم کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اسے کوتوالی میں کیوں بلوایا تھا۔"

"قصہ طویل ہے! مختصراً یہ کہ.... کئی مالدار آدمی اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ بوڑھی کافی چالاک ہے۔ جب اس قسم کے پیغامات آنے شروع ہوئے تو اس نے سختی سے انکار کرنا شروع کر دیا۔ شروع میں وہ لوگ منت سماجت کرتے رہے پھر کئی بار لڑکی کو اغواء کرنے کی کوشش کی گئی۔ بوڑھی الجھن میں ہے کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ اس کی لڑکی بیلا کبھی سوسائٹی میں بھی نہیں آئی.... مردوں سے اس کا میل جول قطعی نہیں تھا۔ یہ بوڑھی عورت مسز مطرب چونکہ برائیوں میں اپنی زندگی گزار چکی ہے اس لئے اس نے بیلا کو کڑی نگرانی میں رکھا تھا اور کوشش کرتی رہی تھی کہ وہ بے راہ نہ ہونے پائے۔ لیکن پھر بھی اس کے اتنے گاہک پیدا ہو چکے ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ ان متمول آدمیوں میں سے بعض اس سے براہ راست بھی مل چکے ہیں۔ نواب بہار عاصم کا بیٹا قاسم بھی ان میں سے ایک تھا۔"

"قاسم....!" حمید یک بیک اچھل پڑا۔

"ہاں! لیکن وہ قاسم کو شناخت نہیں کر سکی۔ قاسم کو اس طرح وہاں بلوانے کا یہی مقصد تھا
اسے شناختی پریڈ سمجھ لو..... قاسم کا نام آتے ہی میں نے سوچا تھا کہ وہ اس کی ہمت نہیں کر سکے
کیونکہ اپنے باپ سے بے حد ڈرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قاسم کے نام سے کوئی دوسرا ہی اس سے ملا
ہو..... یہی حقیقت بھی تھی۔"

"فراڈ....!"

"ابھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ مگر فراڈ سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"اس عورت کے ساتھ فراڈ ہو رہا ہے یا وہ خود فراڈ کر رہی ہے۔"

"عورت....!"

"اس کے لئے مقصد بھی ضروری ہے۔ بھلا اس فراڈ کا ہماری ذات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے
وہ ہمارے پاس کیونکر آئی تھی۔"

"کیا آپ مسز شوخ[1] کا واقعہ بھول گئے۔"

"مجھے یاد ہے۔"

"دلاور والا ڈرامہ مشتبہ ہے میری نظروں میں۔" حمید نے کہا۔ "مگر اس نے اپنی ٹیکسی میں
دلاور کی موجودگی کا کیا جواز پیش کیا تھا۔"

"جب اس نے یہ محسوس کیا کہ لڑکی کے اغواء کی کوشش ہو رہی ہے تو اس نے چند بدمعاش
ملازم رکھے۔ دلاور بھی انہیں میں سے ایک تھا۔"

"اور اس کا تعلق بھی کسی ایسی ہی پارٹی سے تھا جو شادی کے لئے کوشاں ہے۔"

"ہاں عورت کا بھی یہی خیال ہے۔"

"آپ نے ان لوگوں کو بھی چیک کیا جن کا نام اس سلسلے میں لیا گیا تھا۔"

"صرف تین آدمیوں کے نام اس نے لئے تھے ویسے امیدواروں کی لسٹ لمبی ہے۔ تین کے
علاوہ اور کسی کا نام بوڑھی کو یاد نہیں۔ ان میں سے ایک قاسم ہی تھا جسے وہ شناخت نہیں کر سکی۔"

"دوسرے آدمی نے بھی اس طرف سے لاعلمی ظاہر کی۔ یہ دوسرا آدمی پرنس دارا پور ہے!
اس کا نام بھی اس نے لیا تھا۔"

[1] مسز شوخ کی کہانی کے لئے جاسوسی دنیا کی "نیلی روشنی" جلد نمبر 6 ملاحظہ فرمائیے۔

"بہت اونچی جا رہی ہے۔"

"تیسرے آدمی نے اعتراف کیا۔ اس نے اسے پیغام بھجوایا ہے۔"

"وہ تیسرا آدمی کون ہے۔"

"وہ ایک خبطی آدمی ہے۔ مالدار بھی ہے.... ممکن ہے تم نے صبا نسیمی کا نام سنا ہو۔"

"ارے وہ مجہول شاعر..... جو اکثر مشاعروں میں شراب پی کر ناچنے لگتا ہے۔"

"وہی! رند مشرب آدمی ہے۔ لیکن اس نے بتایا کہ وہ بیلا سے صرف اس لئے شادی کا
خواہش مند ہے کہ اس کا باپ مطرب بھی ایک بہت اچھا شاعر تھا۔"

"بوڑھی پرنس دارا پور کو شناخت کر سکی ہے یا نہیں۔"

"ابھی اس کی نوبت نہیں آئی.... لیکن اس کی شناختی پریڈ کے لئے بھی کوئی نہ کوئی بہانہ پیدا
کرنا ہی پڑے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ قاسم ہی کے معاملے کی طرح وہ بھی غلط ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

حمید بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

"یہ سفید کانوں والے سیاہ کتے کے متعلق آپ نے کیا کہا تھا۔"

"ان لوگوں میں سے ایک آدمی کے ساتھ ایسا ہی کتا دیکھا گیا تھا جنکے نام اسے یاد نہیں ہیں۔"

"یہ صبا نسیمی بھی بذاتِ خود اس سے ملا تھا یا اس نے کسی سے پیغام بھجوایا تھا۔"

"خود بھی ملا تھا.... اور دوسروں سے بھی سفارش کرائی تھی۔"

"لڑکی بہت مالدار ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"قطعی نہیں! متوسط طبقے کے لوگ ہیں۔"

"تب پھر اس کا کوئی لاولد چچا یا ماموں دس پندرہ جواہرات کی کانوں کا مالک رہا ہو گا کسی دور
افتادہ علاقے میں جا مرا ہو گا۔"

"بس اسی طرح سوچتے رہو۔" فریدی زہر خند کے ساتھ بولا۔ "اختتام پر کسی جیالے ہیرو
...ن کی شادی بھی ہو جائے گی۔"

"پھر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔ "وہ خود بھی مالدار نہیں ہے.... چاند

کا ٹکڑا بھی اسے نہیں کہا جاسکتا۔ وہ کبھی سوسائٹی میں بھی نہیں آئی۔ پھر کیوں مرے جارہے ہیں
لوگ اس کے لئے....!"

"اگر عورت کا بیان درست ہے تو یہی معلوم کرنا پڑے گا۔"

حمید پھر خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد بولا۔ "کیا میں صبا نمی
ٹٹولنے کی کوشش کروں۔"

"اس سے پہلے پرنس دارا پور کی شناخت ضروری ہے۔"

"پرنس دارا پور کو اکثر میں نے ہائی سرکل کلب میں بھی دیکھا ہے۔"

"ضرور دیکھا ہوگا۔" فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔ حمید نے محسوس کیا جیسے یک بیک اس کی
ساری دلچسپی ختم ہوگئی ہو۔ اس کے چہرے پر ایسے ہی آثار نظر آئے تھے۔

حمید چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تو اب میری چھٹی ہے نا....!"

"نہیں.... تمہیں بھی کچھ کرنا ہے۔"

"کس سلسلے میں۔"

"کیا اتنی دیر سے تم مجھے بھیرویں سنا رہے تھے۔" فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"آہا.... ٹھیک تو پھر مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ اتوار کو
دما بھی غیر حاضر ہو جانا چاہتا ہے۔"

"تمہیں ان دونوں کی حفاظت کرنی ہے۔"

"طریقہ کیا ہوگا۔"

"تم ان کے یہاں مہمان کی حیثیت سے قیام کرو گے۔"

حمید نے ایک طویل سانس لی۔ فریدی کا فیصلہ غیر متوقع تھا اس سے پہلے کبھی اس نے ا
کسی عورت کا مہمان بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"لیکن تاوقتیکہ آپ عورت کے بیان کی تصدیق نہ کرلیں میں اسے دردسری ہی سمجھتا ہوں۔"

"اگر عورت کے بیان کی تصدیق نہ ہو سکی تو اس صورت میں اس کیس کی کیا شکل ہوگی۔"
فریدی نے غصیلے لہجے میں سوال کیا۔

"اوہ.... تب تو....!" حمید خاموش ہوگیا۔

"اگر وہ جھوٹی ہے تو ہمارے پاس کیوں آئی تھی؟ مقصد کیا ہو سکتا ہے اس جھوٹ کا اور پھر
بہت سے ہم ہی کیوں! وہ براہِ راست باقاعدہ طور پر ہمارے محکمے سے امداد طلب کر سکتی
"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں.... دیکھئے نا.... وہ لڑکی کچھ زیادہ جچی نہیں تھی ورنہ میں آپ
اتنی بحث ہی نہ کرتا۔"

"بکواس بند کرو.... جاؤ.... چائے پیو۔ اس کے بعد باہر چلنا ہے۔"

حمید سوچ رہا تھا کہ یہ کس قسم کی سازش ہو سکتی ہے۔ ان دنوں تو فریدی کے پاس کوئی اہم
نہیں تھا۔ سازش کا خیال پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے بھی کئی بار بعض مجرموں
اصل کیس سے ان کی توجہ ہٹانے کے لئے عجیب و غریب حرکتیں کی تھیں اور ان کے نتائج
اصل کیس سے بھی زیادہ اہم سمجھے جاسکتے تھے۔ لہٰذا ممکن تھا کہ یہ شادی اور اغواء کا جھگڑا بھی
قبیل کی کوئی چیز ہوتا۔

"تقریباً چھ بجے وہ باہر کے لئے روانہ ہوگئے.... حمید کا موڈ اچھا ہی تھا۔"

"اب ہم کہاں جارہے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ پچھلے سال کتوں کی نمائش میں ایک کتا ایسا بھی تھا جس کے کان سفید
اور جسم سیاہ۔ وہ کتا یقیناً ایسا ہی تھا کہ اسے رکھا جاسکے۔ اگر مسز مطرب نے خصوصیت سے اس
والہ دیا ہے تو اس کی یادداشت کو غیر معمولی بھی نہیں کہا جاسکتا۔ تم خود سوچو کوئی ایسا کتا جس کا
بالکل سیاہ ہو اور صرف کان سفید ہوں.... اتنے سفید کہ دیکھنے والا ان کے بے داغ ہونے کا
خصوصیت سے تذکرہ کرے۔"

"اگر مجھے کوئی سینگوں والا کتا نظر آئے تو مجھے اس کی بھی ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی۔" حمید نے
"کیونکہ سارے ہی کتے بھونکنے والے ہوتے ہیں خواہ آپ انہیں شیکسپیئر کے سارے ڈرامے
زبانی نہ رٹوا دیجئے۔"

"غیر متعلق باتیں کرنے والوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" فریدی نے خشک لہجے
میں پوچھا۔

"وہ عموماً بڑے آدمی ہوتے ہیں۔" حمید نے کہا پھر جلدی سے بولا۔ "مگر ہم اس کتے کو کہاں

تلاش کرتے پھریں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں سر سیتارام کی یادداشت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔"

"مگر وہ تو آپ کی شکل ہی دیکھ کر سرخ ہو جاتا ہے! کیونکہ آپ ہی اس کی بدنامی کا باعث بنے تھے۔"

"کسی دوسرے سے معلوم کراؤں گا۔"

"کچھ دیر بعد فریدی کی کار عدنان کی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ یہ ایک بڑا سرمایہ دار اور کر فریدی کے مداحوں میں سے تھا۔"

اس نے بڑی گرم جوشی سے ان دونوں کا استقبال کیا.... فریدی نے اسے بتایا کہ وہ ایک کے متعلق معلومات فراہم کرنا چاہتا ہے۔

سر سیتارام کے حوالے پر عدنان نے کہا کہ وہ بہ آسانی اس سے معلوم کر سکے گا۔

"عدنان انہیں اپنی کوٹھی ہی میں چھوڑ کر چلا گیا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک گھنٹے اندر ہی اندر انہیں مطلع کرے گا۔"

"اس کے بعد کیا ارادہ ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"صبا نسیمی جو اس کا اعتراف کرتا ہے اس طرح کیوں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔!"

"وہ سامنے ہی ہے، دراصل ان لوگوں کو اہمیت دینی ہی پڑے گی جو قاسم اور پرنس دارا کے نام پر مسز مطرب کو دھوکا دیتے رہے ہیں۔"

"آپ اتنے پر یقین لہجے میں اس کا تذکرہ مت کیجئے ہو سکتا ہے وہی ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"تو کیا اس طرح اس کا تذکرہ کرنے سے مجھ پر آسمان ٹوٹ پڑے گا۔" فریدی جھلا گیا۔

"معاف کیجئے گا میں اس وقت اخلاقیات کی وادی میں بھٹک رہا تھا۔"

فریدی کچھ نہ بولا.... اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ تم نے ابھی تک دلاور کے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔"

"کیا پوچھوں! میں جانتا ہوں کہ وہ یا تو مر چکا ہو گا یا مرنے والا ہو گا۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس بُری طرح مارنے کی کیا ضرورت تھی۔" فریدی نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"افسوس کہ خالی ہاتھ تھا ورنہ اور زیادہ سلیقے سے مارتا۔"

"نہیں.... یہ غلط ہے قابو میں آئے ہوئے آدمی کو اس طرح نہیں مارنا چاہئے۔"

"اگر قابو میں لانے ہی کے لئے اتنی محنت کرنی پڑی ہو تو....؟"

"نہیں....! مجھے یقین ہے کہ وہ آسانی سے قابو میں آ گیا ہو گا۔"

"تو پھر شاید وہ نشانہ بازی کی مشق کر رہا تھا اور میں بچاؤ کی۔"

"کیا اس سے لپٹ پڑنے کے بعد تمہیں زیادہ دیر تک جدوجہد کرنی پڑی تھی۔"

"ختم بھی کیجئے۔" حمید اکتا کر بولا۔ "اگر مجھ سے ذرا سی بھی لغزش ہو گئی ہوتی تو آپ یہاں نے کی بجائے میری میت سمیت قبرستان میں ہوتے۔ میں نے آپ سے صرف یہ معلوم کرنا اہا تھا کہ دلاور نے کیا بیان دیا ہے۔"

"مجھے اس کے بیان پر یقین نہیں آیا۔" فریدی نے کہا۔ "ویسے اس نے کہا تھا کہ وہ اس لڑکی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس سے بے حد محبت کرتا ہے۔"

"آپ کو یقین کیوں نہیں آیا۔"

"بس یونہی۔ فی الحال اس کے لئے میرے پاس کوئی منطقی دلیل نہیں ہے۔"

"تب پھر مجبوراً مجھے اس کا بیان صحیح تسلیم کرنا پڑے گا۔" حمید نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "محبت وغیرہ کے معاملات میں آپ مجھ سے مشورہ کئے بغیر کوئی رائے نہ قائم کیا کیجئے۔"

"فریدی پھر خاموش ہو گیا تھا اس نے جیب سے سگار کیس نکالا اور ایک سگار منتخب کر کے کا گوشہ توڑنے لگا۔"

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھایا اور جس طرح بولنے والے کو مخاطب کیا سے حمید نے یہی اندازہ لگایا کہ دوسری طرف عدنان ہی ہو سکتا ہے۔ کچھ دیر بعد اس نے ریسیور رکھ کر ایک طویل سانس لی۔

"کیوں کون تھا....؟" حمید نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے وہ بات کسی حد تک سوچ سمجھ کر کہی تھی۔"

"کون سی بات....!"

"یہی کہ ہو سکتا ہے یہ کسی مالدار لاولد چچا یا ماموں کی کہانی ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"سر سیتارام نے اس کی تصدیق کر دی ہے کہ پچھلی نمائش میں ایک کتا ایسا تھا اور انہوں نے کتے کے مالک کا نام بھی بتایا ہے۔"

"کیا پرنس دارا پور۔"

"نہیں....!"

"خان افضل....!"

"اوہو....وہی جس کی چاندی کی کانیں جنوب میں ہیں۔"

اندھیرے میں ہنگامہ

رات تاریک تھی.... لیکن مطلع غبار آلود نہیں تھا۔ اس لئے تاروں کی چھاؤں میں بھی حمید عمارت کے عقبی حصے کی دیکھ بھال بخوبی کر سکتا تھا۔

یہ ایک قدیم وضع کی بڑی عمارت تھی اور مختلف ترکوں میں منتقل ہوتی ہوئی مسز مطرب یا بیلا مطرب تک پہنچی تھی، اگر یہ ان کا آبائی مکان نہ ہوتا تو یہ خواب میں بھی اتنی بڑی عمارت کا تصور نہ کر سکتیں۔ یہ عمارت شہر کے اس حصے میں واقع تھی جو پرانا شہر کہلاتا تھا.... وہ دونوں متوسط طبقے کے افراد کی سی زندگی بسر کرتی تھیں۔ کسی زمانے میں مطرب کا شمار ضرور بڑے آدمیوں میں ہوتا تھا۔ لیکن اس کی موت کے بعد اس کی دولت میں گویا پر لگ گئے تھے مسز مطرب نے دل کھول کر اور آنکھیں بند کر کے اس کی پس انداز کی ہوئی رقومات اڑائی تھیں۔ اگر مطرب نے کچھ جائیداد و مکانات اور باغات کی شکل میں نہ چھوڑی ہوتی تو یہ ماں بیٹی اب تک کوڑی کوڑی کو محتاج ہو چکی ہوتیں.... اب مکانات اور باغات ہی کی آمدنی پر ان کی بسر اوقات کر سکتی تھیں۔ مگر اس آمدنی کی بنا پر انہیں اتنا مالدار بھی نہیں سمجھا جا سکتا جتنا خود مطرب تھا۔

حمید کی آمد پر مسز مطرب نے اب بڑی خوشی ظاہر کی تھی اور اس کا شکریہ بھی ادا کیا تھا

کیونکہ اگر پچھلے دنوں وہ اس کی مدد نہ کرتا تو بیلا یقینی طور پر اڑا لی گئی ہوتی! بھلا دلاور نے کون سا نتیجہ اٹھا رکھا تھا۔ پھر مسز مطرب نے حمید کو یہ بھی بتایا کہ کرنل سے طالب امداد ہونے کا مشورہ بیلا ہی نے دیا تھا اور اسی نے اس ملاقات کی ہمت بھی دلائی ورنہ مسز مطرب کی ہمت ہی نہ پڑتی.... اور پھر اسی دلاور نے بیلا کو فریدی ہی کی کمپاؤنڈ سے اڑا لے جانے کی کوشش کی تھی۔

حمید نے مسز مطرب کو یقین دلایا تھا کہ اب ان سازشیوں کے فرشتے بھی بیلا تک نہیں پہنچ سکتے۔ مسز مطرب گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی اور حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خود کسی گدھے پر سوار ہو۔ کیونکہ ابھی تک اسے کوئی بات نہیں نظر آئی تھیں جو اس کی شب بیداری کی اہمیت بڑھا سکتی۔

وہ عمارت کی دوسری منزل پر تھا۔ کیونکہ وہ دونوں اوپری منزل ہی پر سوتی تھیں! نیچے چار پٹھان چوکیداروں کا پہرہ تھا جن پر اعتماد کیا بھی جا سکتا تھا اور نہیں بھی کیا جا سکتا تھا، کیونکہ یہ بھی دلاور ہی کی طرح حال ہی میں ملازم رکھے گئے تھے۔

دور کسی گھڑیال نے ایک بجایا اور حمید ایک کمرے کی عقبی کھڑکی کھول کر عمارت کی پشت پر دیکھنے لگا۔ اس طرف دور تک قدیم عمارتوں کے کھنڈروں کا سلسلہ تھا جن میں کہیں کہیں روشنی بھی نظر آ رہی تھی۔ اکثر خانہ بدوش ان کھنڈرون کے آس پاس جھونپڑیاں ڈال لیا کرتے تھے۔

یک بیک حمید چونک پڑا اس نے قریب ہی قدموں کی آوازیں سنیں تھیں۔ کوئی اوپری منزل کے کسی قریبی حصے میں چل رہا تھا۔ وہ دروازے کی طرف جھپٹا۔ اور پھر دروازے ہی پر ٹھٹک گیا.... صحن میں اسے ایک سایہ نظر آیا تھا دوسرے ہی لمحے میں اس کا ریوالور نکل آیا۔

"خبردار اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرنا۔" وہ غرایا۔

"اوہ.... یہ میں ہوں کپتان صاحب۔" اس نے بیلا کی دھیمی آواز سنی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔"

"نیند نہیں آ رہی مجھے۔"

"اور ممی تمہاری۔"

"وہ سو رہی ہیں۔"

"جاؤ تم بھی سو جاؤ۔"

"کیسے سو جاؤں نیند آتی ہی نہیں۔"

حمید سوچنے لگا۔ کیا وہ خود ہی فرار ہو جانے کے چکر میں ہے۔ بیلا قریب آ گئی تھی۔ حمید نے
کیروسین لیمپ کی بتی بڑھا دی۔

"بیلا شب خوابی کے لباس میں تھی اور اسی وقت نہ جانے کیوں معمول سے زیادہ دلکش نظر
آ رہی تھی۔"

"کیا آپ خواب کی تعبیر بھی بتا سکتے ہیں۔" اس نے پوچھا اور حمید کو اس بے تکے سوال پر
غصہ آیا۔

"کیوں....؟" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں اپنے ایک خواب کی وجہ سے الجھن میں پڑ گئی ہوں؟"

"کیسا خواب تھا۔"

"پچھلی رات میں نے دیکھا جیسے میں کنوئیں میں گر گئی ہوں۔"

"آپ عنقریب ہوائی سفر کریں گی۔"

"یہ کیسے کہہ دیا آپ نے۔"

"تعبیر ہمیشہ الٹی ہوتی ہے۔" حمید غصیلے لہجہ میں بولا۔ "ایک بار میں نے دیکھا تھا جیسے میں
ہوائی سفر کر رہا ہوں۔ دوسرے ہی دن کنوئیں میں گر گیا تھا۔"

بیلا ہنسنے لگی۔ اس پر حمید نے کہا۔ "آپ کو شرم آنی چاہئے۔ میں کنوئیں میں گر گیا تھا اور آپ
ہنس رہی ہیں۔ لیکن اگر ممی جاگ گئیں تو ہم دونوں ہی کو رونا پڑے گا۔ لہٰذا چپ چاپ رخصت
ہو جائیے.... جائیے۔"

"نہیں وہ نہیں جاگ سکتیں۔"

"کیا زہر دے دیا ہے آپ نے....!"

"آپ فضول باتیں کیوں کرتے ہیں.... خدانخواستہ۔" وہ جھنجھلا گئی۔

"پھر ان کے جاگنے میں کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے۔"

"وہ خواب آور دوا لے کر سوتی ہیں۔"

"مجھے حیرت ہے محترمہ بیلا۔"

"کیوں حیرت کیوں ہے۔"

"ایسے حالات میں بھی وہ خواب آور دوائیں استعمال کر سکتی ہیں۔"

"ان کے بغیر انہیں نیند ہی نہیں آتی۔ ادھر مسلسل تین راتوں سے جاگ رہی تھیں آج
شاید آپ کی موجودگی کی بناء پر انہیں اطمینان تھا۔"

حمید چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "بیٹھ جائیے۔"

بیلا ایک اسٹول پر بیٹھ گئی۔

"آپ کہاں پڑھتی ہیں؟"

"زنانہ گورنمنٹ کالج میں....!"

"کس ایئر میں....!"

"تھرڈ ایئر میں....!"

"کسی ایسے کالج میں داخلہ کیوں نہیں لیا تھا جہاں مخلوط تعلیم کا طریقہ رائج ہو۔"

"کیوں....؟ وہاں کیا کرتی۔"

"وہاں بھی پڑھتیں.... مطلب یہ کہ....!"

"ممی مخلوط تعلیم والے اداروں کو پسند نہیں کرتیں۔"

"مگر آپ کی یہی خواہش تھی کہ آپ کسی ایسے ہی ادارے میں تعلیم حاصل کریں۔"

"آپ خواہ مخواہ مجھے متہم کر رہے ہیں۔ جی نہیں یہ میری خواہش کبھی نہیں رہی۔"

"آپ خواہ مخواہ خفا ہو رہی ہیں.... میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ مخلوط تعلیم کی شائق
رہیں۔ بس یونہی ایک بات پوچھ لی تھی۔ اگر آپ کو ناگوار گزری ہو تو....!"

"نہیں نہیں.... آپ بھی غلط سمجھے.... ممی اسے قطعی پسند نہیں کرتیں کہ میری دوستی
لڑکوں سے ہو۔ دیکھئے بات دراصل یہ ہے کہ میں آج کل سوچتی کچھ ہوں اور زبان سے کچھ نکل
جاتا ہے۔"

"آپ ہوائی سفر ضرور کریں گی اسے لکھ لیجئے.... ارے ہاں.... آپ تو خیر ممی کے ڈر سے
لڑکوں سے دوستی نہ کرتی ہوں گی لیکن بعض لڑکے یقیناً آپ سے دوستی کے خواہش مند ہوں
گے.... جی ہاں.... قدرتی بات ہے۔"

"میں کسی ایسے لڑکے کو نہیں جانتی جو مجھ سے دوستی کا خواہش مند ہو۔"

"پھر بھی.... آپ کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکوں گا۔"

"کیوں....؟"

"آپ مردوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ہکلائے بغیر مردوں سے گفتگو کر سکتی ہیں۔"

"آپ کو شاید یہ نہیں معلوم کہ میں اپنے کالج کی بہترین مقرر تسلیم کی جاتی ہوں۔ ابھی اسی سال میں نے پورے صوبے کے تقریری مقابلے میں پہلا انعام لیا تھا۔"

"کیا آپ نے مردوں کے مجمع میں بھی کبھی تقریریں کی ہیں۔"

"نہیں ابھی تک تو اس کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔ وہ دراصل اس فکر میں تھا کہ کسی طرح اس شادی کے ہنگامے کی تہہ تک پہنچ سکے۔"

اچانک وہ اچھل پڑا.... سامنے والی دیوار پر اسے ٹارچ کی روشنی کی جھلک نظر آئی تھی۔

"کیا بات ہے۔" بیلا بھی اچھل پڑی۔

"خاموش رہو۔" حمید نے آہستہ سے کہا اور بڑی تیزی سے عقبی کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

وہ پٹھان چوکیداروں میں سے کسی کی ٹارچ کی روشنی نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ حمید نے انہیں عمارت کی پشت پر آنے سے روک دیا تھا۔

ان کے ذمے صرف اتنا کام تھا کہ وہ عمارت کے سامنے موجود رہیں۔ یہ انتظام اس نے فریدی کی ہدایت کے مطابق کیا تھا۔

اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا لیکن اب اسے آس پاس کہیں بھی ٹارچ کی روشنی نہ دکھائی دی۔ البتہ اس کی چھٹی حس خطرے کا اعلان ضرور کر رہی تھی۔

اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا جس کے سارے چیمبر بھرے ہوئے تھے۔ اچانک کھنڈروں سے فائروں کی آوازیں آنے لگیں۔

"یہ کیا ہونے لگا؟" بیلا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہو سکتا ہے کہ شادی کے کچھ خواہش مند آپس میں ٹکرا گئے ہوں۔" حمید نے خشک لہجے

فائروں کی آوازیں سناٹے کا سینہ مجروح کرتی رہیں۔ حمید بیلا کی چڑھتی ہوئی سانسوں کی صاف سن رہا تھا۔ اس نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر کیروسین لیمپ کر دیا۔

"یہ کیا کیا آپ نے....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"آہا تو کیا آپ ان پر واضح کرنا چاہتی ہیں کہ آپ اُن کے اس دلچسپ مشغلے سے محظوظ ہو رہی ہیں۔"

بیلا کچھ نہ بولی اور حمید سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

اب اکا دکا فائروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ایک پارٹی میدان چھوڑ رہی ہو۔

"کیا آپ نے ابھی تک ممی کو نہیں بتایا۔" دفعتاً اس نے بیلا سے پوچھا۔

"کیا....؟" بیلا نے چونکنے کے سے انداز میں سوال کیا۔

"اس ہنگامے کے متعلق....!"

"کیا بتاتی.... میں کیا جانوں....؟"

"مجھے حیرت ہے کہ آپ جیسی تیز اور ذہین لڑکی اس ہنگامے کا مقصد نہیں جانتی۔"

"خدا گواہ ہے کہ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"حالانکہ یہ گدھے شاید نہیں جانتے کہ آپ صوبائی تقریری مقابلے میں اول انعام لے چکی ہیں۔"

"کیا مطلب....!"

"عورتیں یونہی پیدائشی مقرر ہوتی ہیں اگر تقریروں کے مقابلے میں حصے لینے لگیں تو پھر کا پوچھنا....!"

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔"

"آپ نہیں سمجھ سکتیں۔" حمید ٹھنڈی لے کر بولا۔ "اب یہی دیکھ لیجئے کہ باہر گولیاں چل رہی ہیں اور آپ کو صرف میری بات کا مطلب سمجھنے کی فکر ہے۔"

"میں سمجھ گئی! آپ یہی کہنا چاہتے ہیں نا کہ عورتیں بہت باتونی ہوتی ہیں مردوں کا دماغ

چاٹ ڈالتی ہیں۔ مگر کسی پڑھے لکھے آدمی کی زبان سے ایسی بات سن کر مجھے یقیناً تکلیف ہوگی۔ مرد عورتوں کے معاملے میں ہمیشہ اور ہر دور میں تنگ نظر رہے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ وہ ہر حال میں عورت پر اپنی برتری جتانا چاہتے ہیں۔ اگر انہیں ایسی عورتیں مل جاتی ہیں جو ان کی ذہنی سطح سے بلند ہوں۔ تو وہ انہیں باتونی دماغ چاٹنے والی کہہ دیتے ہیں.... اور....!"

"محترمہ.... محترمہ.... آپ فائروں کی گونج میں تقریر کر رہی ہیں۔"

"یقیناً کر رہی ہوں۔ میں خود کو آپ سے کمتر نہیں سمجھتی....! اگر آپ مجھے پاگل سمجھتے ہیں تو آپ کو خود پر بھی نظر ثانی کرنی پڑے گی.... کیا میں نے آپ کو فائر کرنے والے پر موٹر سائیکل چڑھاتے نہیں دیکھا۔ وہ دیوانگی نہیں تو اور کیا تھی۔ اگر آپ ذرا سا بھی بہکتے تو آپ کا کیا حشر ہوتا۔"

حمید پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تھا۔ بیلا کی یہ بے موقع کائیں کائیں اسے گراں گذر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ فائروں کیطرف سے لاپروائی ظاہر کر کے اس کا مذاق اڑا رہی ہو۔

فائر اب بھی ہو رہے تھے لیکن اب ان میں آدمیوں کا شور بھی شامل ہو گیا تھا۔ پاس پڑوس والے غل مچا رہے تھے۔

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں محلے والے آپ ہی لوگوں کے خلاف نہ ہو جائیں۔" حمید نے کہا۔

"تو کیا بگاڑ لیں گے ہمارا۔" قینچی کی طرح چلنے والی زبان گویا پہلے ہی سے تیار تھی۔

"کیا آپ براہِ کرم اپنے کمرے میں واپس جائیں گی؟"

"اب ایسے میں کیا نیند آئے گی۔"

"آسکتی ہے۔ اگر آپ گراموفون پر کوئی اچھا سا ریکارڈ لگا کر سونے کی کوشش کریں۔" حمید جل کر بولا۔

"میں یقیناً یہی کرتی بشرطیکہ ممی کی نیند میں خلل پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا۔"

دفعتاً حمید نے سوچا کہ کہیں یہ سب کچھ دھوکا ہی نہ ہو۔ اس فائرنگ کا مقصد بھی یہی ہو کہ عمارت کے سامنے والے چوکیدار بھی عمارت کی پشت پر آجائیں.... اور سامنے سے میدان صاف ہو جائے۔ ممکن ہے انہوں نے سوچا ہو کہ عمارت کے عقبی حصے کی نگرانی ضرور کی جارہی ہوگی۔ لہٰذا چاروں طرف کے لوگوں کو عمارت کی پشت ہی پر اکٹھا کر دیا جائے۔ اس طرح صدر

زے ہی سے داخلہ ممکن ہو جائے گا۔ دروازوں یا کھڑکیوں کے شیشے توڑ کر چٹخنی نیچے گرا دینا بڑی بات ہوگی۔

"میں نیچے جا رہا ہوں؟" حمید نے بیلا سے کہا۔

"میں بھی چل رہی ہوں! مجھے ڈر ہے کہ کہیں کوئی غلطی نہ کر بیٹھیں۔"

حمید کو پھر غصہ آگیا۔ یہ لڑکی خواہ مخواہ اسے جھلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔ مگر وہ کچھ بولا ں خاموشی سے زینے طے کرتا ہوا نیچے آیا۔

نیچے پہنچ کر اُسے صدر دروازے کی طرف دوڑنا پڑا۔ کیونکہ اس نے راہداری میں ٹارچ کی ک روشنی دیکھی تھی.... پھر شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی۔

عمارت قدیم طرز کی ضرور تھی لیکن اس کے بعض حصوں کی دوبارہ مرمت کے سلسلے میں بد ترین سامان استعمال کیا گیا تھا۔ مثلاً سامنے کے حصے میں بعض دروازے نئی وضع کے .... راہداری والا صدر دروازہ بھی اس قسم کا تھا۔

حمید ابھی راہداری تک پہنچا بھی نہیں تھا کہ اس نے کسی کے قدموں کی آواز سنی جو داری ہی سے آرہی تھی۔

"کون ہے!" حمید نے بلند آواز میں کہا۔ "وہیں ٹھہرو ورنہ....!"

پھر وہ اچھل پڑا کیونکہ راہداری سے چلائی جانے والی گولی اس کے سر پر سے گذر گئی تھی۔ بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔

فائر پھر ہوا۔ لیکن اب وہ اس وقت تک کے لئے قطعی محفوظ ہو گیا تھا۔ جب تک فائر کرنے ٹارچ بھی نہ روشن کر لیتا۔ اور اب اس کے امکانات نہیں رہ گئے تھے کیونکہ ٹارچ روشن کرتے بھی کسی ایسے آدمی کی گولی کا نشانہ بن سکتا تھا جو اسے للکار کر اندھیرے میں غائب ہو گیا تھا۔

حمید اسی طرح چپ چاپ پڑا رہا۔ لیکن اب وہ لڑکی کے متعلق بھی سوچ رہا تھا جو اس کے ہی نیچے آئی تھی۔ وہ کہاں رہ گئی۔ کہیں اس اندھیرے میں ان کے ہاتھ نہ لگ جائے جنہوں عمارت کی پشت پر ہنگامہ برپا کر کے سامنے سے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔

اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی زمین پر گر کر کراہا ہو۔ پھر ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے زور آزمائی کرنے لگے ہوں۔ ان میں سے ایک کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرا رہا تھا۔

پھر کسی کے گرنے کی آواز آئی۔

"حمید.... کہاں ہو.... ٹارچ روشن کرو۔" اس نے فریدی کی آواز سنی۔

لیکن پھر آواز آئی۔ "اوہ.... نکل گیا.... ٹھہرو.... ورنہ گولی ماردوں گا۔"

فائر بھی ہوا.... اور حمید نے صرف دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

حمید نے ٹارچ روشن کی مگر اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا.... روشنی کے دائرے نے بڑی تیزی سے چاروں طرف گردش کی.... اور حمید نے بیلا کو دیکھا جو دالان کے ایک ستون سے لگی کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اپنے کمرے میں واپس جاؤ۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا اور وہ چپ چاپ وہاں سے چلی گئی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ راہداری کا دروازہ دوبارہ بند کرے یا نہ کرے۔ اس نے فریدی کی آواز صاف پہچانی تھی جس نے شاید کسی کو پکڑ لیا تھا۔ لیکن کسی نہ کسی طرح اسے نکل بھاگنے میں کامیابی ہوئی تھی۔

حمید کی پریشانی

حمید بڑی دیر سے فریدی کی واپسی کا منتظر تھا۔ لیکن ابھی تک اسے مایوسی ہی ہوئی تھی۔ ویسے اب وہ باہر نکلنے کے لئے بے چین تھا۔ شور بڑھ رہا تھا لیکن اب فائروں کی آوازیں نہیں آرہی تھیں۔ شائد پولیس آگئی تھی۔

فریدی کی ہدایت تھی کہ وہ کسی حال میں بھی گھر سے باہر قدم نہ نکالے اسے اس کا بھی علم تھا کہ پولیس اس عمارت کی طرف ضرور متوجہ ہوگی۔ کیونکہ بیلا کے سلسلے میں اب تک بہت کچھ بھی ہو چکا تھا اس سے کسی حد تک اس کے پڑوسی بھی واقف تھے اور پھر اگر اندرونی فائروں کی آوازیں بھی باہر گئی ہوں گی۔ تب بھی پولیس کا اس طرف متوجہ ہونا لازمی ہوگا۔ اس نے راہداری میں ٹارچ کی روشنی ڈالی.... بند دروازہ کھلا ہوا تھا.... اور نیچے ٹوٹے ہوئے شیشے

پڑے تھے۔

اس نے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھائی.... اور پھر اوپر منزل پر جانے کے لئے زینے طے کرنے لگا۔ اسے حیرت تھی کہ چاروں چوکیدار بھی ابھی تک واپس نہیں آئے۔

جیسے ہی وہ زینوں کے اختتام پر پہنچا بیلا سے پھر مڈبھیڑ ہوگئی۔ شاید وہ دوبارہ پیچھے جانے کے لئے تیار تھی۔ حمید کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"اب کہاں چلیں۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے.... یہ کیسے ممکن ہے۔"

"کیا کہنا چاہتی ہیں آپ....!"

"آپ کو خطرات میں گھرا ہوا دیکھ کر میں کیسے سو سکتی ہوں۔"

"آپ بھی اسی طرح سو سکتی ہیں جیسے آپ کی ممی صاحبہ سو رہی ہیں۔"

"ممی واقعی حیرت انگیز ہیں۔" بیلا نے سر ہلا کر آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ "پتہ نہیں کس کی خواب آور دوائیں استعمال کرتیں ہیں۔"

"حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ نچلی منزل کے دروازے پر زور سے دستک دی جانے لگی۔"

"جائیے.... اندر جائیے۔" حمید نے جلدی سے کہا۔ "مگر کمرے کو مقفل کرنا مت بھولئے گا۔"

"کیوں کیا بات ہے۔" "اب کون ہے۔" بیلا نے خوفزدہ آواز میں پوچھا۔"

"غالباً پولیس ہے جائیے۔"

بیلا اپنے کمرے میں چلی گئی اور حمید اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ دروازہ نہیں بند کیا گیا۔

نیچے حقیقتاً پولیس تھی۔ سب انسپکٹر حمید کو پہچانتا تھا۔ حمید نے اس سے کہا کہ وہاں بھیڑ نہ اکٹھا ہونے پائے۔

"اندر آکر کچھ دیر ٹھہرو! اور پھر واپس چلے جاؤ۔"

"کوئی خاص کیس کیپٹن....!" سب انسپکٹر نے پوچھا۔

"ہاں ورنہ یہاں میری موجودگی کیا معنی رکھتی ہے۔ باہر جا کر ضابطے کی کارروائی کرو۔"

کچھ دیر بعد سب انسپکٹر باہر چلا گیا۔

پھر بقیہ رات آنکھوں میں کٹی۔ صبح ہوتے ہی وہ اس طرح گھر کی طرف بھاگا جیسے جیل کی سلاخیں توڑنے میں کامیاب ہو گیا ہو۔

فریدی سے ناشتہ کی میز پر ملاقات ہوئی وہ حسب معمول خیالات میں کھویا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"اب مجھے متواتر ایک ہفتے تک سونا پڑے گا۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم پچھلی رات سوئے نہ ہو گے۔" فریدی مسکرایا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ مجھے گھر کے اندر ٹھونسنے کی کیا ضرورت تھی، جب آپ خود ہی سب کچھ دیکھ رہے تھے.... ارے.... ہاں وہ کون تھا جسے آپ نے چھوڑ دیا تھا۔"

"بس کیا بتاؤں حمید....! مجھے اس کے اس طرح نکل جانے پر بے حد افسوس ہے۔ پھر ایسی صورت میں یہ کیسے بتایا جا سکتا ہے کہ وہ کون تھا۔"

"آخر نکل کیسے گیا۔"

"اتفاق....!"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"اور اس ہنگامے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔"

"اس کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ویسے دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں چونکہ کئی پارٹیاں اس لڑکی میں دلچسپی لے رہی ہیں۔ اس لئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے دو پارٹیاں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی ایک ہی پارٹی نے محض چوکیداروں کو سامنے سے ہٹانے کے لئے یہ حرکت کی ہو۔"

"ان دونوں ہی پہلوؤں پر میں نے غور کیا تھا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک سکوت رہا پھر حمید نے کہا۔ "یہ دونوں باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔"

"کیوں....!" فریدی میز پر کہنیاں ٹیک کر آگے جھک آیا۔

"جس وقت فائرنگ ہو رہی تھی وہ لڑکی یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ اپنے کالج کی سب سے کامیاب مقرر ہے اور مسز مطرب سو رہی تھی۔ لڑکی ہی سے معلوم ہوا تھا کہ وہ سونے کے لئے خواب آور دوائیں استعمال کرتی ہے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔"

"کچھ بھی نہیں۔ بھلا مجھے کسی پریشانی سے کیا سروکار۔"

"نہیں.... تمہیں پریشانیوں سے سروکار رکھنا پڑے گا۔"

"کیا اب سر کے بل کھڑے ہو کر قوالی کرنی پڑے گی۔"

"نہیں.... بلکہ میں شہر بھر کے شعراء کو دعوت دے کر تمہارے سہرے کی محفل برپا ں گا۔"

"کیا مطلب....!"

"تمہیں بیلا سے شادی کرنی ہے۔"

"ہاہا....!" حمید نے قہقہہ لگایا پھر بولا۔ "میں تیار ہوں.... مگر آپ کو بیلا کی ممی سے شادی پڑے گی.... میں وعدہ کر چکا ہوں۔"

"مذاق میں نہ ٹالو.... میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔"

"کیا....!" حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں.... شادی تو ایک دن ہونی ہی ہے پھر ابھی کیوں نہ ہو جائے۔ مجھے یہ لڑکی پسند ہے۔"

"آپ اپنی شادی کے متعلق کہہ رہے ہیں یا.... میری شادی....!"

"تمہاری شادی.... میں چاہتا ہوں کہ یہ کام بھی جلدی ہو جائے۔"

"لڑکی آپ کو پسند ہے اور آپ شادی میری کر رہے ہیں۔"

"وہ تو لڑکی ہی ہے میں تمہاری شادی کسی گدھی سے بھی کرا سکتا ہوں۔ اگر ہمت ہو تو اس الفت ہی کر کے دیکھ لو۔"

حمید نے محسوس کیا کہ وہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہے اسی انداز میں کہہ کر ہی گذرے گا۔ حمید اس کا پہچانتا تھا اس لئے اس انوکھی تجویز پر بوکھلا گیا۔

"دیکھئے میں سمجھتا ہوں آپ کا مطلب۔ لیکن خدارا مجھے اس طرح داؤں پر نہ لگایئے۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے! میں تمہیں داؤں ہی پر لگا رہا ہوں مگر مجبوری ہے ایسا کرنا ہی پڑے گا۔ میں نے مسز ...خان افضل اور پرنس دارا پور کی تصویریں بھی دکھائیں تمہیں لیکن اس نے انہیں نہیں پہچانا۔"

"آخر آپ صبا نسیمی ہی پر کیوں نہیں زور دیتے۔"

"میں اسے بھی دیکھ رہا ہوں۔"

"پھر اتنا گھماؤ اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"دیکھو....! میں اپنے خلاف کسی سازش کے امکانات پر بھی غور کر رہا ہوں۔"

"پھر....!"

"گدھے ہو تم۔ کیا میرے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ شادی کر لو۔" فریدی مسکرایا۔

"آخر آپ اپنے خلاف کس قسم کی سازش کا امکان محسوس کر رہے ہیں۔"

"بعض ذمہ دار حضرات مجھے اس جگہ پر نہیں دیکھنا چاہتے۔ انہیں میری طرف سے خدشہ ہے کہ میں کبھی ان کی راہ پر ضرور لگ جاؤں گا۔"

"وہ کون لوگ ہیں۔"

"ایک دن دیکھ ہی لو گے۔ میں ابھی کسی کا نام نہیں لے سکتا۔"

"کچھ بھی ہو.... مگر وہ لڑکی....!"

"نہیں اس کی آنکھیں بھی پسند ہیں۔"

"دیکھئے آپ یہی سوچ رہے ہیں تاکہ جو لوگ اتنے بے جگر ہو رہے ہیں اس شادی کے موقع پر ا[illegible]ی چمگادڑوں کی طرح آگ میں کود پڑیں گے۔"

"ہاں میں یہی سوچ رہا ہوں۔"

"لیکن اگر وہ محتاط ہو گئے تو۔"

"تب بھی تم گھاٹے میں نہ رہو گے۔ بیوی مفت ہاتھ آئے گی۔"

"موت بھی تو مفت ہی ہاتھ آتی ہے.... آپ کیوں بور کر رہے ہیں مجھے.... اگر ایک بار بھی اس ناریل جیسی کھوپڑی پر سہرے جھولتے نظر آ گئے تو پھر میں شہر میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہ جاؤں گا.... یہ نگاران پری رو جو ابھی ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں جوتے کی نوک پر بھی نہ ماریں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں مسز مطرب کے پاس پیغام بھجوا رہا ہوں۔"

"یہ میری موت کا پیغام ہو گا.... سمجھے آپ....!" حمید غصیلی آواز میں بولا۔

"چلو یہ بھی خاصہ تجربہ رہے گا کہ شادی کرنے سے موت کیسے واقع ہو سکتی ہے۔"

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ اسے سچ مچ تاؤ آ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جناب میں آپ کے لئے جان بھی دے سکتا ہوں مگر یہ شادی.... یہ تو بالکل قصہ کہانیوں والی بات ہوئی کہ سراغرساں مجرموں کو پکڑنے کے لئے اپنی شادی تک رچا بیٹھا.... لغو.... فضول.... واہیات.... مضحکہ خیز.... کیا فریدی کا دماغ چل گیا ہے.... میں اس مضحکہ خیز حرکت کے لئے قطعی تیار نہیں ہوں....!" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"تم نے کبھی میری کسی بات کے ماننے سے انکار نہیں کیا۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مصیبت ہے۔" حمید نے اپنی پیشانی پر دوہتھڑ مار کر کہا۔ "لوگ کیا کہیں گے۔ محکمے کے لوگ کس بری طرح ہم پر ہنسیں گے۔ ہم پر جاسوسی ناولوں کے سراغ رسانوں کی پھبتی کہی جائے گی.... خدارا کچھ تو سوچئے۔"

"میں بہت کم پرواہ کرتا ہوں ہنسنے ہنسانے کی.... مجھے کئی بار کوئی گمنام آدمی فون پر دھمکیاں دے چکا ہے۔"

"کیسی دھمکیاں۔"

"یہی کہ اگر میں اس معاملے میں پڑا تو.... مجھے اس کے لئے بھگتنا پڑے گا۔"

"تو آپ اپنی بجائے مجھے بھگتانا چاہتے ہیں۔"

"حمید صاحب ان دھمکیوں کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ میں اور شدت سے اس کیس میں دلچسپی لینے لگوں۔"

"جب آپ یہ سمجھتے ہیں تو پھر ضرورت کیا ہے کہ آپ اتنی شدت سے دلچسپی لیں۔"

"ضرورت ہے! میں یہی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اور زیادہ تندہی سے کام شروع کر دیا ہے۔"

"یعنی آپ سازشیوں کو دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں۔"

"میں تمہاری بکواس سے تنگ آ گیا ہوں۔ کیا یہ کوئی فصاحت طلب مسئلہ ہے۔"

"فصاحت طلب مسئلہ تو میری شادی بھی نہیں ہے۔"

"قطعی نہیں ہے دنیا کا ہر آدمی شادی کرتا ہے۔"

"تو پھر آپ خود ہی کیوں نہیں کوشش فرماتے۔"

فریدی کچھ کہنے والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور وہ اٹھ کر خواب گاہ میں چلا گیا۔

حمید ناشتہ کر چکا تھا اور اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔

وہ بھی اٹھ کر اپنی خواب گاہ کی طرف چلا آیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ مسہری پر لیٹا غنودگی کے عالم میں بڑبڑا رہا تھا۔ "چھ گھنٹے.... چھ گھنٹے پہلے نہیں اٹھوں گا۔ خواہ تم میری شادی کسی خارش زدہ کتیا سے کر دو۔ پیارے بھائی.... میری جان.... ن.... ن.... ن.... نم....!" اور پھر نیند کے تاریک غبار نے اس کے ذہن پر یلغار کر دی اور وہ جلد ہی غافل ہو گیا۔ تھکے ہوئے ذہن پر اس اچانک قسم کی شادی کی تجویز نے بُرا اثر ڈالا تھا لہٰذا ذہنی الجھاؤ نے اسے اوٹ پٹانگ خواب دکھانے شروع کر دیئے.... مثلاً اس نے دیکھا کہ وہ ایک جنگل میں تنہا چلا جا رہا ہے.... اچانک ایک لومڑی اس پر جھپٹی اور وہ دوڑ کر بھاگا۔ ویسے لومڑی سے ڈر کر بھاگنا خواب میں بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا.... لیکن پھر اس نے ایسا محسوس کیا جیسے اس لومڑی کی شکل بیلا مطرب کی سی ہو۔ اب تو اس کے منہ سے چیخیں بھی نکلنے لگیں اور اس نے بدقت تمام ایک درخت پر چڑھ کر اپنی جان بچائی۔ مگر جان کہاں بچی.... لومڑی کی دم نوے درجے کا زاویہ بنا کر حیرت انگیز طور پر بڑھنے لگی تھی۔ وہ بلند ہوتی رہی حتیٰ کہ حمید کے چہرے تک پہنچ گئی اور اب اسے اس دم پر بھی بیلا مطرب کا چہرہ نظر آیا.... اچانک اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی اور آنکھیں کھل گئیں۔

"لاحول ولا قوۃ....!" اس نے بڑبڑا کر کروٹ بدلی اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ ویسے اسے اپنے دل کی دھڑکنوں کی دھمک کھوپڑی میں بھی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ پھر سو گیا۔ اس بار اس نے دیکھا جیسے مسز مطرب کے قدموں پر پڑا اس سے التجا کر رہا ہو کہ بیلا کی شادی اس سے کر دی جائے مسز مطرب اسے ٹھوکریں مار مار کر کہتی ہے کہ یہ ناممکن ہے.... پھر یہ منظر کسی فلم کے منظر کی طرح فیڈ آؤٹ ہو گیا.... اور اس نے دیکھا جیسے اس کی جان پہچان والی خوبصورت لڑکیاں اس پر ہنس رہی ہیں.... پھبتیاں کہہ رہی ہیں.... پھر ملنے جلنے والوں کی متحیر آنکھیں اسے نظر آئیں.... مگر وہ ان سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "یہ شادی ہو کر رہے گی.... تم سب گدھے ہو۔"

یہ منظر بھی فیڈ آؤٹ ہو گیا اور اب اس نے دیکھا جیسے وہ گھوڑے کے برابر گدھے پر سوار ہے یہ گھوڑے کی زین خود اس کی پیٹھ پر کسی ہوئی ہے۔ منہ میں لگام ہے اور لگام سے سہرے کی لڑیاں رہی ہیں۔ حمید نے خوش ہو کر "ڈھینچوں ڈھینچوں" کی سی آوازیں نکالنی شروع کر دیں اور گدھے نے گردن موڑ کر اس کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ وہ خود اس خوشی کے موقعہ پر رینکنا پسند نہیں کرتا۔

یہ منظر بھی آہستہ آہستہ دھندلاہٹ اختیار کرتا ہوا تاریکی میں جا سویا۔

پھر اس نے دیکھا جیسے وہ ایک اونچی مسند پر بیٹھا ہوا ہے اس کے گرد احباب اکٹھا ہیں۔ لیکن وہ انہیں دیکھ نہیں سکتا کیونکہ اس کے چہرے پر سہرے کی لڑیاں جھول رہی ہیں۔

پھر اچانک فائر ہونے لگے.... بھگدڑ مچ گئی۔ حمید نے سہرا نوچ کر پھینک دیا۔ لیکن وہ تنہا تھا بڑا شامیانے کا ایک بانس اکھاڑ کر اس نے بانسے کے ہاتھ دکھانے شروع کر دیئے.... گولیاں بانس سے ٹکرا کر اِدھر اُدھر ہو جاتی تھیں۔ حمید کے ایک بھی نہ لگی۔

اچانک کسی نے چیخ کر کہا۔ "دلہن غائب ہو گئی۔"

پھر یہ منظر بھی دھندلاہٹ میں غائب ہو گیا اور اس کے بعد حمید نے دیکھا جیسے وہ ایک بیل گاڑی پر بیٹھ کر مجرموں کا تعاقب کر رہا ہے۔ بیلوں کی سست رفتاری پر اسے غصہ آ رہا ہے.... و بڑی بے دردی سے بیلوں کی دمیں اینٹھنے لگتا... اور تب اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیل نہیں بلکہ گدھے تھے۔ پھر پتہ نہیں کیسے وہ اس گدھے گاڑی سے ہوٹل ڈی فرانس میں پہنچ جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ بیلا کی ممی کے ساتھ رمبا ناچ رہا ہے۔

پھر کسی نے اسے اٹھا کر پٹخ دیا اور یک بیک اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ فریدی اسے بُری طرح جھنجھوڑ رہا تھا۔

"آٹھ گھنٹے ہو گئے سوتے ہوئے، تم آدمی ہو یا اُلو....!" اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ارے مار ڈالا....!" حمید لیٹے ہی لیٹے انگڑائی لے کر کراہا۔

"اٹھو.... ورنہ کم از کم ایک بالٹی پانی ضرور تم پر الٹ دیا جائے گا۔"

"نہ جینے میں چین ہے نہ مرنے میں۔" حمید بڑبڑاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"اوہو.... اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم مر چکے ہو تو تکلیف نہ دیتا۔" فریدی نے کہا "خیر پھر کباب کے دفن ہی کرا دوں گا۔"

"میں بے حد شکر گذار ہوں گا مجھ پر یہ احسان ضرور کیجئے۔" حمید جل کر بولا۔

"باتیں نہ بناؤ.... اٹھو.... تمہیں بہتیرے کام انجام دینے ہیں۔"

"مجھے ایک ماہ کی چھٹی دلوا دیجئے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ادھر کا رخ بھی نہ کروں گا۔"

"کیا مطلب....!"

"اگر چھٹی نہ ملی تو میں استعفےٰ دے دوں گا۔"

"خیر بھئی تم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھو۔ میں منع نہیں کرتا لیکن شام کا اخبار ضرور دیکھ لینا۔ میں تو صرف سوچتا ہی ہوں لیکن دوسرے داغ دیتے ہیں۔"

"فریدی شام کا اخبار نیو اسٹار اس کے سامنے ڈال کر چلا گیا۔"

حمید نے اخبار کھول کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر سناٹے میں آگیا۔ پہلے ہی صفحہ پر وہ منحوس خبر موجود تھی جس کے سلسلے میں کچھ ہی دیر پہلے وہ ڈراؤنے خواب دیکھ چکا تھا۔

حالانکہ خبر کے نیچے یہ بھی تحریر تھا کہ خبر غیر مصدقہ ہے لیکن پھر بھی یہ بہت بڑی بات ہے۔

حمید کا پارہ چڑھ گیا۔ غیر مصدقہ خبر یہ تھی کہ محکمہ سراغ رسانی کے ایک مشہور آفیسر کیپٹن حمید کی شادی نامور شاعر مطرب کی صاحبزادی مس بیلا مطرب کے ساتھ ہونے والی ہے۔

اس غیر مصدقہ خبر کی اشاعت آخر ہوئی کیسے۔ صاف ظاہر تھا کہ اس خبر کے شائع ہونے کی ذمہ داری کس پر عائد ہو سکتی تھی۔

حمید مسہری ہی پر بیٹھا کھولتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہئے۔

فریدی نے خواب گاہ میں ریڈیو کھول دیا تھا اور فرانسیسی موسیقی کی لہریں حمید کا خون جلا رہی تھیں۔

رات گئے اجنبی

دوسری صبح کے ایک اخبار میں حمید نے مسز مطرب کا بیان دیکھا جس نے نیو اسٹار کی خبر کو شر انگیز اور اپنی توہین قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ نیو اسٹار کے ایڈیٹر اور پبلشر کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ دائر کرے گی۔

حمید نے اطمینان کی سانس لی اور ناشتے کی میز پر فریدی کو چھیڑتا رہا۔ فریدی خاموش تھا۔

اس کے چہرے سے اندازہ کرنا بہت مشکل تھا کہ اس پر مسز مطرب کے بیان کا کیا رد عمل ہوا۔ نہ یہی کہا جا سکتا تھا کہ وہ اس وقت کیسے موڈ میں ہے۔

"تو وہ نیو اسٹار والی خبر آپ ہی کی ایماء پر شائع ہوئی تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" فریدی کا جواب تھا۔

"اب وہ نیو اسٹار کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کرے گی۔"

"اس کی بھی پرواہ مت کرو۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ نے ابھی تک اصل موضوع پر مجھ سے گفتگو نہیں کی۔"

"شائد ایسا ہی ہو۔" فریدی نے کہا اور سلائس اٹھا کر انڈے کے سینڈوچ بنانے لگا۔ وہ ناشتہ کر ہی رہے تھے کہ ملازم نے ایک ملاقاتی کا کارڈ پیش کیا۔

"مسز مطرب....!" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا اور پھر ملازم سے بولا۔ "بٹھاؤ۔"

"ہوں.... تو اب اسے کیا جواب دیجئے گا۔ میرا خیال ہے کہ وہ مٹھائی کے خوان نہ لائی ہوگی۔" حمید نے کہا۔

"تو یہاں سے لے جائے گی۔" فریدی مسکرایا۔

"میرا خیال ہے کہ اسٹار والوں نے اسے بتا دیا ہے۔"

"یقیناً بتایا ہوگا۔ بھلا وہ خود پر کیوں الزام لیتے۔"

"اگر میں سلائیس کے بجائے طشتریاں چبانا شروع کردوں تو کیسی رہے گی۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"اچھی نہ رہے گی کیونکہ آج میں کفن دفن کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"میں ذہنی طور پر اس اسٹیج سے دور نہیں ہوں جہاں آدمی پتھر چبانے لگتا ہے۔"

"تم کبھی اس اسٹیج سے دور نہیں رہتے۔ مگر دیکھو اس وقت تمہیں وہاں مسز مطرب کے سامنے سلیم الطبع بن کر بیٹھنا پڑے گا۔"

"میں باہر جا رہا ہوں۔"

"گردن مروڑ دوں گا۔"

"اگر آپ نہ مروڑیں گے تو میں خود ہی مروڑنے کی کوشش کروں گا۔"

"بکواس ختم کرو.... اور جلدی.... ختم بھی کرو ناشتہ.... آج تمہاری بھوک کافی کھلی ہوئی

نظر آ رہی ہے۔"

"میں ڈرائنگ روم میں نہیں جاؤں گا۔"

"میں کہتا ہوں بکواس مت کرو۔"

حمید صرف دانت پیس کر رہ گیا۔ ناشتہ ختم کر کے وہ ڈرائنگ روم میں آئے۔ مسز مطرب ان کی منتظر تھی اور اس کا موڈ شاید بہت زیادہ خراب تھا۔

"اوہ! تشریف رکھئے محترمہ۔" فریدی نے اس سے کہا۔ وہ انہیں دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی.... وہ دونوں بھی بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر تک کمرے کی فضا پر بوجھل سی خاموشی مسلط رہی پھر مسز مطرب نے کہا۔ "میں اس خبر کا مطلب نہیں سمجھ سکی جو پچھلی شام نیو اسٹار میں شائع ہوئی تھی۔"

"بہت دیر میں خبر لی آپ نے....!" فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں آپ سے اس کا مقصد پوچھ رہی ہوں۔"

"کیسے باور کر لیا جائے کہ آپ شادی کا مقصد نہیں سمجھتیں۔"

"دیکھئے کرنل صاحب۔" مسز مطرب نے ایک طویل سانس لے کر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "میں کوئی ذی حیثیت عورت نہیں ہوں۔ لیکن کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ غریب ہونا بے عزت ہونا ہے۔"

"ارے نہیں محترمہ.... یہ آپ کیا فرما رہی ہیں۔"

"پھر میں پوچھتی ہوں کہ نیو اسٹار کی خبر کا کیا مطلب تھا۔"

"کیپٹن حمید... ایک ذی عزت اور دولت مند آدمی ہے۔"

"حمید نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے اور زبان دانتوں میں دبالی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس وقت بولا تو بعد میں شامت ہی آ جائے گی۔ ویسے وہ دل ہی دل میں ایک شعلہ بار تقریر کر رہا تھا۔"

"زبردستی....!" مسز مطرب جھلا گئی۔

"آپ سمجھنے کی کوشش کیجئے محترمہ۔ میں اس طرح مجرموں پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"نہیں! میں اسے پسند نہیں کرتی اس میں میری بدنامی ہے۔"

"بچی کی شادی کہیں نہ کہیں یقیناً ہو گی.... میں کیپٹن حمید کی شرافت کی ضمانت دے سکتا

آپ یقین کیجئے کہ یہ نجیب الطرفین آدمی ہے۔"

مجھ سے بڑی غلطی ہوئی....!" عورت بڑبڑائی۔

میں نہیں سمجھا.... محترمہ....!"

آخر میں نے آپ سے کیوں مدد طلب کی۔"

میرا خیال ہے کہ آپ نے دانش مندی کا ثبوت دیا تھا۔"

میں نہیں سمجھ سکتی کہ آج کل میرے ستارے کیسے ہیں۔ اس مسئلے سے تنگ آ کر میں نے مدد طلب کی تھی وہی مسئلہ آپ نے بھی پیش کر دیا ہے۔"

ٹھہریئے۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا آپ کیپٹن حمید کو بھی انہیں لوگوں کے زمرے میں شامل کرنا پسند کریں گی جو اب تک آپ کو دھوکے دیتے رہے ہیں۔"

کیا میں آپ کے اس جملے کو دھمکی سمجھ لوں۔"

اوہ آپ غلط سمجھیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ناکام ہونے پر وہی حرکتیں کرے گا جو وہ کر رہے ہیں۔ میں کہنا چاہتا تھا کہ کیپٹن حمید اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں ہے....

چھوڑیئے.... ہاں آپ نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ آخر یک بیک شہر کے اتنے لوگوں نے شادی میں کیوں دلچسپی لینی شروع کر دی ہے۔"

"میں کیا جانوں....؟ اسی چیز نے تو مجھے بدحواس کر رکھا ہے۔"

"لیکن ابھی تک صبا نسیمی کے علاوہ اور کسی نے بھی اس کا اعتراف نہیں کیا کہ وہ صاحبزادی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"وہ لوگ جو اغواء جیسی حرکتوں پر اتر آئیں کیسے اعتراف کر سکتے ہیں۔"

"مگر نہ تو آپ قاسم کو شناخت کر سکیں اور نہ پرنس دارا پور کو.... جس کے کتے کا حوالہ دیا تھا وہ بھی آپ کے لئے اجنبی ہی نکلا۔"

"کون....؟" عورت چونک پڑی۔

"اب نام تو مجھے یاد نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ ان پندرہ تصاویر میں ایک اس کی بھی تھی۔"

"پتہ نہیں آپ کس کا تذکرہ کر رہے ہیں۔"

"بہرحال ان پندرہ تصاویر میں سے آپ ایک کو بھی شناخت نہیں کر سکی تھیں۔"

"ان میں سے کوئی میرے پاس آیا ہی نہیں تھا۔"

"حالانکہ ان میں سے کئی کے نام آپ نے لئے تھے۔"

"پتہ نہیں کس قسم کی سازش ہے۔ اب تو شاید میں پاگل ہی ہو جاؤں گی۔" عورت نے
اور اپنی پیشانی رگڑنے لگی۔

"اسی الجھن سے بچانے کیلئے میں نے یہ تجویز پیش کی تھی۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں ہرگز نہیں.... واہ یہ اچھی رہی۔ کیا قانون میری حفاظت نہیں کر سکتا۔ میں یا
شادی نہیں کرنا چاہتی.... کیا کوئی مجھے اس پر مجبور کر سکتا ہے.... یہ کہاں کا انصاف ہے....
میں یہ کہوں کہ میرے پاس دس ہزار روپے ہیں اور کچھ لوگ انہیں اڑا دینے کی فکر میں ہیں تو
آپ یہ تجویز پیش کریں گے کہ وہ آپ کے نام سے کسی بینک میں جمع کر دیئے جائیں۔ کیونکہ ا
طرح اس کی حفاظت ہو سکے گی۔"

"زندہ باد....!" حمید کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

"کیا مطلب....!" عورت چونک پڑی۔

"کک.... کچھ نہیں۔" حمید ہکلایا۔ کیونکہ فریدی اسے گھورنے لگا تھا۔

"تو آپ انکار کر رہی ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"جی ہاں.... مجھے افسوس ہے۔" عورت اٹھتی ہوئی بولی۔ "اب میں براہِ راست آئی
صاحب سے درخواست کروں گی.... اور یہ معاملہ بھی ان کے سامنے رکھوں گی۔ نیو اسٹار کا ایڈ
انہیں بتائے گا کہ کس طرح آپ نے اسے وہ خبر چھاپنے پر مجبور کیا تھا۔"

"ارے نہیں.... ایسا نہ کیجئے گا۔" فریدی نے کہا۔

اور حمید یک بیک چونک پڑا کیونکہ اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے فریدی خوفزدہ ہو۔ وہ آنکھی
پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

یہ حقیقت تھی کہ فریدی کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

حمید کو اس پر حیرت بھی ہوئی اور غصہ آیا۔ کیونکہ یہ چیز فریدی کی شان کے خلاف تھی۔

"ایسا نہ کیجئے گا محترمہ.... وہ دیکھئے.... میں تو آپ کے فائدے کے لئے کہہ رہا تھا۔"
فریدی پھر بولا۔

مجھے معاف رکھئے۔" عورت کا لہجہ تلخ تھا۔

"بیٹھئے.... نا دیکھئے وعدہ کیجئے کہ آپ یہ بات آئی.جی تک نہیں پہنچائیں گی۔" فریدی بولا۔

عورت بیٹھ گئی تھوڑی دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی پھر بولی۔ "یہ اسی صورت میں ممکن ہے
یٹن حمید صاحب کی طرف سے ایک تردیدی بیان شائع ہو جائے گا۔"

"یہ تو بہت مشکل ہے۔" فریدی نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"تب میں مجبور ہوں۔" عورت کا جواب تھا۔

"دیکھئے شادیاں زبردستی نہیں ہوا کرتیں۔ اگر آپ اسے پسند نہیں کرتیں تو آپ کو بھی
نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن فی الحال اس کی تردید ہم سے نہ کرائیے تو بہتر ہے۔"

"تردید ہونی چاہئے ورنہ میری بدنامی ہو گی۔"

"آخر آپ سمجھتی کیوں نہیں۔ مجرموں کو گرفتار ہو جانے دیجئے اس کے بعد میں خود ہی
شائع کرا دوں گا۔"

"نہیں کرنل صاحب۔ تردید آج ہی آنی چاہئے۔"

"آجائے گی۔" حمید جل کر بولا۔ "لیکن اس سے پہلے آپ تشریف لے جائیے۔"

فریدی پھر اسے گھورنے لگا۔ عورت کہہ رہی تھی۔ "نیو اسٹار ہی میں تردید آنی چاہئے۔"

"اُف فوہ.... آپ آخر اس کے لئے اتنی مضطرب کیوں ہیں۔ آپ کی طرف سے جو تردید
ہوئی ہے اس سلسلے میں وہی کافی ہو گی۔"

"کیا آپ مجھے چڑا رہے ہیں۔" عورت جھلا گئی۔

"اررر.... نہیں تو....!"

"میں جا رہی ہوں اگر نیو اسٹار میں تردید نہ ملی تو آج ہی یہ کیس براہِ راست آئی.جی صاحب
سامنے پیش کرا دوں گی....!"

فریدی کچھ نہ بولا۔ عورت چلی گئی۔

کچھ دیر بعد حمید نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ "پھنس گئے نا آخر....؟"

"لاحول ولا قوۃ.... کیا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ تجربہ کامیاب رہا۔ اب آج سے کام
نا کیا جائے۔"

"کیسا تجربہ....!"

"بس دیکھنا....!"

"تردیدی بیان نہیں شائع کرائیں گے آپ۔"

"ضرور کراؤں گا لیکن یہ بیان اسی عورت کی طرف سے ہوگا۔ یعنی یہ خود اپنے اس بیان کی تردید کرے گی جو اس نے تمہاری شادی کی خبر کی تردید کے سلسلے میں دیا تھا۔ وہ بیان میں کہے گی کہ نیو اسٹار کے خلاف کسی دشمن نے اس کی طرف سے بیان شائع کرایا تھا۔ بیلا کی شادی کیپٹن حمید ہی کے ساتھ ہوگی۔"

حمید کا منہ حیرت سے کھل گیا....!



بیلا بہت پریشان تھی.... وہ سوچ رہی تھی کہ شاید اب تعلیم بھی جاری نہ رکھ سکے گی کیونکہ اب یہ بات شہر میں پھیل گئی تھی کہ پرانے شہر میں ایک لڑکی کے لئے گولیاں چلا کرتی ہیں۔

وہ اپنے مستقبل سے مایوس ہوگئی تھی سب سے زیادہ خود اس کی ماں اس کی الجھنوں میں اضافے کا باعث بنی رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس میں اس طرح دلچسپی لینے والے کون ہیں۔ بیلا محسوس کرتی جیسے اس کی ماں کو ان ہنگاموں کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو۔ وہ حسب دستور خواب آور دوائیں استعمال کرتیں اور رات بھر بے خبر سویا کرتی مگر بیلا کی راتیں ان دنوں آنکھوں میں کٹ رہی تھیں۔

کیپٹن حمید کی موجودگی اس کے لئے اطمینان بخش تھی لیکن اب وہ بھی نہیں آتا تھا۔ دن رات مکان کے باہر ہر وقت چار مسلح کانسٹیبل موجود رہتے تھے مگر بیلا مطمئن نہیں تھی۔

جب اس نے نیو اسٹار میں اپنی اور کیپٹن حمید کی شادی کے متعلق خبر پڑھی تھی تو کچھ دیر متحیر رہنے کے بعد بے حد خوش نظر آنے لگی تھی۔

پھر اسی خبر پر اس نے اپنی ماں کی شعلہ بار آنکھیں دیکھیں.... وہ پاگل کتوں کی طرح بھونکنے لگی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کیپٹن حمید کی بوٹیاں نوچ ڈالے گی۔

بیلا نے سوچا تھا کہ اگر ایسا ہو جاتا تو کیا برا تھا کم از کم اس کا مستقبل تو محفوظ ہی ہو جاتا۔ حمید ایک مشہور اور ذی عزت آدمی تھا۔ اس کی بے جگری اور بہادری تو پہلی ہی ملاقات کے موقع پر

دیکھ چکی تھی۔

پھر دوسرے دن اس نے اپنی ماں کا تردیدی بیان ایک دوسرے اخبار میں دیکھا۔ کاش وہ اس سے کہہ سکتی کہ کیپٹن حمید اسے پسند ہے اور اگر ایسا ہو سکے تو وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھے گی۔ اس نے اپنی ماں سے اس مسئلے پر گفتگو کرنی چاہی لیکن پھر ہمت نہ پڑی۔ وہ اس کی بدمزاجی سے بہت ڈرتی تھی۔ اسکے زہریلے لہجے کے تصور ہی سے اسکی روح فنا ہونے لگتی تھی۔

آج ہی صبح کے اخبار میں اس نے اپنی ماں کا تردیدی بیان پڑھا تھا اور پھر شام کے ایک اخبار میں دوسرا بیان اس کی نظروں سے گذرا یہ بیان بھی اس کی ماں ہی کا تھا جس میں اس نے اپنے صبح والے بیان کی تردید کی تھی۔ بیلا متحیر رہ گئی۔ مگر جب اس کی ماں نے یہ بیان دیکھا تو پاگل ہوگئی جو کچھ بھی زبان پر آیا بکتی چلی گئی۔ تب اسے معلوم ہوا کہ یہ بیان اس کی ماں نے نہیں شائع کرایا تھا۔

سورج غروب ہوتے ہی پہرے کے کانسٹیبل بھی رخصت ہوگئے انہوں نے بتایا تھا کہ انہیں واپس بلایا گیا ہے۔ چونکہ ان کی جگہ دوسرے نہیں آئے تھے اس لئے بیلا نے سمجھ لیا کہ پہرہ مستقل طور پر ہٹایا جا چکا ہے۔ صرف اس کے نجی چوکیدار رہ گئے۔

بیلا اکثر یہ بھی سوچتی تھی کہ آخر ان چوکیداروں کی تنخواہیں کہاں سے دی جاتی ہیں۔ کرایہ پر اٹھے ہوئے مکانات سے اتنی زیادہ آمدنی نہیں ہوتی تھی کہ چار عدد چوکیدار ملازم رکھے جا سکتے۔

شام کا اخبار دیکھنے کے بعد سے اس کی ماں اپنی بوٹیاں ہی نوچتی رہی تھی۔ بیلا کے پوچھنے پر اس نے بتایا تھا کہ وہ کرنل فریدی کی حرکت تھی۔

یہ بات بیلا کی سمجھ میں نہ آ سکی.... وہ گھنٹوں سوچتی رہی۔ لیکن اس کا جواب نہ ملا آخر کرنل فریدی بھی زبردستیوں پر کیوں اتر آیا ہے اب اسے اپنا وجود انتہائی پراسرار معلوم ہونے لگا تھا آخر اس کی وجہ سے اتنا ہنگامہ کیوں ہو رہا ہے۔

رات کو وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کی ماں کا موڈ بہت خراب تھا اور وہ اسے بات بات پر جھڑکتی رہی تھی۔

بیلا کو بڑی مشکل سے نیند آئی۔ حالانکہ پچھلی کئی راتوں سے وہ بہت کم سوئی تھی۔ لیکن الجھے ہوئے اور دہشت زدہ ذہن نے اسے زیادہ دیر تک نہ سونے دیا۔

بار بار ڈراؤنے خواب نظر آتے اور اس کی آنکھیں کھل جاتیں! اس بار تو شاید وہ پیاس کی

شدت کی وجہ سے بیدار ہوئی تھی۔ حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے اور خشک زبان تالو سے جا لگی تھی۔

وہ اٹھ کر صحن میں آئی۔ لیکن پھر اچانک ٹھٹک گئی۔ کیونکہ اسے ماں کے کمرے میں روشنی نظر آئی تھی۔ ساتھ ہی اس نے کسی مرد کی آواز بھی سنی۔ پہلے اس نے سوچا ممکن ہے کانوں نے دھوکا دیا ہو کیونکہ اس کے لئے یہ ایک بالکل انہونی بات تھی۔ بھلا اس کی ماں کے کمرے میں اتنی رات گئے کسی مرد کا کیا کام لیکن اس نے پھر ایک بھرائی ہوئی سی آواز سنی اور اس کے قدم بے ساختہ کمرے کے دروازے کی طرف اٹھ گئے۔

وہ ننگے پیر تھی اور پنجوں کے بل چلتی ہوئی یہاں تک آئی تھی.... دروازے کی جھری سے آنکھ لگاتے وقت اس کا دل بڑی شدت سے دھڑکنے لگا۔

اندر ایک آدمی موجود تھا جس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اس کی ماں سامنے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ آدمی بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔ "یہ بہت ہے مسز مطرب۔ مجھے تم سے ایسی توقع نہیں تھی۔"

"بتایئے میں کیا کروں.... کتنی الجھنوں سے گذر رہی ہوں.... یہ بھی تو دیکھئے۔"

"کچھ بھی ہو یہ بہت ہے۔" مرد بولا۔

"آپ کے لئے پانچ لاکھ کی حقیقت ہو سکتی ہے؟"

"مسز مطرب۔" اس بار مرد کا لہجہ تیز تھا۔

"شاید اب آپ مجھے کسی قسم کی دھمکی دیں گے۔" اس کی ماں مسکرائی "لیکن اسے نہ بھولئے کہ میرا قتل بھی آپ کے لئے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوگا.... کیا سمجھے اور ہاں یہ بتانا تو بھول ہی گئی کہ کرنل فریدی نے شناخت کے لئے پندرہ یا سولہ تصویریں مجھے دی تھیں.... ان میں سے ایک آپ کی بھی تھی۔"

"کیا غلطی سے تم نے میرا نام بھی لے دیا تھا....!"

"مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کا نام لیا تھا یا نہیں۔"

"تم بہت تکلیف دہ ہوتی جا رہی ہو۔ میں کہتا ہوں آخر اسکے پاس جانیکی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ ہنگامہ ایک نہ ایک دن پولیس کو متوجہ کر لیتا۔" اس کی ماں نے کہا۔

"خیر میں دیکھوں گا۔" وہ دروازے کیطرف مڑا ہی تھا کہ بیلا بڑی تیزی سے پیچھے ہٹ آئی۔

خونخوار ماں

جیسے ہی وہ تاریک سایہ مسز مطرب کے مکان کی دیوار سے کھنڈروں کی طرف اترا۔ کیپٹن [حمید] نے بھی اسی سمت رینگنا شروع کر دیا۔ اس نے اسے مکان کے اندر داخل ہوتے بھی دیکھا تھا [او]ر اسے توقع تھی کہ وہ اندر سے خالی ہاتھ واپس نہ آئے گا۔ لیکن اس نے اسے خالی ہاتھ ہی [د]یکھا۔ اس نے مکان سے باہر آنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا تھا۔ دیوار سے اس طرح چپکا ہوا [ن]یچے اترا تھا کہ اچانک اس پر نظر بھی نہیں پڑ سکتی تھی۔ خود کیپٹن حمید بھی اگر پہلے سے اس کی [ا]سی کا منتظر نہ ہوتا تو شاید اسے علم نہ ہوتا کہ وہ کب واپس آیا اور کب کھنڈروں کے اندھیرے [میں] غائب ہو گیا۔ حمید اسی طرح رینگتا ہوا سائے کا تعاقب کرتا رہا۔

اچانک ایک جگہ اس نے سائے کو سیدھا کھڑا ہوتے دیکھا۔ لیکن پھر بُری طرح بوکھلا گیا۔ [کی]ونکہ غیر متوقع طور پر کسی نے اس پر چھلانگ لگائی تھی۔

حمید نے سنبھلنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کی کھوپڑی سے سورج طلوع ہو گیا وہ ایسی ہی زبردست چوٹ تھی کہ آنکھوں کے سامنے کوندا سا لپک کر رہ گیا اور پھر [اس] کے بعد تاریکی ہی تاریکی تھی اور اسے اس کا بھی احساس نہ ہو سکا کہ اس نے بے ہوش ہونے [م]یں کتنی دیر لگائی تھی۔

جب دوسری بار آنکھ کھلی تو نیند سے تارے جھپکیاں لینے لگے تھے اور فضا اسے بسورتی ہوئی [سی] محسوس ہو رہی تھی کیونکہ اس کی کھوپڑی کا بُرا حال تھا بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے شانوں پر ایک [ت]کھا ہوا سا بوجھ رکھ دیا گیا ہو۔

کچھ بھی ہو.... لیکن اسی دکھتی ہوئی کھوپڑی کے کسی گوشے میں مسرت کی ہلکی سی ایک لہر [ن]ئی کروٹ لے رہی تھی.... یعنی وہ اسی کھنڈر میں تھا اس کے سر پر کھلا ہوا آسمان تھا اور چاروں [ط]رف لامحدود وسعتیں۔

حملہ آور نے اسے کہیں لے جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ [ا]سے اس سائے کے تعاقب سے باز رکھنا چاہتا تھا۔

حمید نے اٹھ کر چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن نزدیک و دور کوئی نظر نہ آیا۔ رات کی تاریکی

آہستہ آہستہ دھندلکے میں تبدیل ہوتی جارہی تھی۔ وہ کھنڈروں سے باہر آیا.... اس کا دل چاہ رہا تھا کہ مسز مطرب کے مکان پر پتھراؤ شروع کردے۔

سورج طلوع ہونے سے پہلے وہ گھر نہیں پہنچ سکا۔ اس کا کالر خون سے چکٹ کر رہ گیا تھا۔ فریدی نے اسے اس حال میں متحیرانہ نظروں سے دیکھا۔

"یہ کیا ہوا....!" اس نے پوچھا۔

"کسی نے سہرا عرض کردیا تھا.... لیکن پگڑی کے بغیر فٹنگ نہیں ہوسکی.... آج یہاں سے روانہ کرتے وقت پگڑی بھی بندھوا دیجئے گا۔"

"بتاؤ نا کیا ہوا....؟"

"یہ سر پر جو آپ دیکھ رہے ہیں چنبیلی کا تیل نہیں بلکہ خون ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہوں گے خون کیسے نکل آتا ہے۔"

وہ اسے تھوڑی دیر تک اسی طرح زچ کرتا رہا پھر اصل بات اس وقت بتائی جب فریدی کو اچھی طرح غصہ آگیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ خالی ہاتھ واپس گیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ گھر سے تنہا برآمد ہوا تھا۔"

"کیا تم نے ہوش میں آنے کے بعد ان کی خیریت نہیں دریافت کی۔"

"خیریت تو خط لکھ کر بھی دریافت کی جاسکتی ہے۔ میں نے سوچا کہ مرنے سے پہلے ایک بار اور آپ کا دیدار کرلوں مگر مرنے سے پہلے میں یہ بھی جاننا چاہوں گا کہ آخر وہاں سے پہرہ اٹھا کر مجھے جھونکنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"بس یہی دیکھنا تھا کہ ان میں سے کس پارٹی کو مسز مطرب کی حمایت حاصل ہے مگر وہ آدمی کافی چالاک معلوم ہوتا ہے اس نے مکان میں داخل ہونے سے پہلے اپنے آدمی بھی کھنڈروں میں چھپا دیئے تھے۔ ان میں سے کسی نے تمہیں بے کار کردیا اور تم اس آدمی کا تعاقب نہ کرسکے۔"

"مگر کیا کوئی پارٹی ایسی بھی ہوسکتی ہے جسے مسز مطرب کی حمایت حاصل ہو۔"

"ہاں ہوسکتی ہے.... نہیں پہلے جاکر اپنی حالت درست کرو۔ پھر میں تمہیں اس سلسلے میں کچھ بتاؤں گا۔"

حمید اپنی خواب گاہ میں چلا آیا۔ یہاں اس نے کپڑے نکالے اور باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ سر کے زخم پر خون جم کر خشک ہوگیا تھا۔ پانی پڑتے ہی پھر خون بہنے کا سلسلہ شروع ہوگیا جو زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکا۔ کیونکہ فریدی نے ڈریسنگ کردی تھی۔

پھر ناشتے کی میز پر وہیں سے گفتگو شروع ہوگئی جہاں ختم ہوئی تھی۔

"کیا وہ چاروں چوکیدار اس وقت بھی وہاں موجود تھے جب سایہ اندر داخل ہوا تھا۔"

"نہیں میرا خیال ہے کہ وہ اس وقت وہاں سے ہٹ گئے تھے۔"

"ہوں....!"

"ہوں نہیں۔" حمید نے جھلا کر کہا۔ "آخر کسی پارٹی کی حمایت کا خیال کیسے پیدا ہوا۔"

"وہ خواب آور دوائیں استعمال کرکے چین سے سوتی ہے اس لئے تم کیا اندازہ کروگے۔"

"یہی کہ وہ مطمئن ہے۔"

"جو لوگ شہر میں فائرنگ کرکے ہنگامہ برپا کرسکتے ہیں ان کے لئے کسی مکان میں داخل ہوجانا کتنا دشوار ہوسکتا ہوگا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی نے پھر کہا۔ "جواب دو....!"

"یقیناً آسان ہوگا۔" حمید بولا۔

"لیکن اس کے باوجود بھی وہ مطمئن ہے.... اتنی مطمئن کہ خواب آور دوائیں استعمال کرکے سوتی ہے۔ اس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ ایک پارٹی کم از کم اتنی طاقتور ضرور ہے کہ کسی کو بھی مکان میں قدم نہ رکھنے دے....!"

"پھر وہ ہمارے پاس کیوں دوڑی آئی تھی۔"

"اسی میں اسے اپنی عافیت نظر آئی تھی۔ اس نے سوچا کہ پولیس کے متوجہ ہونے سے قبل ہی کیوں نہ اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کرے۔"

"تو پھر اب آپ نے اپنا پچھلا نظریہ بدل دیا ہے۔"

"کون سا۔"

"یہی کہ آپ کے خلاف کسی قسم کی سازش ہوسکتی ہے۔"

"نہیں! اس نظریئے کے تحت میں اس کیس کا جائزہ لیتا رہا ہوں۔"

"پھر آپ نے پارٹیوں کا تذکرہ کیوں چھیڑ دیا۔"

"کیونکہ اس رات جب تم وہاں تھے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی دشمن پارٹیاں ہیں اور وہ ڈرامہ نہیں اسٹیج کر رہیں بلکہ حقیقتاً موت و زندگی کا کھیل ہو رہا ہے۔"

"مگر یہ کھیل کم از کم میری سمجھ سے تو باہر ہی ہے۔" حمید نے کہا۔

"کیوں....؟"

"اگر یہ سب اسی لڑکی کے لئے ہو رہا ہے تو وہ اسی آدمی کے سپرد کیوں نہیں کر دی جاتی جسے مسز مطرب کی حمایت حاصل ہے۔ آخر اس ہنگامے سے کیا فائدہ ہے۔"

"یہی تو دیکھنا ہے کہ وہ اس کی شادی پر کیوں نہیں رضامند ہوتی۔"

"اسے دیکھنے کی بجائے میں اپنی آنکھیں ہی بند کر لینا پسند کروں گا۔"

"زیادہ بور ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنی اس تجویز کا ردعمل اس پر دیکھنا چاہتا تھا لہٰذا میں نے دیکھ لیا۔"

"کیا دیکھ لیا۔"

"یہی کہ اس تجویز پر وہ بُری طرح نروس ہو جاتی ہے۔"

"اس سے آپ نے کیا اندازہ لگایا ہے۔"

"یہی کہ خواہ اس کی گردن کٹ جائے لیکن وہ حمید سے بیلا مطرب کی شادی نہیں ہونے دے گی۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جنگ کرنے والی پارٹیوں میں سے کسی ایک کی طرفدار ہے۔"

"میں کہتا ہوں اگر وہ آپ کی تجویز پر صاد کر دیتی تو کیا ہوتا۔"

"شادی ہی ہوتی۔ حمید صاحب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ابھی تک شادی کا بدل نہیں دریافت کیا جا سکا۔"

"دیکھئے میں نجی معاملات میں آپ کی ڈکٹیٹر شپ نہیں برداشت کر سکوں گا۔"

"موت کے علاوہ اور کسی معاملے کو نجی یا ذاتی نہیں کہا جا سکتا۔ مگر نہیں موت بھی کیوں؟ کیا ایک آدمی کی موت کا اثر دوسروں پر نہیں پڑتا کسی نہ کسی صورت میں دوسرے آدمی بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ لہٰذا موت بھی نجی یا ذاتی نہیں ہے! میرا بس چلے تو نجی اور ذاتی جیسے الفاظ کو

ڈکشنری ہی سے خارج کرا دوں۔"

"ہو سکتا ہے میں کشتی میں آپ سے جیت جاؤں لیکن باتوں میں نہیں جیت سکتا۔ لہٰذا باتیں ختم۔ شادی کے علاوہ اور جو کچھ بھی آپ کہیں گے کرتا رہوں گا۔"

"پرنس دارا پور اور خان افضل پر نظر رکھو....!"

"آپ کی دانست میں صرف یہی دو پارٹیاں ہو سکتی ہیں۔"

"ہاں.... میرا خیال ہے کہ دو پارٹیوں کے علاوہ کسی تیسری کا وجود سرے سے ہے ہی نہیں۔"

"کیوں....؟"

"کیونکہ.... کمزور پارٹی شہر کے ان لوگوں کے نام استعمال کرتی رہی ہے جن کے فرشتوں کو بھی ان معاملات کا علم نہ ہوگا۔"

"قاسم کا کیس تو اظہر من الشمس ہے۔ اس نے اس کا نام لیا لیکن پہچان نہیں سکی۔ صرف ایک صبا نسیمی ان لوگوں میں سے ہے جن کے نام مسز مطرب نے لئے تھے اور صبا نے بھی اس کا اعتراف کر لیا ہے کہ اس نے پیغام بھجوایا تھا۔ لیکن دوسروں کو نہ وہ شناخت کر سکی ہے اور نہ انہیں لوگوں نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ وہ بیلا مطرب میں دلچسپی لیتے رہے ہیں۔"

"پرنس دارا پور کی تصویر بھی اس کے لئے بظاہر ویسی ہی تھی جیسی دوسروں کی ہو سکتی تھی لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ افضل کو جانتی ہے.... تصویر دیکھ کر وہ بُری طرح چونکی تھی یہ میں پہلے بھی تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"لیکن خان افضل کا نام تو شاید اس نے لیا ہی نہیں تھا۔" حمید نے کہا۔

"اسی لئے میں سوچتا ہوں شاید خان افضل ہی کو اس کی حمایت حاصل ہے۔"

"اگر یہ بات ہوتی تو وہ کسی ایسے کتے کا تذکرہ بھی نہ کرتی جسکی وجہ سے افضل پہچانا جا سکے۔"

"اس کیس میں بس اسی جگہ گاڑی اٹکتی معلوم ہوتی ہے۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کتے کا تذکرہ ہی فضول تھا۔"

دفعتاً فریدی کے خواب گاہ والے فون کی گھنٹی بجی اور وہ اٹھ کر چلا گیا۔ حمید کا ذہن اس کیس کا دوبارہ جائزہ لینے لگا تھا۔ لیکن تخیل کی ہر اڑان اسی کتے سے ٹکرا کر فنا ہو جاتی تھی۔ جس کا جسم سیاہ بیان کیا گیا تھا اور کان بے داغ سفید تھے۔

واقعی اس سلسلے میں یہ سب سے زیادہ اہم سوال معلوم ہو رہا تھا آخر مسز مطرب نے کتے کا تذکرہ کیوں کیا تھا اور خان افضل کی تصویر دیکھ کر متحیر اور دم بخود کیوں رہ گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی خواب گاہ سے واپس آ گیا۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ کہیں جانا چاہتا ہے اور بہت جلدی میں ہے۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے ٹٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"بات کیا ہوتی.... جہاں تم بے ہوش ہوئے تھے وہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک لاش ملی ہے۔"

"نہیں....!" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس کے سینے میں دل کے مقام پر چاقو کے گہرے وار کا نشان ہے لباس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ذی حیثیت آدمی تھا۔"

بہر حال تم پچھلی رات بال بال بچے ورنہ وہی چاقو تمہارے سینے میں بھی پیوست ہو سکتا تھا۔

حمید خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا۔



مسز مطرب کے مکان کی پشت والے کھنڈر میں ایک لاش ملی تھی! مرنے والا ذی حیثیت معلوم ہوتا تھا کیونکہ اس کے جسم پر بہترین تراش کا سوٹ موجود تھا انگلیوں میں قیمتی انگوٹھیاں تھیں۔ جیبوں سے ڈیڑھ سو کے نوٹ برآمد ہوئے تھے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس کا قتل رہزنی کے سلسلہ میں ہوا ہوگا۔

چونکہ پرانے شہر کی یہ عمارت پولیس کے لئے دردِ سر بن کر رہ گئی تھی اس لئے مسز مطرب سے بھی پوچھ گچھ ہوئی۔ اس نے لاعلمی ظاہر کی اور وہاں سے پہرہ ہٹائے جانے پر احتجاج کیا۔

دوسری طرف بیلا بے حد مضطرب تھی اس نے رات اپنی ماں کی خواب گاہ میں کسی نامعلوم آدمی کو دیکھا تھا مگر اس کی شکل نہیں دیکھ سکی تھی۔ دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو نے اسے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ کیسے پانچ لاکھ تھے جو اس آدمی سے اس کی ماں نے طلب کئے تھے؟ کیوں طلب کئے تھے؟ کیا اس کا سودا کیا جا رہا تھا.... مگر اس کی ماں نے اسے کسی قسم کی دھمکی بھی تو دی تھی.... پانچ لاکھ.... یہ بہت بڑی رقم ہوتی ہے کیا وہ کوئی بہت بڑا آدمی تھا۔ جس سے پانچ

بالکل اسی انداز میں طلب کئے گئے تھے جیسے پانچ آنے مانگے گئے ہوں۔

پولیس والے پوچھ گچھ کر کے رخصت ہو گئے۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر بعد ایک دوسری کار ان کے دروازے پر رکی۔ اس پر کوئی بڑا آفیسر تھا۔

وہ بھی اندر آیا اس کے ساتھ دو سب انسپکٹر بھی تھے۔

"مسز مطرب....!" آفیسر نے اس کی ماں سے کہا۔ "آپ کو یہ عمارت تین گھنٹے کے اندر چھوڑنی ہے۔ ہم یہاں آپ کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔"

"پھر ہم کہاں جائیں گے۔" مسز مطرب نے چیں بہ چیں ہو کر پوچھا۔

"شہر کے کسی آباد علاقے میں آپ عارضی طور پر قیام کریں گی۔ یہ عمارت عارضی طور پر ریٹ کی موجودگی میں مقفل کر دی جائے گی۔"

"آخر کیوں خواہ مخواہ ہمیں پریشان کیا جا رہا ہے۔"

"کمال کرتی ہیں محترمہ آپ۔ کیا آپ کو اپنی زندگی پیاری نہیں ہے۔ ہم یہ اقدام آپ کی ظت کیلئے کر رہے ہیں۔ آپ براہِ کرم تین گھنٹے کے اندر یہاں سے روانگی کیلئے تیار ہو جائیے۔"

مسز مطرب کچھ نہ بولی۔ بیلا اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار دیکھ رہی تھی۔ پولیس آفیس گیا۔

مسز مطرب بڑبڑانے لگی۔ "میں تو اپنی زندگی سے تنگ آ گئی ہوں۔ کہیں پاگل نہ ہو جاؤں چلو اپنا سامان درست کرو۔"

"ہم کہاں جائیں گے ممی....!"

"جہنم میں....!" مسز مطرب جھلا گئی۔

"وہ قرینے ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔" بیلا بھی جل گئی۔

"کیا مطلب....!" مسز مطرب اسے گھورنے لگی۔

"کچھ نہیں....!" بیلا سہم گئی تھی۔ وہ ان تیوروں سے بہت ڈرتی تھی۔ ایسے مواقع پر جب مطرب خفا ہوتی نہ جانے کیوں بیلا کو اس کی آنکھیں بڑی زہریلی معلوم ہونے لگتی تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا جیسے ان میں رحم کا شائبہ بھی نہ ہو اور ان میں کسی وقت بھی درندگی کی چمک ہو سکتی ہے۔"

"نہیں بتاؤ مجھے اس کا مطلب....!" مسز مطرب گرجی۔

"کک.... کچھ نہیں۔"

"کچھ نہیں کی بچی۔ کیا تو اندھی ہو گئی ہے۔ نہیں دیکھتی کہ میں کتنی پریشان ہوں.... پھر ایسی باتیں کرتی ہے۔"

"میں نے کیا کہا ہے....!"

"دیکھ بیلا میں بہت بُری طرح پیش آؤں گی۔"

"ممی تم خواہ مخواہ خفا ہو رہی ہو۔ تم نے کہا تھا جہنم میں.... میں نے کہا قرینے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا ان دنوں ہم جہنم ہی میں نہیں ہیں۔"

"باتیں مت بنایا کرو.... مجھ سے تقریریں نہیں چلیں گی.... سمجھی....!"

یک بیک بیلا کو غصہ آ گیا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اس پر دیوانگی سی طاری ہو گئی ہو۔ خود بیلا بھی یہی محسوس کر رہی تھی کہ اس سے کوئی نئی حرکت سرزد ہو رہی ہے۔

"تم ہمیشہ تقریروں کے طعنے دیا کرتی ہو۔ اب تم بتاؤ کہ پچھلی رات تمہارے کمرے میں کون تھا"

مسز مطرب سناٹے میں آ گئی اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔ وہ دیوار سے لگ کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیلا کو دیکھتی رہی۔

"کیا بک رہی ہو تم....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہو سکتا ہے میں نے خواب دیکھا ہو۔" بیلا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "مگر وہ خواب بھی بڑا بھیانک تھا۔ تم کسی سے پانچ لاکھ میں میرا سودا کر رہی تھیں۔"

دفعتاً مسز مطرب بیلا پر جھپٹ پڑی اور اسے زمین پر گرا کر دونوں ہاتھوں سے پیٹنا شروع کر دیا۔

"کمینی کتیا! مجھ سے بدتمیزی کرتی ہے۔ ذلیل تیری یہ مجال یہیں دفن کر دوں گی۔"

"مارو.... ضرور.... مارو.... مگر تمہیں بتانا پڑے گا میں بھی تمہاری بیٹی ہوں۔ تم سے کم نہیں ہوں۔"

مسز مطرب کے ہاتھ یک لخت سست پڑ گئے اور پھر وہ اسے چھوڑ کر ہٹ گئی۔

"نہیں مارو....!" بیلا زمین ہی پر پڑی ہوئی کراہی "ہٹ کیوں گئیں....! مارتی رہو۔ ممی

مر جاؤں.... لیکن میں بھیڑ بکریوں کی طرح اپنا سودا نہیں ہونے دوں گی سمجھیں۔"

"بکواس مت کرو بیلا۔ مجھے اس طرح غصہ نہ دلایا کرو۔ میں تمہارا سودا نہیں کر رہی تھی۔ وہ ہمدرد تھا۔"

"ہمدردوں سے ایسی ہی باتیں کی جاتی ہیں جیسی تم کر رہی تھیں۔"

"بیلا....!" مسز مطرب دانت پیس کر اور گھونسہ دکھا کر بولی "اگر تم نے کسی سے بھی اس کا رہ کیا تو میں تمہیں کچل کر رکھ دوں گی۔"

باپ اور بیٹا

کیپٹن حمید جیسے ہی کوٹھی میں داخل ہوا کرنل فریدی کو میک اپ میں دیکھ کر اسے بڑی رت ہوئی کیونکہ کافی عرصہ سے اس نے اسے میک اپ میں نہیں دیکھا تھا.... وہ بہت ہی خاص اقع پر میک اپ کی ضرورت محسوس کرتا تھا۔

"کیا خبر ہے۔" اس نے حمید کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"پرنس دارا پور اڑ گیا۔" حمید نے جواب دیا۔

"کیا مطلب....!"

"وہ سوئیس ایئر کے طیارے سے روم گیا ہے۔"

"کب کی خبر ہے۔"

"ٹھیک دس بجے میں نے اسے ایئرپورٹ پر الوداع کہی تھی۔"

"سیٹ کب بک کرائی گئی تھی۔"

"پچھلے ہفتے.... تاریخ میں نے نوٹ کی ہے۔ مگر آپ کہاں چلے۔"

"تم بھی چلو گے....!" فریدی نے کہا پھر کچھ سوچنے لگا۔

"میں.... میں تو یقیناً چلوں گا۔ ویسے کیا آپ کو معلوم ہے کہ ڈی ایس پی سٹی نے بیلا اور اس ماں کو شہر میں منتقل کر دیا ہے۔ وہ پرنسٹن کے پولیس اسٹیشن کے اوپر والے فلیٹ میں ہیں۔"

"مجھے علم نہیں تھا۔ یہ اچھا ہی ہوا ہے۔"

"مسز مطرب نے ہم لوگوں کے خلاف رپورٹ کر دی ہے کہ ہم اسے بیلا کی شادی پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ اس سے بھی اچھا ہوا ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"تو پھر اب چھٹی ہے میری! پرنس دارا پور تو روم گیا۔"

"نہیں! اب میں نے اسکیم بدل دی ہے۔ جہاں کے لئے خود میں تیار تھا اب وہاں تمہیں بھیجوں گا۔"

"میں نے آج تک طوائفوں کے محلے میں قدم بھی نہیں رکھا۔" حمید نے اپنے دونوں کان پکڑتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو معاف ہی رکھئے۔"

"کیا بکتے ہو۔ تمہیں تقریباً پندرہ میل تک گھوڑے پر سفر کرنا ہوگا۔"

"میں گدھے پر بھی سفر کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ مجھے ایک ماہ کی چھٹی دلوا دیں۔"

"اس کیس سے نپٹنے کے بعد میں ایک لمبی چھٹی لوں گا۔" فریدی نے کہا۔ "ظاہر ہے کہ جہاں میں وہاں تم۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر یہ سفر گھوڑے پر کیوں ہوگا۔"

"تمہیں شکاریوں کے لباس میں جھریالی کی طرف لے جانا ہے۔ آج کل خان افضل اپنی پارٹی کے ساتھ وہیں شکار کھیل رہا ہے۔"

"اوہ.... خان افضل.... میں نے سنا ہے کہ وہ بڑھاپے میں بھی بچوں کی سی حرکتیں کرتا ہے خصوصاً شکار کے معاملے میں.... کاؤبوائے ٹائپ کے لباس میں گھوڑے پر آوارہ گردی کیا کرتا ہے۔ اسی قسم کے خیمے لگاتا ہے.... سنا ہے اس کا اور اسکے بیٹے کا لہجہ بھی کاؤبوائز ہی کا سا اکھڑ ہے۔"

"تو پھر....؟"

"کچھ نہیں....!"

"میرا خیال ہے کہ ایک زمانے میں تم بھی اس خبط میں مبتلا رہ چکے ہو اور تمہارے پاس بھی لباس تو محفوظ ہی ہوگا۔"

"جی ہاں.... ہے۔"

"بس تو پھر....! اب اس ایڈونچر کے متعلق خود ہی سوچو.... تمہیں ان لوگوں سے مل

ہے۔"

"کیا میک اپ میں جانا ہوگا۔"

"ہرگز نہیں۔"

"ب تو مل بیٹھنے دیا.... ان لوگوں نے۔ اگر ان کے خلاف آپ کا شبہ درست ہے تو پھر وہ پہچانتے بھی ہوں گے۔ کم از کم میری شادی کی خبر پڑھ کر انہوں نے میرا چاند سا چہرہ دیکھنے کی کوشش ضرور کی ہوگی۔"

"یقیناً کی ہوگی۔" فریدی مسکرایا۔ "اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ تم میک اپ میں نہ جاؤ.... ے زیادہ وہ تمہارا ابھرتہ بنا کر رکھ دیں گے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ اس میں کوئی غلطی نہیں کر رہے۔"

"بحث نہ کرو۔"

"بہتر ہے! قربانی کے بکرے کو اتنی اردو کہاں آتی ہے کہ وہ بحث کر سکے! بہتر ہے جناب۔"

"تمہیں ٹھیک ساڑھے چار بجے چیتھم روڈ پر گھوڑا تیار ملے گا۔"

"غالباً اس نے بھی اس سلسلے میں آپ سے بحث کی ہوگی۔"

"میں جانتا ہوں کہ تمہارا دم نکلا جا رہا ہے۔" فریدی مسکرایا۔ "مگر تمہیں اتنا ڈرپوک نہیں تھا۔"

لفظ "ڈرپوک" پر حمید اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی نے پشت پر خنجر مارا ہو۔

"اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔" وہ غصیلی آواز میں بولا۔



چار بجے چیتھم روڈ پر کار چھوڑی یہاں ایک آدمی گھوڑے سمیت موجود تھا۔ حمید دل ہی دل تاؤ کھاتا ہوا گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ کار ڈرائیور کو واپس لے جانی تھی۔

اسے تاؤ اس لئے آ رہا تھا کہ لوگوں نے اسے دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا تھا... فلموں میں کاؤ بوائز کو دیکھ کر ان سے متعلق ہوائی قلعے بنانا اور بات ہے لیکن ان کا لباس پہن کر کسی مہذب ملک کے شہروں میں گھوڑا دوڑاتے پھرنا اور بات ہے.... یہاں تو حمید ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی فلم کا اشتہار بانٹنے نکلا ہو۔

ٹخنوں سے اونچی چست پتلون سبز رنگ کی واسکٹ گلے میں سرخ رنگ اسکارف کمر کے گرد کارتوسوں کی پیٹی تھی۔ جس کے دونوں جانب ہولسٹر لٹکے ہوئے تھے کاندھے پر رائفل بھی تھی۔

گھوڑا چیتھم روڈ پر سرپٹ دوڑ رہا تھا اور دیکھنے والے قہقہے لگا رہے تھے۔ حمید کو اس کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ وہ ایک بھری پُری سڑک پر اس طرح گھوڑا دوڑا رہا ہے وہ تو جلد از جلد آبادی سے نکل جانا چاہتا تھا۔

خدا خدا کر کے قہقہوں اور بچوں کی تالیوں سے اس کا پیچھا چھوٹا۔ بستی سے باہر نکلتے ہی دم لینے کے لئے گھوڑے کو سست رفتاری پر مجبور کر دیا۔

مگر پھر تھوڑی دیر بعد اسے خیال آیا کہ دن رہے ہی جھریالی پہنچ جانا چاہئے ورنہ اندھیرے میں کہاں بھٹکتا پھرے گا۔ اس نے پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی.... کاؤ بوائے ہیٹ کا تسمہ جو بہت سختی سے کسا ہوا تھا اب تکلیف دہ ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نے ہیٹ کو پشت پر ڈال لیا اور تسمہ گردن میں پھنس کر رہ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ان لوگوں کے خیموں میں پناہ نہ مل سکی تو کیا کرے گا۔ ضروری نہیں تھا کہ وہ لوگ اسے اپنے قریب آنے دیتے۔ پتہ نہیں کس مقصد کے تحت فریدی نے اسے اس طرح جھونک مارا تھا۔ وہ گھوڑے کو تیز رفتاری ہی پر مجبور کرتا رہا۔ گھوڑا سدھایا ہوا اور سیدھا معلوم ہوتا تھا ورنہ حمید کی زیادتیوں کی کسر نکال ہی لیتا۔

بہر حال یہ حمید کی قوت ارادی ہی کا کرشمہ تھا کہ وہ پانچ بجے تک جھریالی کے علاقے میں داخل ہو گیا جھیل کے کنارے اسے چھوٹے چھوٹے خیمے نظر آئے جن کے قریب گھوڑے چر رہے تھے۔ دفعتاً کچھ لوگ خیموں کے دروں میں نظر آئے۔ غالباً یہ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سن کر باہر دیکھنے لگے تھے۔

حمید نے دیکھا کہ ایک طویل قامت اور جسیم آدمی دوسروں سے کچھ آگے بڑھ آیا ہے۔ حمید گھوڑا اسی طرف لیتا چلا گیا.... قریب پہنچنے پر حمید نے خان افضل کو پہچان لیا۔ یہ طویل قامت اچھے جسم والا ایک معمر آدمی تھا اس کی مونچھیں سفید تھیں سر کے بالوں میں سیاہی کی ہلکی سی لہر بھی کہیں نظر نہیں آتی تھی۔

"او جوان.... او جوان....!" خان افضل آگے بڑھ کر تعریفی نظروں سے حمید کا جائزہ لیتا

ہوا بولا۔ "کون ہو! کدھر سے آئے ہو.... او ہو.... تم بھی کاؤ بوائے بنے ہوئے ہو۔ کیا بوڑھے کا مضحکہ اڑانے آئے ہو....!"

"مضحکہ کون اڑا سکتا ہے.... خان کا....!" کئی غصیلی آوازیں آئیں۔ حمید نے دیکھا کہ اس کے ساتھیوں کے ہاتھ ہولسٹروں پر چلے گئے ہیں جن سے ریوالور کے کالے کالے دستے جھانک رہے تھے۔

"آہا.... جیالو....!" حمید نے اردو میں کاؤ بوائز کے اکھڑ لہجے کی نقل اتاری۔ "میرے قبضے میں بھی دس گولیاں ہیں یا وہ ختم ہو جائیں گی.... یا میں ختم ہو جاؤں گا۔"

"نہیں....!" خان افضل اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا اور ان کے ہاتھ ہولسٹروں پر سے ہٹ گئے۔

"ادھر کیوں آئے ہو۔" خان افضل نے پوچھا۔

"بہت دنوں سے خواہش تھی کہ خان اور خان کے ساتھیوں میں بھی کچھ وقت گذارا جائے۔" حمید نے کہا۔

"کیوں....؟"

"ارے خان! میں کوئی بُرا آدمی نہیں ہوں....!" حمید ہنس کر بولا۔

"ان خیموں میں....!" خان افضل نے خیموں کی طرف انگوٹھے سے اشارہ کر کے کہا۔ "اجنبیوں یا بروں کی پرواہ نہیں کی جاتی.... تم کون ہو۔"

حمید نے اپنا کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

وہ چند لمحے کارڈ کو گھورتا رہا پھر غصیلی آواز میں بولا۔ "یہاں ہمارے پاس بغیر لائسنس کی رائفلیں نہیں ہیں۔"

"شش....!" حمید آنکھ مار کر مسکرایا۔ "میں اس وقت ایک کاؤ بوائے کے لباس میں ہوں۔ پولیس والا نہیں.... یہ خبر ہی مجھے اس طرف لے آئی ہے کہ خان شکار گاہ میں ہیں۔"

"آؤ.... نیچے اتر آؤ۔ میں نے تمہارا نام بہت سنا ہے۔" خان افضل نے کہا۔ "میرے لڑکے جمال سے مل کر تمہیں خوشی ہو گی۔ وہ بھی تمہاری ہی طرح پھرتیلا اور چالاک ہے۔"



خان افضل کے خیمے قہقہوں سے گونج رہے تھے۔ وہ ایک زندہ دل آدمی تھا۔ اتنا زندہ دل کہ باپ اور بیٹے ایک ہی میز پر شراب پی رہے تھے۔

اس خیمے میں پانچ آدمی تھے۔ خان افضل اس کا بیٹا اجمل .... حمید اور دو آدمی اور جو خان افضل کے مصاحب معلوم ہوتے تھے۔ دوسرے آدمی مختلف خیموں میں تھے۔

اجمل حمید پر رعب ڈالنے کے لئے شیخیاں بگھار رہا تھا....

"بہت بُری بات ہے کیپٹن!" خان افضل بولا۔ "بہت بُری کہ تم تفریحاً بھی نہیں پیتے۔"

"پینے کیلئے دماغ اور پھیپھڑوں میں قوت چاہئے۔" اجمل نے مصاحبوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم چپ رہو۔" خان افضل غرایا۔

"تم پیتے وقت مجھ پر نہ غرایا کرو پاپا سمجھے! ورنہ ہو سکتا ہے نشے میں کچھ میری زبان سے بھی نکل جائے۔"

"کچھ نکال کر دیکھو زبان سے۔"

"ابھی ہوش میں ہوں۔" اجمل کا لہجہ زہریلا تھا۔ پھر اس نے حمید سے کہا۔ "مجھے جب غصہ آتا ہے تو میری آنکھیں بلڈاگ کی آنکھوں کی طرح بند ہو جاتی ہیں۔"

"ضرور بند ہو جاتی ہوں گی...." حمید سر ہلا کر بولا۔ "تم ایسے ہی معلوم ہوتے ہو۔"

"کیوں بکواس کر رہا ہے اجمل....!" خان افضل نے اسے ڈانٹا۔

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں ابھی نشے میں نہیں ہوں۔"

"خاموش بھی رہیئے.... چھوٹے خان۔" ایک مصاحب بول پڑا۔

"یو شٹ اپ.... بلیک باسٹرڈ....!" اجمل اس کی طرف مڑتا ہوا دہاڑا۔

مصاحب سہم کر خاموش ہو گیا اور حمید نے کہا۔

"مسٹر اجمل میں آپ لوگوں کا مہمان ہوں۔ اس توقع پر آیا تھا کہ یہاں کچھ تھوڑی تفریح ہو جائے گی۔ لیکن آپ مجھے بھاگ جانے پر مجبور کر رہے ہیں۔"

"ارے نہیں....!" وہ یک بیک ہنسنے لگا۔ "اچھی بات ہے اب میں کوشش کروں گا کہ مجھے غصہ نہ آئے۔"

خان افضل اٹھ کر خیمے سے چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں مصاحب بھی اٹھ گئے۔

خان اجمل آہستہ آہستہ ہنسنے لگا۔ حمید کو ان دونوں کے تعلقات پر حیرت ہو رہی تھی۔ یہ باپ بیٹے ہیں وہ سوچ رہا تھا۔

"یار کیپٹن....!" وہ حمید کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "یہ واقعی بہت بُری بات ہے کہ تم نہیں پیتے۔ پتہ نہیں جیتے کیسے ہو۔ میں تو شراب کے بغیر ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"بس کیا بتاؤں میں نے تو ساڑھے سات ہی سال کی عمر میں شراب بالکل چھوڑ دی تھی۔" حمید نے کہا۔

"ساڑھے سات سال کی عمر میں۔" اجمل نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں.... آپ کو حیرت کیوں ہے؟"

"کس عمر میں آپ نے پینی شروع کی تھی۔"

"یہ نہ پوچھیے۔ پیدا ہوتے ہی حلق میں برانڈی ٹپکائی گئی تھی۔ ویسے مجھے یاد ہے کہ جب میں سوا تین سال کا تھا تو پیالہ پگ سے کم میں میرا کام نہیں چلتا تھا۔"

"کمال ہے۔ نہیں یار کیپٹن تم مجھے اُلو بنا رہے ہو۔"

"یقین کرو دوست....!"

"چلو کر لیا....!" اجمل ہنسنے لگا۔ پھر بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "اب تک کتنی لڑکیوں سے عشق کیا ہے۔"

"یہ نہ پوچھو....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا۔ "مجھے آج بھی یاد ہے کہ سوا تین سال کی عمر میں میں نے شراب کیوں شروع کی تھی۔"

"کیوں شروع کی تھی۔"

"مجھے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی تھی۔ سوا تین سال کی ننھی سی جان کو دیکھو اور عشق کی ناکامی کا صدمہ۔ ہوا یہ کہ اس لڑکی کی شادی ہو گئی۔"

"لڑکی کی عمر کیا تھی۔"

"یہی کوئی بیس سال....!"

"ہاہا....!" اجمل نے بے تحاشہ قہقہہ لگایا۔ "یار تمہیں بغیر پیئے نشہ ہو گیا ہے۔ اپنی چونچ

سنبھالو۔ ورنہ ابھی کہنے لگو گے کہ ڈھائی سال کی عمر میں پہلی شادی ہوئی تھی۔"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ خان اجمل میں تمہارا مہمان ہوں۔ تم کسی سے بھی معلوم کر سکتے ہو کہ اسکی شادی ہو جانے کے بعد میں نے شراب شروع کر دی تھی اور اس وقت میں سوا تین سال کا تھا۔"

"ضرور رہے ہو گے۔" خان اجمل ہنستا ہی رہا۔

"اچھی بات ہے دوست۔ کبھی نہ کبھی مجھے بھی تم پر ہنسنے کا موقع ملے گا۔"

خان اجمل ہنستا ہی رہا۔ حمید نے محسوس کیا کہ اب اسے نشہ ہو چلا ہے۔

ٹھیک اسی وقت خان افضل خیمے میں داخل ہوا.... وہ تنہا ہی تھا۔ لیکن غصے میں بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ حمید نے اس کے ہاتھ میں چمڑے کا چابک دیکھا۔

وہ کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت وہ سچ مچ کوئی دیو معلوم ہو رہا تھا۔

وہ چند لمحے اجمل کو حقارت سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"خان افضل.... صرف خان افضل ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کسی کا باپ۔"

"ارے جاؤ....!" اجمل ہاتھ ہلا کر جھومتا ہوا بولا۔ "بڑے آئے خان افضل.... جاؤ.... جاؤ.... میں جانتا ہوں کہ میرا دادا کپڑے بنتا تھا۔ پھر پتہ نہیں ہم لوگ خان کہاں سے ہو گئے۔"

"خاموش رہو۔" خان افضل نے الٹا ہاتھ اپنے بیٹے کے منہ پر رسید کر دیا۔ اگر حمید اسے بڑی پھرتی سے سنبھال نہ لیتا تو یقینی طور پر اس کی کرسی الٹ گئی ہوتی۔

"تم دخل مت دو کیپٹن۔" وہ غرایا۔

حمید ایک طرف ہٹ گیا۔ اجمل بھی تن کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"یہ سودا تمہیں بہت مہنگا پڑے گا بابا۔" اس نے کہا۔

"شائیں....!" چمڑے کا چابک اجمل کے شانے پر پڑا لیکن ساتھ ہی وہ اجمل کے ہاتھ میں بھی آ گیا۔ دونوں ہی اسے چھین لینے کے لئے زور لگا رہے تھے۔ حمید دور کھڑا تماشہ دیکھتا رہا۔

اچانک خان افضل نے چابک چھوڑ کر ٹھوڑی پر مکا رسید کر دیا۔

اجمل خیمے کی سائیڈ سے ٹکرا کر زمین پر گر گیا اب پھر خان افضل نے دو چار چابک بھی رسید کر دیئے۔

اجمل زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا چابک کی شائیں شائیں سے بچنے کے لئے کافی

جہد کرنی پڑ رہی تھی۔ کبھی اِدھر رینگ جانا پڑتا کبھی اُدھر۔

"بولو... بتاؤ تمہیں نشہ ہوا یا نہیں۔" خان افضل کہہ رہا تھا اور اجمل پر چابک بھی برسا رہا تھا۔

"خان میں استدعا کرتا ہوں....!" حمید نے کچھ کہنا چاہا۔

"نہیں تم خاموش رہو کیپٹن۔ اسے اپنی قوت پر بے جا غرور ہو گیا ہے۔ اتنا غرور کے اپنے ے بھی ٹکرانے کے لئے تیار رہتا ہے۔"

"میں تم سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا بابا۔ ابھی جب تمہارا بوڑھا بازو شل ہو جائے گا دیکھنا۔"

خان افضل کا ہاتھ اور تیزی سے چلنے لگا۔ چابک کبھی اجمل پر پڑتا اور کبھی زمین پر۔ کبھی کبھی ل کو بھی اچھل کر اِدھر اُدھر ہٹنا پڑتا تھا کیونکہ خان افضل کا ہاتھ بڑے وحشیانہ انداز میں چل رہا تھا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح یہ ہنگامہ فرو کرائے۔ بوڑھا خان افضل واقعی ت انگیز قوت کا مالک تھا۔ اس کا ہاتھ سست ہونے کے بجائے لحظہ بہ لحظہ تیز ہی ہوتا جا رہا تھا۔

تاً ایک بار چابک کروسین لیمپ سے جا ٹکرایا۔ لیمپ کا زمین پر گرنا تھا کہ خیمہ تاریک ہو گیا۔

طرح خان اجمل کو چابک سے پناہ مل سکی۔ وہ چپ چاپ خیمے سے نکل کر کھسک گیا تھا۔

خدشہ

رنسٹن کے تھانے کے اوپر تین کمروں کا ایک فلیٹ تھا یہاں پہنچ کر بیلا نے اطمینان کا سانس یا۔ صحیح معنوں میں اب وہ خود کو محفوظ سمجھ رہی تھی۔ لیکن اس کے برخلاف اس نے اپنی ماں کے ہرے پر اطمینان نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ یہاں آ کر خود کو اور زیادہ غیر محفوظ سمجھنے ی ہو۔

ان دونوں کے درمیان ابھی تک کشیدگی باقی تھی۔ نہ جانے کیوں بیلا کو ایسا محسوس ہو رہا تھا یسے ان دونوں کے درمیان ایک خلیج سی حائل ہو گئی ہو۔ لیکن پچھلی جھڑپ کے بعد سے اب تک ن دونوں میں کوئی ناخوشگوار گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ ویسے بیلا بھی محسوس کرتی تھی کہ اس کی ماں س سے بے حد خفا ہے۔ حالانکہ مسز مطرب نے خفگی کا اظہار بھی نہیں کیا تھا۔

اس واقعے کی یاد بیلا کے لئے ایک مستقل ذہنی خلش بن کر رہ گئی تھی۔ آخر وہ کون تھا اور اتنی رات گئے اس کی ماں کے کمرے میں کیا کر رہا تھا۔ ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا کیا مقصد تھا۔ کاش وہ پوری گفتگو سن سکی ہوتی۔

اس وقت دونوں نشست کے کمرے میں بیکار بیٹھی ہوئی تھیں۔ دونوں ہی کے چہروں پر پریشانی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور مسز مطرب اس طرح چونک پڑی جیسے وہ دستک اُن کے لئے کوئی بہت بڑی پریشانی لائی ہو۔

اس نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ کرنل فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"غالباً میں نے آپ کو ناوقت تکلیف دی ہے۔"

بیلا اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔" مسز مطرب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تشریف لائیے۔" بیلا دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

"آپ یہاں مطمئن ہیں یا نہیں؟" فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔

"بہت!" مسز مطرب زبردستی مسکرائی۔ "اگر یہاں بھی مطمئن نہ ہو سکوں تو پھر مجھے دنیا کے کسی گوشے سے بھی اطمینان نصیب نہ ہو گا۔"

"کاش پولیس نے آپ کی پہلی بار کی شکایت پر یہ انتظام کیا ہوتا۔" فریدی نے کہا۔

"مگر میں نہیں سمجھ سکتی کہ مجھے کب تک خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرنی ہو گی۔"

"ہاں.... یہ مسئلہ ایسا ہی ہے کہ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا ویسے کچھ وقت تو ضرور لگے گا۔"

مسز مطرب تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "دیکھئے اس دن آپ خفا ہو گئے تھے۔ لیکن میری دشواریوں کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ میں سمجھتی ہوں کہ کیپٹن حمید بہت اچھے ہیں ان سے بہتر شوہر بیلا کے لئے ملنا مشکل ہے.... لیکن میں پھر بھی مجبور ہوں.... مجھے بے حد افسوس ہے۔"

"دشواریوں پر قابو بھی پایا جا سکتا ہے؟" فریدی مسکرایا۔

"نہیں وہ دشواری ایسی ہے کہ میں خود بھی....!" اس نے جملہ نہیں پورا کیا۔

"آپ بے تکلفی سے کہئے۔ ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے کسی کام آ سکوں۔"

"دیکھئے قصہ دراصل یہ ہے کہ ہمارے یہاں خاندان سے باہر شادیاں نہیں ہوتیں.... ورنہ اب تک میں کسی نہ کسی کے دھوکے میں آ ہی جاتی کیونکہ ساری دنیا کی عورتیں دولت مند داماد چاہتی ہیں۔"

"تب تو واقعی میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔" فریدی نے سر ہلا کر کہا۔

"اس سلسلے میں آپ نے بڑی زیادتی کی ہے۔ یعنی میرے تردیدی بیان کی تردیدی میرے ہی نام سے کرا دی۔"

"وہ میں نے آپ کی بہتری کے لئے کیا تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ محض روایات کو برقرار رکھنے کے لئے ان ہنگاموں کا مقابلہ کر رہی ہیں تو میں احتیاط برتتا۔"

"میں نہیں جانتی کہ یہ لوگ کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"مطرب صاحب نے ایسی کوئی بڑی رقم چھوڑی ہو گی جس کا علم بہت کم لوگوں کو ہو گا۔"

"اس کے متعلق مجھ سے زیادہ کون جان سکے گا۔"

"تو کیا میرا خیال صحیح ہے۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ انہوں نے ایسی کوئی رقم نہیں چھوڑی تھی جو کچھ بھی ہے غیر منقولہ جائیداد کی شکل میں ہے۔"

"مطرب صاحب بھی ذی حیثیت لوگوں میں سے تھے۔"

"اب اس کا تذکرہ ہی فضول ہے۔" مسز مطرب نے کہا اور ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"میرا خیال ہے کہ ان کا حلقہ احباب بھی بہت وسیع رہا ہو گا۔"

"جی ہاں....!"

"کیا آپ ان لوگوں کے نام بتا سکیں گی جن سے بہت قریبی تعلقات تھے۔"

نہ جانے کیوں اس سوال پر ایک لحظہ کے لئے اس کے چہرے کی رنگت اڑ گئی مگر پھر اس نے سنبھل کر کہا۔ "بھلا میں یہ کیسے بتا سکتی ہوں۔ مجھے کیا علم۔"

"یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔"

"عجیب کیوں....؟"

"سو فیصدی عورتوں کو شوہروں کے دوستوں کے متعلق سب کچھ معلوم ہوتا ہے۔"

"مجھے ان کے دوستوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔"

"آپ کو یقین ہے کہ آپ غلط بیانی سے کام نہیں لے رہی ہیں۔"

"کیا مطلب.....!"

"صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ میں ان کے قریبی دوستوں کے نام اور پتے چاہتا ہوں۔"

"فرض کیجئے کسی طرح آپ کو نام اور پتے مل بھی جائیں تو آپ اس کیس کے سلسلے میں کیا کر سکیں گے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس قسم کے سوالات کے جوابات صرف اپنے آفیسروں کو دیتا ہوں۔"

"اوہ.... میں معافی چاہتی ہوں۔ دیکھئے نا۔ ایسے حالات سے گزرنا بھی ہنسی کھیل نہیں ہے۔ ذہن پر بُرا ہی اثر پڑتا ہے۔ آج کل میں جو کچھ سوچتی ہوں زبان پر نہیں آتا اور جو ذہن میں بھی نہیں ہوتا منہ سے نکل جاتا ہے۔"

"قدرتی بات ہے.....!" فریدی نے کہا۔ "ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ممکن ہے کسی ایسی رقم یا جائیداد کا علم آپ کو بھی نہ ہو جس کی مالک مس بیلا بننے والی ہوں۔"

"بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ خود سوچئے۔"

"ایسے بہتیرے کیس میرے پاس آچکے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مسٹر مطرب کو اس کا موقع نہ ملا ہو کہ وہ آپ کو بتا سکتے۔ بہتیرے ایسے لوگ دیکھنے میں آئے ہیں جو کروڑوں کے مالک ہوتے ہیں لیکن کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا ہے۔ بعض لوگوں میں یہ خبط بھی ہوتا ہے کہ مرتے وقت اپنے اعزہ کو کوئی بہت بڑی خوشی دے جائیں۔ مگر مطرب صاحب کا انتقال اچانک ہوا تھا یہ میں اپنی معلومات کی بناء پر کہہ رہا ہوں.... اور ان کا انتقال گھر میں نہیں ہوا تھا بلکہ ایک سفر کے دوران میں ان کے قلب کی حرکت بند ہو گئی تھی۔"

"میں آپ کی معلومات کو چیلنج نہیں کروں گی۔" مسز مطرب مسکرائی۔

"پھر کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جو کچھ انہوں نے آخیر وقت کے لئے اٹھا رکھا ہو وہ آپ سے نہ کہہ پائے ہوں۔"

"ممکن ہے۔" مسز مطرب کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

"مگر ہو سکتا ہے کہ ان کے کسی قریبی دوست کو اس کا علم ہو۔" فریدی بولا۔ "کیونکہ ایسے کیس بھی میرے پاس آچکے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" مسز مطرب نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"میں اپنی یادداشت پر زور دوں گی، شاید کوئی ایسا دوست نکل ہی آئے جس پر وہ اتنا اعتماد کر سکتے رہے ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر مسز مطرب نے ایک آدھ نام لئے اور فریدی جیب سے نوٹ بک نکال کر نام اور پتے تحریر کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد مسز مطرب نے خاموشی اختیار کر لی۔ فریدی بھی کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ نوٹ بک اس کے زانو پر کھلی رکھی تھی۔

"کیا.... آپ ایک آدھ نام اور بھی نہیں یاد کر سکتیں۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ایک کیا ممکن ہے ابھی دس اور ہوں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میرے علم میں نہیں۔"

"یہ تو بہت بُری بات ہے مسز مطرب.... بہت بُری۔"

"اب میں کیا کروں۔" مسز مطرب نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس قسم کی کوئی افتاد پڑے گی تو ان کے دوستوں کا شجرہ نسب تک زبانی یاد کرنے کی کوشش کرتی۔"

"خان افضل ایسا نام نہیں ہے محترمہ جو یاد نہ آسکے۔" فریدی نے کہا اور مسز مطرب اس طرح اچھل پڑی جیسے کرسی نے اچھال دیا ہو۔

"میں کسی خان افضل کو نہیں جانتی۔" وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

"نہ جانتی ہوں گی۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔ پھر چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ "تم یہاں سے باہر قدم نہیں نکال سکو گی۔ نہ کسی سے مل سکو گی اور نہ کوئی تم سے مل سکے گا۔"

پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔



پچھلی رات کا ہنگامہ اس وقت بھی کیپٹن حمید کو یاد تھا۔ اس لئے دونوں باپ بیٹے کو اکٹھے دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ قطعی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ پچھلی رات وہ ایک دوسرے کے خون کے

پیا سے نظر آئے ہوں گے۔

انہوں نے ایک ہی میز پر ناشتہ کیا تھا اور اب خیمے کے باہر بیٹھے آج کے شکار کا پروگرام بنا رہے تھے۔

"ہیلو کیپٹن....!" اجمل حمید کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"پہاڑوں کے ادھر ہرنوں کا شکار ہوتا ہے۔" خان افضل نے پہاڑیوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر حمید سے کہا۔

"تو پھر اُدھر ہی چلیں گے۔" حمید بولا۔

"یہی خیال ہے۔"

ان میں سے کسی نے پچھلی رات والے واقعے کا حوالہ تک نہ دیا اور ان کے چہروں پر شرمندگی کے آثار بھی نہیں نظر آئے.... کتنے عجیب باپ بیٹے تھے۔ شاید وہ کاؤ بوائز بھی اتنے وحشی نہ ہوتے ہوں جن کی نقل یہ دونوں تھے۔ ان دونوں کی اسٹڈی حمید کے لئے بڑی دلچسپ ثابت ہو سکتی تھی۔

دس بجے حمید اس پارٹی کے ساتھ ہرنوں کے شکار کے لئے روانہ ہو گیا۔ چودہ گھوڑے جھیل کے کنارے دوڑ رہے تھے۔

مچھلیوں کا شکار کھیلنے والوں نے بڑی نفرت انگیز نظروں سے اُن کی طرف دیکھا۔

خان اجمل کا گھوڑا حمید کے گھوڑے کے برابر ہی چل رہا تھا۔ حمید نے اجمل کے بائیں گال پر ایک ابھری ہوئی سی نیلگوں لکیر دیکھی۔ یہ شاید چابک کا نشان تھا۔

"اس سے پہلے بھی کبھی ہرن کے شکار کا اتفاق ہوا ہے۔" اجمل نے اس سے پوچھا۔

"بھئی میں ان ننھی منی جانوں کے شکار کرنے کا قائل نہیں ہوں۔" حمید نے جواب دیا۔

"اچھا تو تم شاید ہاتھی مارتے ہو۔" اجمل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "مگر دانت کون اکھاڑتا ہے۔"

"ایک چینی ڈینٹسٹ....!" حمید بولا۔ "جس کا نام ڈاکٹر چاچو چن ہے۔"

"دلچسپ آدمی ہو۔" اجمل مسکرایا۔

مگر حمید صبح ہی سے محسوس کر رہا تھا کہ وہ اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا۔ پتہ نہیں یہ پچھلی رات کے واقعات کی شرمندگی کا ردعمل تھا یا اور کچھ۔

جھیل کے کنارے انہوں نے ایک لمبا چکر لیا اور پھر ایک چھوٹے سے درے میں گھستے چلے گئے۔

درہ زیادہ طویل نہیں تھا۔ حمید اس سے پہلے بھی ایک آدھ بار اُدھر آ چکا تھا.... درے سے لنے کے بعد پھر وہ کھلے میدان میں آ گئے۔

"نشانہ کیسا ہے تمہارا....!" اجمل نے حمید سے پوچھا۔

"بس یونہی سا ہے۔ کوئی خاص نہیں۔" حمید نے بے دلی سے جواب دیا۔

وہ پھر سوچنے لگا تھا کہ آخر یہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔ اگر ساتھ ہی ساتھ کام بھی بتا دیا گیا ہوتا وہ اس طرح گھوڑے پر بیٹھ کر مکھیاں کیوں مارتا پھرتا۔

ایک جگہ وہ سب رک گئے۔ خان افضل دفعتاً حمید کی طرف مڑا....

"کیوں....! اب یہاں بتاؤ کہ تم ہماری طرف کیوں آئے تھے۔"

"آفس کو علم ہے کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔"

خان افضل نے قہقہہ لگایا۔

اجمل حمید کو کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو.... کیپٹن.... اسے کسی طرح بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ ہم لوگ کوئی غیر قانونی م کر رہے ہیں۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ خان افضل تفریحاً ڈاکے ڈالتا ہے لیکن اسے ثابت یں کیا جا سکتا۔"

"قطعی نہیں ثابت کیا جا سکتا۔" حمید سر ہلا کر بولا۔

"پھر تم کیوں پیچھے لگے ہو۔"

"اچھی بات ہے میں واپس چلا جاؤں گا۔"

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے۔"

"پھر یہ سوال اٹھا ہی کیوں تھا....؟"

"بس یونہی خیال آ گیا۔ عام لوگ میرے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے۔"

"اگر میرا بس چلے تو عام آدمیوں کا قتل عام شروع کرا دوں۔" اجمل بول پڑا۔

"کیا بکواس ہے۔ خاموش رہو۔" خان افضل نے اسے ڈانٹا اور پھر حمید سے بولا۔ "لوگ کہتے نا کہ میں نے یہ ساری دولت ڈاکے ڈال کر اکٹھا کی ہے اور اتنا چالاک ہوں کہ پولیس آج تک

"میرے خلاف ثبوت ہی نہیں مہیا کر سکی۔"

"جب اس کی کوئی اصلیت ہی نہ ہو تو ثبوت کہاں سے ملے گا۔" حمید نے کہا۔

"پاپا.... اس کی باتوں میں نہ آنا یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔" اجمل بولا۔

"میں نے تمہیں بکواس کرنے سے روکا تھا۔" خان افضل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں انہیں بھی اپنی سنانے دیجئے۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

"اچھا تم میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔" خان اجمل کی بھنویں تن گئیں۔

"یار تم تو سچ مچ خاموش ہی رہا کرو۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر معاملے میں دخل اندازی کرتے رہو۔"

"بس خاموش....!" اجمل گرجا۔ اس کا ہاتھ ریوالور کے ہولسٹر پر چلا گیا تھا۔

ان گیارہ آدمیوں میں شاید چار اس کے ساتھی تھے۔ حمید نے ان کے ہاتھ بھی ہولسٹروں ہی پر دیکھے۔

"اجمل کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" خان افضل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جانے دو چھوٹے خان۔" اجمل کے ساتھیوں میں سے ایک نے اسے آنکھ مار کر کہا۔

اجمل خاموش ہو گیا۔ مگر اب خان افضل اسے اور اس کے چاروں ساتھیوں کو باری باری سے گھور رہا تھا حمید نے اس کی آنکھوں میں شبے کی جھلکیاں دیکھیں۔

"اجمل! کیا ہے تمہارے دل میں۔" دفعتاً اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"کچھ نہیں پاپا.... بھلا میرے دل میں کیا ہوتا....!"

خان افضل نے ایک طویل سانس لی اور بولا۔ "شکار نہیں ہو گا! ہم واپس جائیں گے۔" اجمل ہنسنے لگا۔

"تمہاری مرضی۔" اس نے کہا۔ "ہوتا تو اچھا تھا! نہ ہو گا تو ہم واپس چلیں گے۔"

اس نے اپنا گھوڑا پہاڑیوں کی طرف موڑ دیا۔

"ٹھہرو.... ساتھ چلو....!" خان افضل نے کہا۔

"نہیں.... میں پہلے جاؤں۔" وہ مڑے بغیر ہاتھ ہلا کر چیخا اس کا گھوڑا سرپٹ دوڑ رہا تھا اور اس کے پیچھے اس کے چاروں ساتھی تھے۔

"چلو کیپٹن اسے آگے نہ جانے دو۔ مجھ سے زیادہ اسے اور کون جانے گا آج کل وہ کسی چکر

میں ہے۔ پتہ نہیں کیوں میرا ابھی دشمن ہو گیا ہے۔"

بقیہ لوگوں نے بھی اپنے گھوڑے اسی سمت ڈال دیئے جس سمت اجمل جا رہا تھا۔

"کس بات کا شبہ ہے آپ کو....!" حمید نے افضل سے پوچھا۔

"وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے....!"

"ارے کمال کرتے ہیں آپ بھی....!" حمید ہنسنے لگا۔

"یقین کرو کیپٹن.... وہ میری ہی اولاد ہے میں اس کی آنکھوں سے اس کے دل کا حال معلوم کر لیتا ہوں۔"

"لیکن ایسی اولاد میری سمجھ میں نہیں آسکتی جو باپ کو قتل کر دے۔"

"یہاں کیا نہیں ہوتا....!"

"لیکن وہ آپ کو کیوں قتل کرنا چاہتا ہے۔"

"پتہ نہیں.... شاید وہ زیادہ دنوں تک میری دولت سے محروم نہیں رہنا چاہتا۔"

"ہو سکتا ہے آپ کو دھوکا ہوا ہو۔ اجمل ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"تم اسے کیا جانو.... اوہ.... بڑھو.... تیز بڑھو۔" اس نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"پہاڑوں تک پہنچنے سے پہلے ہی اسے جا لینا ہے تاکہ ہم سب ساتھ ہی درے میں داخل ہو سکیں۔"

پھر نو عدد تیز گھوڑوں نے بھونچال سا پیدا کر دیا.... خان افضل برابر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائے جا رہا تھا۔

اس نے جو کچھ بھی کہا تھا وہی ہوا۔ اجمل اور اس کے ساتھیوں کو اس دوڑ میں شکست ہو گئی اور وہ سب ساتھ ہی ساتھ درے میں داخل ہوئے۔ اجمل اور اس کے ساتھی آگے تھے۔ آگے جانے میں اجمل یا اس کے ساتھیوں نے پس و پیش نہیں کیا۔

جب وہ درے سے نکل کر جھیل کے کنارے پہنچ گئے تو حمید نے خان افضل سے کہا۔ "آپ کے اندیشے بے بنیاد تھے۔"

"اوہ کیپٹن! کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ میرے سامنے آکر حملہ کرے گا۔ ہرگز نہیں اس کے فرشتے بھی اس کی ہمت نہیں کر سکتے۔ اس وقت شکار کے دوران میں یا واپسی میں پہاڑیوں میں چھپ کر

دھوکے سے حملہ کرتا۔"

حمید کچھ نہ بولا.... یہ کیمپوں میں واپس آ گئے۔

گناہوں کا ثمرہ

حمید خان افضل ہی کے خیمے میں سوتا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں اس کے دو ساتھی بھی ہوتے تھے۔ بستروں پر لیٹ کر کافی دیر تک ادھر اُدھر کی کہانیاں ہوتیں لطیفے ہوتے اور پھر جب ان کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگتیں تو وہ باتیں کرتے کرتے سو جاتے۔

آج بھی کہانیوں اور لطیفوں کا دور چل رہا تھا.... حمید کے لطیفوں اور چٹکلوں کا پوچھنا ہی کیا! خان افضل جو شاذ و نادر ہی مسکراتا ہوا بھی دیکھا جاتا تھا بے تحاشا قہقہے لگا رہا تھا۔

وہ کھانا کھا چکے تھے اور اب انہیں کافی کا انتظار تھا۔ تھوڑی دیر بعد باورچی ایک ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس میں چار پیالیاں تھیں۔

انہوں نے کافی پی اور بستروں پر لیٹ گئے۔ ان کی زبانیں اب بھی چل رہی تھیں.... آہستہ آہستہ ان کی آنکھیں نیند کے بار سے جھکنے لگیں.... اور وہ سب ہی سو گئے۔

حمید آج بہت تھک گیا تھا۔ گھوڑے کی سواری بھی اچھی خاصی مشقت ہوتی ہے.... اور پھر ایسی صورت میں تو تھکن کا احساس ہوتا ہی ہے جب کبھی کبھار رائیڈنگ کی جائے۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو اندھیرا ہی تھا.... اور شاید یہ نہ اترنے والی تھکن ہی تھی جس نے اس کا جسم جکڑ کر رکھ دیا تھا.... اس نے کروٹ بدلنی چاہی اور اس طرح ایک طرف لڑھک گیا جیسے کسی غلاف میں لپٹا ہوا ہو.... بس یہیں اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا اور غنودگی بالکل غائب ہو گئی۔ اس نے ہاتھ پھیلانے چاہے لیکن ممکن نہ ہوا اور اب معلوم ہوا کہ اس کا جسم تو رسیوں سے جکڑا ہوا ہے۔ پھر اپنے نیچے ٹھنڈی اور کھردری زمین بھی محسوس ہوئی۔ وہ پیال کے بستر پر نہیں تھا۔

یہ کیا مصیبت نازل ہوئی وہ سوچنے لگا۔ آخر وہ کہاں ہے وہ کتنی بدحواسی سے سویا تھا کہ رسیوں سے جکڑے جانے کے باوجود بھی آنکھ نہیں کھلی تھی۔

اندھیرا بہت گہرا تھا.... اس نے بھرائی ہوئی آواز میں خان افضل کو پکارا۔

"اوہ.... تم جاگ رہے ہو۔" قریب ہی سے آواز آئی اور آواز خان افضل ہی کی تھی۔

"یہ کیا مذاق۔" حمید نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

"آہا.... تو کیا تم بھی رسی سے جکڑے ہوئے ہو۔" پوچھا گیا۔

"ہاں.... مگر کیوں؟" حمید غرایا۔

"یہی سوال میں بھی تم سے کر سکتا ہوں۔"

"کیا مطلب....!"

"میں بھی آزاد نہیں ہوں کیپٹن! بڑا دھوکا کھایا.... پچھلی رات کافی پیتے ہی غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔"

"ہاں اب میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔ مگر ہم ہیں کہاں؟" حمید نے پوچھا۔

"یہ بتانا بہت مشکل ہے۔ لیکن ہم اپنے خیمے میں تو ہرگز نہیں ہو سکتے۔"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"تم نے دیکھا میں کبھی کوئی غلط بات زبان سے نہیں نکالتا۔ میرا قول کرسی نشین ہوا، یہ حرکت اجمل کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔"

"لیکن اس نے میرے ساتھ کیوں ایسا برتاؤ کیا۔ نہ میں اس کا باپ ہوں.... اور نہ....!"

"پتہ نہیں وہ کیا چاہتا ہے۔" خان افضل بڑبڑایا۔ "اگر مار ہی ڈالنا تھا تو اس کی کیا ضرورت تھی.... نہیں ہم خیمے میں نہیں ہیں۔ میں اپنے ایک ہاتھ سے زمین ٹٹول سکتا ہوں یہ کچی زمین نہیں ہے بلکہ چکنے ٹائیلز کا فرش ہے۔"

دفعتاً قریب ہی کوئی دروازہ کھلا اور کسی کے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر یک بیک روشنی پھیل گئی۔ چھت سے لٹکنے والا بلب روشن ہو گیا تھا۔

حمید نے اجمل کو دیکھا جو فاتحانہ انداز سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ پھر حمید نے گردن موڑی۔ خان افضل اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر پڑا اجمل کو خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کے جسم سے بھی رسی لپٹی ہوئی تھی۔

"وہ صرف اسے گھورتا رہا کچھ بولا نہیں.... یک بیک اجمل کی مسکراہٹ ہونٹوں کے تنفر

آمیز کھنچاؤ میں تبدیل ہو گئی۔"

"تم نے دیکھا پاپا.....!" اس نے زہر آلود لہجے میں کہا۔

"ہاں میں تمہیں بچپن ہی سے دیکھتا آرہا ہوں۔ تم میرے گناہوں کا ثمرہ ہو اس لئے تم سے میں نے کبھی کوئی اچھی توقع نہیں رکھی۔"

"کیا مطلب.....!"

"کیا تمہیں اپنی ماں یاد ہے۔"

"نہیں.....! آہا شاید تم اب پاگل پن کا ڈھونگ رچاؤ گے۔"

اجمل نے قہقہہ لگایا۔

"کیوں! یہ تم نے کیسے کہا۔" خان افضل کا لہجہ پر سکون تھا۔

"کیا تم مجھے یہ نہیں بتاتے رہے کہ میری ماں میری پیدائش کے بعد ہی مر گئی تھی۔"

"نہیں! وہ تو میں نے اس لئے مشہور کیا تھا کہ لوگ تمہیں بُری نظروں سے نہ دیکھیں۔"

"کیا مطلب.....!"

"تم میرے گناہوں کا ثمرہ ہو۔ اس لئے میں یہی چاہتا ہوں کہ مجھے ایک زہریلے سانپ کی طرح ڈس لو۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔" اجمل حلق پھاڑ کر چیخا۔

"نہیں میرے بیٹے..... نور نظر..... لختِ جگر سچ کہہ رہا ہوں۔ تمہاری ماں ایک پیشہ ور طوائف تھی۔ تمہاری پیدائش کے بعد میں نے چاہا تھا کہ وہ باعزت طور پر زندگی بسر کرے لیکن وہ اس پر تیار نہیں ہوئی۔ میں نے تمہیں اس سے چھین لیا تھا۔"

"بکواس بند کرو۔ مجھے بیلا کے کاغذات درکار ہیں۔"

"کیا.....!" خان افضل کی چیخ بڑی بھیانک تھی۔

"بیلا کے کاغذات.....!"

"تو یہ ہنگامہ تو نے ہی برپا کیا تھا..... کمینے..... کتے..... ذلیل.....!"

"وہ تو تم پہلے ہی کہہ چکے ہو کہ میں تمہارے گناہوں کا ثمرہ ہوں۔ لہٰذا یہ ساری گالیاں غیر ضروری ہیں۔ میں تمہیں صرف بیس منٹ دیتا ہوں۔ اگر تم نے اس کے کاغذات کا پتہ مجھے نہ بتایا

ں تمہارے گناہوں کا ثمرہ..... تم پر جہنم کی طرح چھا جاؤں گا۔"

"جاؤ..... دفع ہو جاؤ.....!" خان افضل غرایا۔ "تمہارے فرشتے بھی مجھ سے نہیں معلوم لیں گے۔ اگر مجھے پہلے ہی معلوم ہو گیا ہوتا کہ یہ ہنگامہ تمہاری ذات سے برپا ہوا ہے تو میں تک کبھی کا تمہیں میٹھی نیند سلا چکا ہوتا۔"

"تم نہیں جانتے تھے۔"

"نہیں جانتا تھا اور نہ اس کی نوبت ہی نہ آتی.....؟"

"نہیں جانتے تھے تو پھر اس سرکاری سراغ رساں کو کیوں بلوایا تھا۔"

"میں نہیں جانتا کہ یہ کیوں آیا ہے ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے ہی برپا کئے ہوئے ہنگامے کے لے میں آیا ہو۔"

"بے کار باتیں نہ بناؤ۔ کیا تمہاری ہی ایماء پر اخبارات میں وہ خبر نہیں دی گئی تھی۔"

"کون سی خبر.....!"

"یہی کہ بیلا مطرب کیپٹن حمید سے منسوب ہو گئی ہے۔"

"یہ انہیں لوگوں کا کوئی کھیل ہوگا۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا لیکن اگر وہ بچی کیپٹن ید سے منسوب ہو سکے تو مجھے بے حد خوشی ہوگی..... مگر تم ذلیل کتے.....!"

"بوڑھے! تم ہوس پرست ہو۔ تمہیں شرم آنی چاہئے۔ وہ گلاب کی پنکھڑی ہے اور تم بوڑھے برگد.....! مگر لڑکی کیوں! تم تو اس کی دولت پر ہاتھ صاف کرنے کی فکر میں ہو۔"

"کتیا کے بچے..... وہ میری بیٹی ہے۔"

"کتیا کے بچے کے باپ..... ہاہاہاہا.....!" اجمل بے تحاشہ ہنس پڑا۔ پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "صرف دس منٹ اور رہ گئے ہیں اس کے بعد..... میں تمہاری بوٹیاں نوچ ڈالوں گا۔"

"تم مجھے اس طرح یہاں کیوں لائے ہو۔" حمید غرایا۔

"تاکہ تمہیں بیلا کا شوہر بنا کر خود پھانسی کے تختے پر چڑھ جاؤں۔"

"اجمل کیوں شامت آئی ہے۔" خان افضل نے کہا۔

"ارے تم اس گناہوں کے ثمرے کی پرواہ نہ کرو۔"

"میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے کھول دو..... ورنہ.....!" حمید نے کچھ کہنا چاہا لیکن خان

افضل بول پڑا.... "ارے بیس منٹ گذر چکے یا نہیں۔"

"میں تمہیں سسکا سسکا کر ماروں گا۔"

"شروع کردو.... جو کچھ بھی کرنا ہے۔"

دفعتاً دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ حمید آنے والے کا چہرہ نہ دیکھ سکا کیونکہ درمیان میں اجمل حائل تھا۔

"کیوں کیا ہے۔" اجمل نے آنے والے سے غصیلے لہجے میں پوچھا اور پھر یک بیک اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ آنے والا چہرے پر جھکی ہوئی فلیٹ ہیٹ کو اوپر کھسکا رہا تھا۔ اس کا چہرہ نظر آتے ہی حمید کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے آہستہ سے اپنے بندھے ہوئے پیر سکوڑے اور پوری قوت سے اجمل کی کمر پر دولتی جھاڑ دی.... جو اس کی طرف پشت کئے کھڑا آنے والے کو گھور رہا تھا۔

وہ اچھل کر آنے والے پر جا پڑا دوسری طرف سے اس کے جبڑے پر گھونسہ پڑا اور وہ سنبھلنے کی کوشش کرتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

"اوہو.... اوہو.... واہ جوان....!" خان افضل چیخا۔

اجمل پھر جھپٹ کر کھڑا ہو گیا تھا.... اس بار اس نے پوری قوت سے حملہ کیا.... لیکن آنے والے نے اس کی دونوں کلائیاں پکڑ لیں اور رگیدتا ہوا دیوار کی طرف لے جانے لگا۔

"یہ کون ہے.... یہ کون ہے۔" خان افضل نے حمید سے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"کرنل فریدی....!"

"اوگڈ.... اوگڈ.... اللہ بڑا کارساز ہے۔"

اجمل وحشیوں کی طرح اچھل رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ فریدی نے پکڑ رکھے تھے مگر وہ کبھی گھٹنے چلاتا اور کبھی سر مارنے کے لئے اچھلتا تھا۔

"بس کرو۔" فریدی نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "تمہارے سارے آدمی باہر پولیس کی گاڑی میں موجود ہیں۔ تم بالکل گدھے ہو کہ تمہارا سفید کانوں والا کتا مسز مطرب تک پہنچ گیا تھا۔ اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ وہ خان افضل کا کتا ہے تو شاید وہ کبھی اس کا حوالہ نہ دیتی۔"

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا....!" اجمل دانت پیس کر بولا۔

"کرنل....!" خان افضل نے کہا۔ "خدا کے لئے مجھے کھول دو۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا.... کھول دو.... خدا کے لئے۔"

فریدی نے جواب نہیں دیا۔

"تم بوڑھے دجال۔" اجمل چیخا۔ "پھانسی پر لٹکائے جاؤ گے۔ تم نے بیلا کے باپ کو مار ڈالا تھا۔"

"میری فکر نہ کرو۔" بوڑھا خان افضل اس طرح چیخ کر بولا تھا جیسے کسی بہرے آدمی کے کانوں تک اپنی آواز پہنچانا چاہتا ہو.... "اگر اپنی زندگی کے بدلے میں بھی بیلا کی زندگی ملے تو میں اسے بخوشی منظور کرلوں گا۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو پاپا۔ میں ان لوگوں کو کس طرح یقین دلاؤں کہ تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہو۔ اسی لئے میں نے تمہیں باندھ کر ایک طرف ڈال دیا ہے۔"

"اور چھوٹے پاپا نے کیا قصور کیا تھا۔" حمید نے ڈپٹ کر پوچھا۔

"تم بھی پاگل ہو گئے ہو۔ میں بھی پاگل ہو گیا ہوں.... ہاہاہا.... ہاہاہا....!"

"اب تم نے جی خوش کیا ہے۔ دونوں پاپاؤں کا۔" حمید نے خوش ہو کر کہا۔

اتنے میں وزنی قدموں کی آوازیں آئیں اور دوسرے ہی لمحے میں دو مسلح کانسٹیبل کمرے میں داخل ہوئے۔ فریدی نے اجمل کو ان کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ "ہتھکڑیاں لگا دو۔"



فریدی، حمید، خان افضل اور مسز مطرب فریدی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ خان افضل غصے میں تھا۔ اس کی خونخوار آنکھیں یہی ظاہر کر رہی تھیں۔

فریدی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "مسز مطرب پر خفا ہونے سے بہتر یہ ہوگا کہ آپ مجھے اصل واقعہ سے آگاہ کیجئے۔"

"میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ سجاد میرا بزنس پارٹنر تھا۔ شروع میں ہم دونوں نے بہت معمولی سرمائے سے کام شروع کیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھتے رہے۔ مطرب بھی ہمارے گہرے دوستوں میں سے تھا۔ لیکن اسے بزنس سے دلچسپی نہیں تھی وہ جاگیردار تھا اور جاگیردارانہ مزاج بھی رکھتا تھا.... یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم نے کان کنی نہیں شروع کی تھی۔ سجاد کو نچلے طبقے کی ایک لڑکی سے عشق ہو گیا۔ اس نے اس سے شادی کرلی بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اپنے سر ایک مصیبت لے

لی خاندان والے خفا ہوگئے۔ سجاد خاندان والوں کے معاملے میں بے حد ڈرپوک واقع ہوا تھا۔ اتنی مخالفت ہوئی کہ اسے آبائی گھر چھوڑ کر دوسری جگہ قیام کرنا پڑا.... اس کی بیوی الگ اسی غم میں گھل رہی تھی کہ وہ شوہر کے لئے وبالِ جان بن گئی۔ سجاد نے خاندان والوں سے علیحدگی اختیار کرلی تھی لیکن ان کے بغیر وہ رہ بھی نہیں سکتا تھا۔ اسے اپنے والدین اور بھائی بہنوں سے بے اندازہ محبت تھی۔ وہ خود بھی اسی خیال میں گھلنے لگا کہ اس کے خاندان والے اس سے خفا ہیں.... تقریباً ایک سال گزر گیا.... اس کی بیوی کی صحت برابر گر رہی تھی اور وہ ماں بھی بننے والی تھی۔ پھر ایک بچی کو جنم دے کر وہ چل بسی۔ سجاد کی حالت ابتر تھی۔

اسی زمانے میں مطرب کے یہاں بھی بچی ہوئی یہ دونوں ایک ہی ہسپتال میں داخل تھیں اور مسز مطرب کی بچی جاتی رہی۔ سجاد اپنی بچی کے لئے بے حد پریشان تھا اور مسز مطرب اپنی بچی کے ضائع ہوجانے پر بدحال تھیں۔ انہوں نے خود ہی سجاد سے استدعا کی کہ وہ اپنی بچی انہیں دے دے۔ مگر اس نے ایک شرط پیش کی کہ یہ اسے اپنی ہی بچی مشہور کریں.... وہ نہیں چاہتا تھا کہ بچی بڑی ہوکر احساس کمتری کا شکار ہو۔ وہ اسے اپنے اعزہ سے الگ رکھنا چاہتا تھا۔

بس پھر ہم نے مشہور کردیا کہ سجاد کی بیوی اور بچی دونوں ہی فوت ہوگئیں۔

کچھ دنوں بعد سجاد کے گھر والے پھر اسے ہاتھوں ہاتھ لینے لگے، لیکن اب وہ ان کی طرف سے کچھ بیزار سا ہوگیا تھا۔ اس نے پھر شادی نہیں کی۔ آہستہ آہستہ اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہوتا گیا۔ اور وہ بزنس سے بھی الگ تھلگ رہنے لگا۔ لیکن میں نے اسے کبھی مجبور نہیں کیا کہ وہ بھی میرا ہاتھ بٹائے میں نے بزنس کو وسعت دی اور ہر نئے کام میں اس کا برابر کا حصہ رکھا۔ وہ کبھی حساب کتاب بھی نہیں کرتا تھا.... نہ کبھی یہ دیکھتا تھا کہ میں نے کتنی رقم اور کس شرح سے اس کے نجی اکاؤنٹ میں جمع کی ہے غرضیکہ اسے کسی بات سے بھی غرض نہیں تھی.... ایک دن میں نے اسے اداس دیکھا وجہ پوچھی تو ٹال گیا۔ لیکن پھر بے حد اصرار پر بتایا کہ گھر میں کسی نے اسے زہر دینے کی کوشش کی تھی.... وہ روزانہ رات کو دودھ استعمال کرتا تھا جو اسے خواب گاہ میں رکھا ہوا ملتا تھا۔ اس رات اتفاق سے دودھ کا گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ دودھ فرش پر پھیل گیا۔ ٹھیک اسی وقت گھر کی پالتو بلی بھی خواب گاہ میں گھس آئی اور وہ زمین پر پھیلا ہوا دودھ چاٹنے لگی۔ سجاد نے دیکھا کہ بلی وہیں تڑپ کر سرد ہوگئی۔ ٹوٹے ہوئے گلاس کی تہہ میں تھوڑا سا دودھ

باقی تھا۔ سجاد نے اسے شیشی میں محفوظ کرلیا۔ فرش صاف کر کے شیشے کے ٹکڑے چنے اور بلی کی لاش کو ایک تھیلے میں ڈال کر دور پھینک آیا.... پھر اس نے دوسری صبح تذکرتاً کسی سے کہہ دیا کہ پچھلی رات گلاس گر جانے کی وجہ سے دودھ ضائع ہوگیا تھا۔

اس نے اس دودھ کا کیمیائی تجزیہ کرایا جو شیشی میں محفوظ کرلیا تھا۔ اس میں ایک خطرناک قسم کے زہر کی آمیزش ثابت ہوئی۔ لیکن اس نے میرے علاوہ اور کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس کے بعد سے وہ اور زیادہ بیزار نظر آنے لگا آخر ایک دن اس نے ایک وصیت نامہ بیلا کے حق میں مرتب کیا جس کی رو سے وہ سنِ بلوغ کو پہنچتے ہی ساری املاک پر قابض ہوجائے گی۔ یہ وصیت نامہ ہمارے مشیر قانون کے پاس محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ ایک وصیت نامہ اور مرتب کیا تھا جس کے مطابق اس کی موت کی اطلاع ملنے تک اس کے بعض رشتہ داروں کو محدود رقومات ملتی رہیں گی۔ یہ وصیت بڑی ذہانت سے مرتب کی گئی ہے اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی زندگی میں رشتہ داروں کو مقررہ اور محدود رقومات ملتی رہیں گی.... اور موت کے بعد اس وصیت نامہ کے مطابق محدود رقومات کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔ یعنی وہ رشتہ دار مالک ہی ہوجائیں گے ساری املاک کے۔ لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی اور وصیت نامہ بھی موجود ہے تو اس کی موت کے بعد انہیں ایک حبہ بھی نہ ملے گا۔ لہٰذا دوسرا وصیت نامہ بیلا کے حق میں موجود ہی ہے، رشتہ داروں سے متعلق وصیت نامے کا مطلب ہی یہی ہے کہ وہ لوگ دھوکے میں رہیں حتیٰ کہ بیلا بالغ ہوجائے۔ بالغ ہوجانے پر املاک بھی اس کی طرف منتقل ہوجائیں گی اور پھر کوئی اس کے حق کو چیلنج نہ کرسکے گا۔ البتہ اگر بالغ ہونے سے پہلے ہی کسی رشتہ دار کو اس کے وجود کا علم ہوگیا تو وہ اسے اپنی ولایت میں لینے میں کامیاب ہوجائے گا۔ پھر جو لوگ اس کے باپ کو زہر دے سکتے ہیں وہ اُسے کب چھوڑیں گے۔"

"کیا بیلا بالغ ہوچکی ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"صرف چھ ماہ اور باقی ہیں اور میں یہی چھ ماہ کسی نہ کسی طرح نکالنا چاہتا ہوں۔"

"سجاد زندہ ہے۔"

"جی نہیں۔ تین سال گذرے سوئٹزرلینڈ کے ایک ٹی بی سینے ٹوریم میں اس کا انتقال ہوگیا۔ لیکن میں نے اس خبر کو دبالیا تھا۔ اب تک اس کے اعزہ کو مقررہ رقومات دیتا رہا ہوں اور اس وقت

تک دوں گا جب تک کہ بیلا بالغ نہ ہو جائے۔ بالغ ہو جانے پر وہ اپنی مرضی کی مختار ہو گی۔ یعنی اسے زبردستی کسی عزیز کی ولایت میں نہیں دیا جا سکے گا۔ میں صرف اتنا ہی چاہتا ہوں کہ وہ اپنے لالچی اور خونی عزیزوں سے دور رہے۔ اس کے بالغ ہوتے ہی میں سجاد کی موت کا اعلان کر کے دوسرا وصیت نامہ نکلواؤں گا۔ جس کی موجودگی میں پہلا وصیت نامہ ساقط ہو جائے گا۔"

"لیکن اس کا ثبوت کیسے پیش کریں گے آپ کہ یہی بیلا اسکی لڑکی ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

خان افضل نے ایک طویل سانس لی اور رحم طلب نظروں سے مسز مطرب کی طرف دیکھنے لگا۔

"مجھے غلط فہمی ہوئی تھی خان۔" مسز مطرب بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں سمجھتی تھی شاید تمہاری نیت میں فتور آ گیا ہے اور اب تم اس ہنگامے کا ڈھونگ رچا کر بیلا کے سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی اس پر اور اس کی املاک پر قبضہ کر لو گے۔ اسی لئے میں نے ان کاغذات کی قیمت پانچ لاکھ بتائی تھی جن کے ذریعہ بیلا سجاد کی لڑکی ثابت ہو سکتی ہے.... ورنہ میں.... ارے وہ تو میری بچی ہے.... میں نے اسے اپنا خون پلا کر پالا ہے.... اس رات جب تم میرے کمرے میں تھے تو اس نے ہماری گفتگو سن لی تھی۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ اس کی زبان بند رکھنے کے لئے مجھے اسے دو ایک تھپڑ بھی مارنے پڑے تھے۔"

"مگر....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "جب آپ نے اتنی رازداری سے کام لیا تھا تو اجمل کو اس کا علم کیسے ہوا ہو گا۔"

"ہو سکتا ہے اس نے کبھی چھپ کر میری اور میرے مشیر قانون کی گفتگو سننے کی کوشش کی ہو۔ وہ کسی لومڑی کی طرح چالاک ہے۔ مگر کرنل آپ لوگ یک بیک مجھ تک کیسے پہنچ گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ مسز مطرب نے بھی میرے متعلق آپ کو کچھ نہ بتایا ہو گا۔"

"اجمل سے ایک حماقت سرزد ہو گئی تھی آپ کا سفید کانوں والا کتا۔ اس کے ایک گرگے کے ساتھ مسز مطرب کے گھر تک چلا آیا تھا.... اگر مسز مطرب کو علم ہوتا کہ وہ کتا آپ کا تھا تو وہ لاکھ برس بھی اس کا تذکرہ نہ کرتیں۔ انہوں نے اس کتے کا تذکرہ کیا مگر آپ کی تصویر کو نہ شناخت کر سکیں ویسے وہ تصویر دیکھ کر چونکی ضرور تھیں۔ بس یہیں شبے نے سر ابھارا.... مجھے علم تھا کہ شہر میں ایک کتے کے علاوہ اس قسم کا اور کوئی کتا نہیں ہے۔ اجمل نے کئی قسم کے جال بچھائے تھے لیکن خود شاید مسز مطرب سے نہیں ملا تھا بلکہ اس کے گرگے شہر کے مختلف بڑے

آدمیوں کے حوالوں سے ان سے ملتے رہتے تھے۔ اجمل کا خیال تھا کہ شاید مسز مطرب ان ہنگاموں سے اکتا کر کسی نہ کسی کا سہارا لینے پر مجبور ہو جائیں گی۔ لہٰذا اگر وہ سہارا اجمل ہی کا ہو تو کیا کہنے کسی نہ کسی بڑے آدمی کے نام پر مسز مطرب تیار ہی ہو جائیں گی۔"

"حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس کتے کی اصلیت کا علم نہیں تھا۔ اس لئے میں نے اس کا تذکرہ کر دیا تھا ورنہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔" عورت نے کہا۔

"اور میری دشواریوں میں اضافہ ہو جاتا" فریدی مسکرایا۔ پھر یک بیک سنجیدگی اختیار کرتا ہوا خان افضل سے بولا۔ "کھنڈر سے برآمد ہونے والی لاش کس کی تھی۔"

وہ غریب میرا ایک وفادار ساتھی تھا جسے اجمل یا اس کے کسی آدمی نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

"کیپٹن حمید پر کس نے حملہ کیا تھا۔"

"مجھے علم نہیں ہے۔ میرے کسی ساتھی نے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ لہٰذا وہ اجمل ہی کے کسی آدمی کی حرکت ہو گی۔ بات دراصل یہ ہے کہ بیلا کی حفاظت کے لئے میرے آدمی ہر وقت عمارت کے آس پاس موجود رہتے تھے۔"

"اور غالباً.... وہ دلاور بھی اجمل ہی کا آدمی۔"

"دلاور.... اوہاں وہ غنڈہ.... وہ تو اجمل کا غلام بے دام تھا۔"

"خیر.... خان افضل مجھے افسوس ہے کہ کیس کو سنگین بنانے میں آپ کا بھی ہاتھ تھا اس لئے ہو سکتا ہے کہ آپ بھی عدالتی کاروائیوں کے شکار ہو جائیں۔"

"ارے اس کی فکر نہیں ہے۔" خان افضل مسکرا کر بولا۔ "یہ سب کچھ میں ہنسی خوشی جھیل لے جاؤں گا۔ میری بچی تو محفوظ ہو گئی۔ مگر کرنل آپ آخر ٹھیک اسی جگہ کیسے پہنچ گئے تھے جہاں مجھے اور کیپٹن حمید کو لے جایا گیا تھا۔"

"میں غافل تو نہیں تھا" فریدی نے کہا۔ "حمید کو اسی لئے آپ لوگوں میں بھیجا تھا کہ اس کے سہارے آپ کو اسٹڈی کرا سکوں بس آپ لوگوں کی نگرانی کراتا رہا تھا.... خیر میں نے تو ہتھکڑیاں ڈال ہی دیں مجرم کے ہاتھوں میں اور مسز مطرب مجھے افسوس ہے کہ ان خبروں سے آپ کو بڑی تکلیف پہنچی تھی جو میں نے اخبارات میں شائع کرائی تھیں اس کا بھی مقصد یہی تھا کہ

مجرم کھل کر سامنے آجائیں۔"

"اور مجھے بھی افسوس ہے کہ میں نے اس بدمزاجی کا مظاہرہ کیا تھا۔" مسز مطرب نے کہا۔

"میں کہتا ہوں کرنل.... اگر یہ رشتہ ہو ہی جائے تو کیا برائی ہے۔" خان افضل نے کہا۔

"مجھے کیپٹن حمید بہت پسند ہیں۔"

فریدی نے حمید کی طرف دیکھا اور حمید گڑبڑا کر بولا۔ "ارے نہیں۔"

"ابھی مجھے منشی فاضل کا امتحان دینا ہے۔ کیپٹن کی بجائے منشی حمید کہلانا مجھے بہت اچھا لگے گا.... میں نے تو یہاں تک سوچ رکھا ہے کہ کئی بار منشی فاضل کا امتحان دے کر منشی فضول ہو جاؤں۔ جیسے ڈبل ایم، اے ہوتا ہے اور پھر ابھی میری عمر ہی کیا ہے اگر شادی ہو گئی، تو اولاد والے میری آؤ بھگت کرنا چھوڑ دیں گے.... کوئی جاؤ بھگت کہنا بھی پسند نہ کرے گا۔"

تمام شد